اِلہامِ منظوم

ترجمۂ اُردو

مثنوی مولانا روم

دفترِ دوم

مُرتّبۂ

مولوی فیروز الدّین مُصنّف و مؤلّف
یادگارِ دربارِ اسلام۔ یادگارِ سعدی۔ کشف المحجوب۔ تجرید البخاری
حقوق و فرائضِ اسلام۔ سِلسلۂ اسلامیہ۔ فیروز اللغات اُردو۔ ع۔ بی
و مُتعدّد کتب نصاب تعلیم

۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء

قیمت درجہ اوّل چکنا کاغذ مجلّد ۸ / درجہ دوم ۸ /

فہرستِ مضامین الہامِ منظوم ترجمہ مثنوی مولانا رومؒ دفترِ دوم

الہامِ منظوم

ترجمۂ اُردو

مثنوی مولانائے رُومؒ

دُوسرا دفتر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد	مُہلتے بایست تا خوں شیر شد
مثنوی مدت سے ہے تاخیر میں	خون بدلا پاکے مُہلت شیر میں
تا نزاید بختِ تو فرزندِ نو	خوں نگردد شیر شیریں خوش شنو
بخت جب تک اک نیا لڑکا نہ دے	خون کیونکر شیر شیریں ہو سکے
چوں ضیاء الحق حسام الدینؒ عناں	باز گردانید ز اوج آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدینؒ نے	باگ موڑی آسماں کے اوج سے
چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بود	بے بہارش غنچہا ناشگفتہ بود
تھا وہ معراج حقائق پر نثار	ناشگفتہ تھے یہ غنچے بے بہار
چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت	چنگِ شعرِ مثنوی با ساز گشت
سوئے ساحل جب وہ دریا سے پھرا	سازِ چنگِ مثنوی کو پھر ملا

مثنوی کہ صیقلِ ارواح بود — بازگشتش روزِ استفتاح بود

مثنوی جو صیقلِ ارواح ہے — بازگشت اب روزِ استفتاح[لہ] ہے

مطلعِ تاریخ ایں سودا و سود — سالِ ہجرت ششصد و شصت و دو بود

مطلعِ تاریخ اس ترتیب کا — چھ سو باسٹھ سال ہجری ہو گیا

بلبلے زینجا برفت و باز گشت — بہرِ صیدِ ایں معانی باز گشت

بلبل اس جا سے گیا اور پھر پھرا — باز وہ صیدِ معانی کا ہؤا

ساعدِ شہ مسکنِ ایں باز باد — تا ابد بر خلق ایں در باز باد

باز کا مسکن بنے بازوئے شاہ — تا ابد ہو خلق پر روشن یہ راہ

آفتِ ایں در ہوا و شہوت است — ورنہ ایں جا شربت اندر شربت است

حرص و شہوت میں ہے آفت بے گماں — ورنہ بس شربت ہی شربت ہے یہاں

ایں دہاں بر بند تا بینی عیاں — چشم بندِ آں جہاں حلق و دہاں

بند کر لے منہ کر تو دیکھے عیاں — اُس جہاں کا پردہ ہیں حلق و دہاں

اے دہاں تو خود دہانِ دوزخی — و اے جہاں تو بر مثالِ برزخی

اے دہاں! تو خود ہے دوزخ کا دہاں — تو ہے اک پردے کی مانند اے جہاں

نورِ باقی پہلوئے دنیائے دُوں — شیرِ صافی پہلوئے جوہائے خُوں

نورِ باقی ہے قریبِ دہرِ دُوں — دُودھ اصلی ہے قریبِ نہرِ خوں

چوں درو گامے زنی بے احتیاط — شیرِ تو خوں می شود از اختلاط

اُس میں تو اترے اگر بے احتیاط — دُودھ خوں ہو جائے پا کر اختلاط

یک قدم زد آدم اندر ذوقِ نفس — شد فراقِ صدرِ جنت طوقِ نفس

اک قدم آدم چلے با ذوقِ نفس — ہو گئی جنت کی فرقت طوقِ نفس

لہ ۱۵-ماہ رجب المرجب۔ آسمان یا کعبے کے دروازے کھولنے کیلئے اِس دن کا یہ نام رکھا گیا۔

همچو دیو از وے فرشتہ می گریخت
بہر نانے چند آب از چشم ریخت

مثل شیطاں تھے فرشتے بھاگتے
چند ٹکڑوں کے لئے رو دیا گئے

گرچہ یک مو بد گنہ کو جستہ بود
لیک آں مو در دو دیدہ رستہ بود

جو خطا اک بال بھر ان سے ہوئی
دونوں آنکھوں میں وہی پر بال تھی

بود آدم دیدۂ نور قدیم
موئے در دیدہ بود کوہ عظیم

تھے جو آدم دیدۂ نور قدیم
بال بھی آنکھوں میں تھا کوہ عظیم

گر در آں حالت بکردے مشورت
در پشیمانی نگفتے معذرت

کرتے اُس حالت میں گروہ مشورت
کیوں پشیمانی سے کرتے معذرت

زانکہ با عقلے چو عقلے جفت شد
مانع بد فعلی و بد گفت شد

کیونکہ ملتی عقل ہے جب عقل سے
دور بد فعلی و بد گوئی کرے

نفس چوں با نفس دیگر یار شد
عقل جزوی عاطل و بیکار شد

نفس کا جب نفس دیگر یار ہو
عقل جزوی باطل و بیکار ہو

گر ز تنہائی تو نومیدے شوی
زیر ظل یار خورشیدے شوی

تو جو تنہائی سے ناامید ہو
یار کے سائے میں اک خورشید ہو

رو بجو یار خدائے را تو زود
چوں چناں کردی خدا یار تو بود

جا خدا کے یار کو ڈھونڈ اے نگار
ایسا کرنے سے خدا ہو تیرا یار

آنکہ در خلوت نظر بر دوخت است
آخر آں را ہم ز یار آموخت است

جس نے کی ہے بند خلوت میں نظر
یار سے وہ اس کو سیکھا ہے مگر

خلوت از اغیار باید نے ز یار
پوستیں بہر دے آمد نے بہار

غیر سے خلوت ہے یا ہے بہر یار؟
پوستیں ہے بہر سرما یا بہار؟

عقل با عقل دگر دوتا شود
نور افزوں گشت رہ پیدا شود

عقل مل کر عقل سے ہوگی دوچند
نور پھیلے، اور ہو پیدا راہ بند

نفس با نفس دگر خنداں شود	ظلمت افزوں گشت رہ پنہاں شود
نفس ہو نفس دگر سے شادماں	جب بڑھے ظلمت تو رستہ ہو نہاں
یار چشم تست اے مرد شکار	از خس و خاشاک او را پاک دار
یار تیری آنکھ ہے اے من چلے	پاک رکھ اُس کو خس و خاشاک سے
ہیں بجاروب زباں گردے مکن	چشم را از خس رہ آوردے مکن
بس۔ نہ جاروب زباں سے دھول اڑا	ہاں۔ نہ خس کو آنکھ کا تحفہ بنا
چونکہ مومن آئنہ مومن بود	روئے او ز آلودگی ایمن بود
جب کہ مومن آئنہ مومن کا ہے	اس کا رُخ میلا ہو کیوں۔ اے نیک پے
یار آئینہ است جاں را در حزن	بر رخ آئینہ اے جاں دم مزن
یار ہے آئینۂ جاں غم میں گر	آئنے کو سانس سے میلا نہ کر
تا نپوشد روئے خود را از دمت	دم فرو بردن بباید ہر دمت
تا نہ تیری سانس سے منہ چھپا	سانس کا لازم ہے تجھ کو روکنا
کم ز خاکی چونکہ خاکے یار یافت	از بہارے صد ہزار انوار یافت
یا بنفیں تو کم نہیں کچھ خاک سے	لاکھوں ہی غنچے بہاروں سے کھلے
آں درختے کو شود با یار جفت	از ہوائے خوش ز سر تا پا شگفت
یار سے مل کر شجر ہو بارور	ہو ہواؤں سے شگفتہ سر بسر
در خزاں چوں دید او یار خلاف	در کشید او زود سر زیر لحاف
جب خزاں میں یار کو دیکھا خلاف	اُس نے سر کو کر لیا زیر لحاف
گفت یار بد بلا آشفتن است	چونکہ او آمد طریقم خفتن است
بولا یار بد بلا ہے جب ملے	جب وہ آئے مجھ کو سونا چاہیئے

۱؎ زبانی باتوں سے یار کو ناخوش نہ کرو۔

پس بخسپم باشم از اصحاب کہف | بہ ز دقیانوس باشد خواب کہف
پس میں سوؤں صورت اصحاب کہف | اچھا دقیانوس[۱] سے ہے خواب کہف

یقظہ شاں مصروف دقیانوس بود | خواب شاں سرمایۂ ناموس بود
جاگنا مصروف دقیانوس تھا | اُن کا سونا مایۂ ناموس تھا

خواب بیداری ست چوں با دانش است | وائے بیداری کہ با ناداں نشست
خواب بیداری ہے دانش سے جو ہو | جاگنا وہ کیا ہو نادانی سے جو

چونکہ زاغاں خیمہ بر گلشن زدند | بلبلاں پنہاں شدند و تن زدند
ڈیرہ کوؤں نے جو ڈالا باغ میں | چھپ گئیں اور چپ ہوئیں سب بلبلیں

زانکہ بے گلزار بلبل خامش است | غیبت خورشید بیداری کش است
بے چمن بلبل کی گویائی ہے فوت | چھپنا سورج کا ہے بیداری کی موت

آفتابا ترک ایں گلشن کنی | تاکہ تحت الارض را روشن کنی
ترک کر اس باغ کو اے آفتاب | تاکہ تحت ارض کو دے نور و تاب

آفتاب معرفت را نقل نیست | مشرق او غیر جان و عقل نیست
آفتاب معرفت کی نقل کیا | اُس کا مشرق ہے سوائے عقل کیا

خاصہ خورشید کمالے کاں سری ست | روز و شب کردار او روشن گری ست
خاص کر خورشید کامل راز نام | رات دن روشن گری ہے جس کا کام

مطلع شمس[۲] آ اگر اسکندری | بعد ازاں ہر جا روی نیکو فری[۳]
شمس میں آجا جو اسکندر ہے تو | پھر جہاں جائے گا نیکوفر ہے تو

ف۱ وہ بادشاہ جس کے عہد میں اصحاب کہف نے گوشہ نشینی اختیار کی +

ف۲ سایۂ شمس میں آ +

ف۳ عالی شان - خوش نصیب +

بعد ازآں ہر جا روی مشرق شود
شرقہا بر مغربت عاشق شود

ہوگا پھر مشرق جہاں تو جائے گا
شرق مغرب پر ترے ہوں گے فدا

حسِ خفاشت سوئے مغرب رواں
حسِ دُرپاشت سوئے مشرق رواں

حسِ تیرہ تیری مغرب کو رواں
حسِ روشن جانب مشرق رواں

راہِ حس راہِ خران است اے سوار
اے خرانرا تو مزاحم شرم دار

ہے گدھوں کی راہ راہِ حس اے سوار
شرم کر۔ کیوں ہے گدھوں کا راہ دار

پنج حسے ہست جز ایں پنج حس
آں چو زرِ سرخ وایں حسہا چو مس

پانچ حسوں سے ہیں بڑھ کر پانچ حس
مثل زر وہ سُرخ اور یہ مثل مس

اندر آں بازار کاہل محشر اند
حسِ مس را چوں حسِ زر کے خرند

اہل محشر ہیں جو اُس بازار میں
حسِ مس کو مثل حسِ زر نہ لیں

حسِ ابدان قوتِ ظلمت می خورد
حسِ جاں از آفتابے می چرد

حسِ تن کھاتی ہے ظلمت کی غذا
حسِ جاں سُورج سے لیتی ہے ضیا

اے ببردہ رخت حسہا سوئے غیب
دست چوں موسیٰ برون آور ز جیب

لے گئی حس تو سوئے غیب کمال
مثل موسیٰ ہاتھ جیبوں سے نکال

اے صفاتت آفتابِ معرفت
وآفتابِ چرخ بندِ یک صفت

وصف تیرے آفتابِ معرفت
اور سورج میں فقط ہے اک صفت

گاہ خورشید و گہے دریا شوی
گاہ کوہِ قاف و گہ عنقا شوی

تو کبھی سورج ہے اور دریا کبھی
تو کبھی ہے قاف اور عنقا کبھی

تو نہ ایں باشی نہ آں در ذاتِ خویش
اے فزوں از وہمہا وز بیش بیش

ذات میں ان سب سے ہاں بڑھ کر ہے تو
اے کہ ان وہموں سے بالاتر ہے تو

لہ جان کی طرف خطاب ہے۔

روح با علم است و با عقل است یار ۔ روح را با تازی و ترکی چہ کار
روح عقل و علم سے ہے بامرام[۱] ۔ روح کو کیا تازی و ترکی سے کام

از تو اے بے نقش با چندیں صور ۔ ہم مشبہ ہم موحد خیرہ سر
تجھ سے اے بے نقش با چندیں صور[۲] ۔ ہیں مشبہ اور موحد[۳] خیرہ سر

گہ مشبہ را موحد می کنی ۔ گہ موحد را بصورت رہزنی
گہ مشبہ کو موحد تو کرے ۔ اور موحد کو کبھی کھٹکا بھی دے

گہ ترا گوید ز مستی بو الحسن ۔ یا صغیر السن یا رطب البدن
کہتا ہے مستی سے تجھ کو بو الحسن ۔ اے صغیر العمر۔ اے نازک بدن

گاہ نقش خویش ویراں می کند ۔ از پئے تنزیہ جاناں می کند
نقش کو اپنے کبھی ویران کرے ۔ جانوں کی تنزیہ کرنے کے لئے

چشم حس را ہست مذہب اعتزال ۔ دیدۂ عقل است سنی در وصال
مذہباً ہیں اعتزالی[۴] سب حسیں ۔ عقل کی آنکھیں ہیں سنی وصل میں

سخرۂ حس اند اہل اعتزال ۔ خویش را سنی نمایند از ضلال
حس کے ہیں پابند اہل اعتزال ۔ سنی کہلاتے ہیں از راہ ضلال[۵]

ہر کہ در حس ماند او معتزلی است ۔ گرچہ گوید سنیم از خامی است
ہے جو حس میں معتزل ہوگا وہی ۔ گر کہے سنی۔ ہے خامی واقعی

ہر کہ بیرون شد ز حس او سنی است ۔ اہل بینش چشم حس خویش بست
حس سے جو باہر ہے سنی ہے وہی ۔ چشم حس اہل نظر نے بند کی

[۱] کامیاب ۔ [۲] یعنی اے وہ کہ باوجود بے صورت ہونے کے تیری بے شمار صورتیں ہیں ۔ [۳] اہل تشبیہ اور اہل تنزیہ ۔
[۴] اعتزال معتزلہ کا طریقہ ہے۔ اشاعرہ کے خلاف ۔
[۵] گمراہی ۔

ہر کہ از حسِّ خدا دید آیتے ۔۔۔ در برِ حق داشت بہتر طاعتے
جس کو تھی حسِّ خدا کی روشنی ۔۔۔ سب سے بہتر طاعتِ حق اُس نے کی

گر بدیدے حسِّ حیواں شاہ را ۔۔۔ پس بدیدے گاو و خر اللہ را
دیکھتی گر حسِّ حیواں شاہ کو ۔۔۔ دیکھتے یہ گاو و خر اللہ کو

گر نبودے حسِّ دیگر مر ترا ۔۔۔ جز حسِ حیواں ز بیرون ہوا
گر نہ ہوتی حسِّ دیگر اے فتا ۔۔۔ حسِّ حیواں کے علاوہ بے ہوا

پس بنی آدمؑ کرم کے بُدے ۔۔۔ کے بہ حسِّ مشترک محرم شدے
پس بنی آدم نہ ہوتے ذی وقار ۔۔۔ اور حسِّ مشترک[1] کے رازدار

نا مصوّر یا مصوّر گفتنت ۔۔۔ باطل آمد نے ز صورت رفتنت
نا مصوّر یا مصوّر کیوں کہوں ۔۔۔ جھوٹ ہے گر ہو نہ صورت سے بروں

نا مصوّر یا مصوّر پیشِ اوست ۔۔۔ کو ہمہ مغز ہست بیرون شد ز پوست
جانتا ہے ایسے عقدے کو وہ دوست ۔۔۔ جو ہو یک سر مغز، اور بیرون پوست

گر تو کوری نیست بر اعمیٰ حرج[2] ۔۔۔ ورنہ رو کالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجَ
گر تو اندھا ہے، نہیں تجھ پر حرج ۔۔۔ ورنہ جا۔ ہے صبر مفتاح الفرج[3]

پردہ ہائے دیدہ را داروئے صبر ۔۔۔ ہم بسوزد ہم بسازد شرح صدر
صبر ہے آنکھوں کے پردوں کی دوا ۔۔۔ کھول کر سینے کو دیتا ہے جلا

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک ۔۔۔ نقشہا بینی بروں از آب و خاک
دل کا آئینہ اگر ہو صاف و پاک ۔۔۔ نقش دیکھے تو سوائے آب و خاک

---

[1] وہ حس جو سب حسّوں کا سرچشمہ ہے۔

[2] قولہ تعالیٰ عزوجل:۔ وَلَا عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ ۔ اور اندھوں پر کچھ تنگی یا سختی نہیں۔

[3] کشادگی کی کنجی۔

ہم ببینی نقش ہم نقاشش را ۔۔۔ فرش دولت را و ہم فراش را

دیکھ لے تو نقش بھی نقاشش بھی ۔۔۔ فرشِ دولت اور پھر فراش بھی

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من ۔۔۔ صورتش بُت معنی او بُت شکن

جُوں خلیل آیا خیالِ گُل بدن ۔۔۔ اُس کی صورت بُت ہے معنی بُت شکن

شکرِ یزداں را کہ چوں او شد پدید ۔۔۔ در خیالش جاں خیالِ خود بدید

شکرِ خالق جب وہ ظاہر ہو گیا ۔۔۔ تو خیالِ جاں خیالِ اُس کا ہُوا

خاکِ درگاہت دلم را می فریفت ۔۔۔ خاک بر وے کو ز خاکت می شکیفت

خاکِ در اکسیر ہے دل کے لئے ۔۔۔ خاک اُس پر جو بچے اس خاک سے

گفتم ار خوبم پذیرد ایں ازو ۔۔۔ ورنہ خود خندید بر من زشت رو

سوچا گر اچھا ہوں۔ کرے گا قبول ۔۔۔ ورنہ مجھ پر خود ہنسیں گے بوالفضول

چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم ۔۔۔ در خورِ آنیم یا نا در خوریم

چاہیئے ڈالیں نظر خود پر بہم ۔۔۔ اُس کے لائق ہیں کہ نالائق ہیں ہم

او جمیلست و مُحِبٌّ لِلجَمَال [1] ۔۔۔ کے جوانِ نو گزیند پیرہ زال

وہ جمیل اور ہے پسند اس کو جمال ۔۔۔ کب جوانِ نو کو بھائے پیر زال

طَیِّبَات از بہرِ کہ لِلطَّیِّبِین ۔۔۔ خوب خوب را کند جذب از یقین

پاکیاں ہیں صرف پاکوں کے لئے ۔۔۔ خوب جو ہو خوب کو وہ کھینچ لے

در ہر آں چیزے کہ تو ناظر شوی ۔۔۔ می کند با جنس سیر اے معنوی

تو یہاں ڈالے گا جس شے پر نظر ۔۔۔ میل اس کا ہو گا اپنی جنس پر

در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد ۔۔۔ گرم گرمے را کشید و سرد سرد [2]

جذب ہے ہر شے میں رکھا۔ دیکھ لو ۔۔۔ کھینچ گرم و سرد۔ گرم و سرد کو

لہ حدیث شریف میں آیا ہے "اِنَّ اللّٰہَ جَمِیلٌ وَّ یُحِبُّ الْجَمَالَ" بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال پسند کرتا ہے + ۲ مرنے کے وقت گرم کو گرمی اور سرد کو سردی کھینچ لیتی ہے ۱۰

قسم باطل باطلاں رامی کشد ❊ باقیاں رامی کشند اہلِ رشد
جو ہے باطل۔ کھینچ لے باطل اُسے ❊ باقیوں کو کھینچیں صاحب رشد کے

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند ❊ نوریاں مر نوریاں را طالب اند
کھینچتے ہیں نار کو ناری ضرور ❊ اور طالب نور کے ہیں اہلِ نور

صاف را ہم صافیاں طالب شوند ❊ دُرد را ہم تیرگاں جاذب بوند
صاف کے اہلِ صفا طالب ہوئے ❊ تیرہ دل تلچھٹ کے ہیں جاذب ہوئے

زنگ را ہم زنگیاں باشند یار ❊ رُوم را با رومیاں افتاد کار
زنگ کو ہے زنگیوں سے انبساط ❊ رُوم کو ہے رومیوں سے اختلاط

چشم چوں بستی ترا جاں کندنی ست ❊ چشم را از نورِ روزن صبر نیست
جاں کنی ہے بند رکھنا آنکھ کا ❊ نورِ روزن سے ہو صبر آنکھوں کو کیا

چشم چوں بستی ترا تاسہ گرفت ❊ نورِ چشم از نورِ روزن می شگفت
بند کی جب آنکھ تو گھبرا گیا ❊ نورِ روزن سے ہے آنکھوں کی ضیا

تاسۂ تو جذبِ نورِ چشم بود ❊ تا بہ پیوندد بنورِ روز زود
بے قراری جذب نورِ چشم تھی ❊ تاکہ ہو پیوند دن کی روشنی

چشم باز ار تاسہ گیرد مر ترا ❊ وآنکہ چشمِ دل بہ بستی بر کشا
آنکھ کھلنے سے بھی گھبرائے جو تو ❊ دل کی آنکھیں کھول دے اے خوبرو

اے تقاضائے دو چشمِ دل شناس ❊ کو ہمی جوید ضیائے بے قیاس
یہ تقاضا ہے کہ چشمِ دل شناس ❊ ڈھونڈتی ہے اک ضیائے بے قیاس

لہ باطل یعنی آب و خاک کو آب و خاک اور باقیوں یعنی روحوں کو اہلِ رشد (فرشتے) کھینچ لیتے ہیں ❊

چون فراق آن دو نور بے ثبات	تاسہ آوردت کشادی چشمہات
جیسے فانی روشنی کی آرزو	کھولتی ہے تیری آنکھیں تو بہو
بس فراق آن دو نورِ پائدار	تاسہ می آرد مرآن را پاس دار
ایسے ہی دوریِ نورِ پائدار	رکھتی ہے بے تاب تجھ کو اے نگار
او چو می خواند مرا من بنگرم	لائق جذبم و یا بد پیکرم
وہ بلاتا ہے تو میں ہوں دیکھتا	جذب کے لائق ہوں یا بالکل بُرا
گر لطیفے زشت را در پے کند	تسخرے باشد کہ او با وے کند
ہو جو بد صورت کے در پے اِک لطیف	سب ہنسیں گے اس پہ اے مردِ ظریف
کہ ببینم نقش خود را اے عجب	تا چہ رنگم ہمچو روزم یا چو شب
نقش اپنے دیکھ لوں پہلے ہیں سب	مجھ میں رنگِ روز ہے یا رنگِ شب
نقش جانِ خویش می جستم بسے	ہیچ می ننمود نقشم از کسے
نقشِ جاں کی میں نے کر لی جستجو	نقش کوئی بھی نہ دیکھا روبرو
گفتم آخر آئنہ از بہر چیست	تا ببیند ہر کسے کو چیست کیست
سوچا آخر آئنہ ہے کس لئے	تا کہ ہر شخص اپنی صورت دیکھ لے
آئنہ آہن برائے لونہاست	آئنہ سیمائے جاں سنگیں بہاست
آہنی آئینہ رنگوں کے لئے	آئنہ بس جان کا ہے مان لے
آئنہ جاں نیست اِلّا روئے یار	روئے آں یارے کہ باشد زاں دیار
جان کا آئینہ کیا ہے۔ روئے یار	یار وہ جس کا ہے مسکن وہ دیار
گفتم اے دل آئنہ کُل را بجو	رو بہ دریا کار بر ناید ز جو
ڈھونڈ کُل کا آئنہ دل سے کہا	نہر سے دریا کا ہو گا کام کیا
زین طلب بندہ بکوئے تو رسید	دردِ مریمؑ را بخرما بن کشید
بندہ پہنچا اس طرح تیرے قریں	جیسے مریمؑ نخلِ خرما کے قریں

سنہ دیکھو صفحہ ۱۲ *

دیدۂ تو چوں دلم را دیدہ شد — صد دلِ نادیدہ غرقِ دیدہ شد

تیری آنکھیں دل کی جب آنکھیں بنیں — دل کی سَو تصویریں آنکھوں میں ملیں

آئنۂ کُلی ترا دیدم ابد — دیدم اندر چشمِ تو من نقشِ خود

میں نے دیکھا کُل کا آئینہ تجھے — تجھ میں نقش اپنا نظر آیا مجھے

آئنۂ کُلّی بر آوردم زدُود — دیدم اندر آئنہ نقشِ تو بود

جب نکالا میں دھوئیں سے آئنا — آئنے میں صاف تیرا عکس تھا

گفتم آخر خویش را من یافتم — در دو چشمش راہِ روشن یافتم

عاقبت اپنے کو میں نے پا لیا — صاف رستہ اُس کی آنکھوں میں کھلا

گفت وہمم کاں خیالِ تست ہاں — ذاتِ خود را از خیالِ خود بداں

وہم بولا تجھ کو یہ کیا ہے خیال — مختلف ہیں ذات اور تیرا خیال

نقشِ من از چشمِ تو آواز داد — کہ منم تو تو منی در اتّحاد

بولا میرا نقش تیری آنکھ سے — میں ہوں تو اور تو ہے میں پہچان لے

اندریں چشمِ منیرِ بے زوال — از حقائق راہ کے یابد خیال

روشن ان آنکھوں میں جو ہیں بے زوال — راہ کب پائے حقیقت کی خیال

در دو چشمِ غیرِ من تو نقشِ خود — گر ببینی آں خیالے دان و رد

میری آنکھوں کے سوا اپنا جمال — گر تو دیکھے جان اُسے ناقص خیال

آنکہ سُرمۂ نیستی در می کشد — بادہ از تصویرِ شیطاں می چشد

نیستی کا گر کوئی سُرمہ لگائے — بادہ وہ تصویرِ شیطانی سے پائے

چشمِ او خانہ خیال ست و عدم — نیستہا را ہست بیند لاجرم

اُس کی آنکھیں گھر خیالوں کا ہیں یار — نیستی کو ہست کرتا ہے شمار

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۱) جب حضرت مریم علیہا السّلام کو دردِ زہ ہوا۔ تو وہ درختِ خرما کے نیچے تشریف لے گئیں +

چشمِ من چوں سرمہ دید از ذوالجلال	خانۂ ہستی ست نے خانہ خیال
میری آنکھوں میں ہے سرمہ ذوالجلال	گھر ہیں ہستی کا نہیں بیت الخیال
تا یکے مو باشد از تو پیش چشم	در خیالت گوہرے باشد چو یشم
بال کی گر آڑ ہو پیشِ نظر	یشم ہو تیرے خیالوں میں گہر
یشم را آنگہ شناسی از گہر	کز خیالِ خود کنی کلی عبر
یشم اور گوہر کا سمجھے فرق تو	گر خیالوں سے رہا ہو مُو بمو
تا یکے مو باشد از ہستی تو	در خیالت گم شود مستی تو
بال بھر بھی ہو جو ہستی کا خیال	ہو گی گم مستی تری اے خوش خصال!
یک حکایت بشنو اے گوہر شناس	تا بدانی تو عیاں را از قیاس
اِک حکایت سن لے اے گوہر شناس!	تا عیاں کا کر سکے تو کچھ قیاس

حضرتِ عمرؓ اور ایک شخص

ماہِ روزہ گشت در عہدِ عمرؓ	بر سرِ کوہے دویدند آں نفر
آیا رمضاں، جب کہ تھا عہدِ عمرؓ	دیکھنے کو لوگ دوڑے کوہ پر
تا ہلالِ روزہ را گیرند فال	آں یکے گفت اے عمرؓ اینک ہلال
وہ ہلالِ روزہ کی لیتے تھے فال	ایک بولا، اے عمرؓ وہ ہے ہلال
چوں عمرؓ بر آسماں مہ را ندید	گفت کایں مہ از خیالِ تو دمید
آسماں پر جب نہ چاند آیا نظر	یہ خیالی چاند ہے۔ بولے عمرؓ
ورنہ من بیناترم افلاک را	چوں نمی بینم ہلالِ پاک را
ہوں فلک کے دیکھنے میں باکمال	کیوں نہیں آتا نظر مجھ کو ہلال

لے ایک قسم کا پتھر ۔

گفت تر کن دست بر ابرو بمال | آنگہاں تو بر نگر سوئے ہلال

بولے۔ تر کر ہاتھ۔ اور ابرو پہ مل | دیکھ پھر گر چاند آیا ہو نکل

چونکہ او تر کرد ابرو مہ ندید | گفت اے شہ نیست شد مہ ناپدید

تر کئے ابرو تو دیکھا کچھ نہ تھا | بولا، اے شہ چاند غائب ہو گیا

گفت آرے موئے ابرو شد کماں | سوئے تو افگند تیرے از گماں

بولے، وہ تھا موئے ابرو بے کماں | تیری جانب تیر پھینکا بے گماں

چوں یکے مو کژ شد از ابروئے او | شکل ماہِ نو نمود آں موئے او

بال اک ابرو کا جب ٹیڑھا ہوا | چاند اُس کو وہ نظر آنے لگا

موئے کژ چوں پردۂ گردوں شود | چوں ہمہ اجزات کژ شد چوں بود

اک موئے کج ہو پردہ چرخ کا | تیرے سب اجزا جو کج ہوں پھر ہو کیا

چوں یکے مو کژ شد او را راہ زد | تا بدعویٰ لاف دید ماہ زد

بال جس دم ایک بھی ٹیڑھا ہوا | دعویٰ باطل تھا جھوٹے چاند کا

راست کن اجزات را از راستاں | سر مکش اے راست رو زاں آستاں

راستوں سے اپنے اجزا راست کر | راستوں کے آستاں پر رکھ دے سر

ہم ترازو را ترازو راست کرد | ہم ترازو را ترازو کاست کرد

ہے ترازو کی ترازو راستی | ہے ترازو کی ترازو کھوٹ بھی

ہر کہ با ناراستاں ہمسنگ شد | در کمی افتاد و عقلش دنگ شد

مل گیا نالائقوں کا جس کو رنگ | رہ گیا وہ۔ ہو گئی عقل اس کی دنگ

رو اشداءُ علی الکفار[لہ] باش | خاک بر دلداری اغیار پاش

جا "اشداءُ علی الکفار" ہو | چھوڑ دے دلداری اغیار کو

لہ قولہ تعالیٰ عز و جل:۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا (سورۂ فتح) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن

بر سرِ اغیار چوں شمشیر باش ۔۔۔ ہیں مکن روباہ بازی شیر باش

اُن کے سر پر صورتِ شمشیر رہ ۔۔۔ لومڑی بننے سے حاصل؟ شیر رہ

تا ز غیرت از تو یاراں نگسلند ۔۔۔ زانکہ آں خاراں عدوِ آں گلند

تا نہ چھوڑیں دوست غیرت سے تجھے ۔۔۔ کیونکہ وہ کانٹے ہیں دشمن پھول کے

آتش اندر زن بگرگاں چوں سپند ۔۔۔ زانکہ ایں گرگاں عدوئے یوسفند

بھیڑیوں میں اب لگا دے آگ تو ۔۔۔ کیونکہ ہیں یہ گرگ یوسف کے عدو

جانِ بابا گویدت ابلیس ہیں ۔۔۔ تا بدم بفریبدت دیوِ لعیں

جانِ بابا گر تجھے شیطاں کہے ۔۔۔ چاہتا ہے دھوکا دینا جبان سے

ایں چنیں تلبیس با بابات کرد ۔۔۔ آدمی را آں سیہ دل مات کرد

کر چکا ہے مکر تیرے باپ[1] سے ۔۔۔ آدمی قائل ہیں اُس کی مات کے

بر سرِ شطرنج چست است ایں غراب ۔۔۔ تو مبیں بازی بچشمِ نیمخواب

ہے سرِ شطرنج پر کوا یہ چست ۔۔۔ تو نہ کر بازی پر اپنی آنکھ سست

زانکہ فرزیں بندہا داند بسے ۔۔۔ کو بگیرد در گلویت چوں خسے

یاد فرزیں[2] بند ہیں اُس کو ہزار ۔۔۔ مثلِ خس اٹکے گلے میں نابکار

در گلو ماند خس او سالہا ۔۔۔ چیست آں خس مہرِ جاہ و مالہا

مدتوں تنکا گلے میں پھر رہے ۔۔۔ کیا ہے تنکا؟ شوق جاہ و مال کے

مال خس باشد چو ہست اے بے ثبات ۔۔۔ در گلویت مانع از آبِ حیات

مال کوڑا ہے کہ وہ ہے بے ثبات ۔۔۔ ہے گلے میں مانع آبِ حیات

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۴) کے ساتھ ہیں' کفار پر سختی کرنے والے ہیں اور اپنوں پر مہربانی۔ تو اُنہیں ہمیشہ رکوع و سجود میں دیکھتا ہے +

[1] حضرت آدم علیہ السلام +

[2] فرزین کا گھر بند کرنے کی چالیں +

گر برد مالت عدوئے پر فنے	رہزنے را بردہ باشد رہزنے
دشمن پُر فن جو تیرا مال لے	تو سمجھ۔ رہزن کو لوٹا چور نے

سپیرا اور چور

دزدکے از مار گیرے مار برد	زابلہی آں را غنیمت می شمرد
ایک سانپ اک دن چرایا چور نے	اور غنیمت بے بہا سمجھا اسے
وارہید آں مار گیر از زخم مار	مار کشت آں دزد خود را زار زار
زخم سے اُس کے سپیرا بچ گیا	سانپ نے اُس چور کو بے جاں کیا
مار گیرش دید و پس بشناختش	گفت از جاں مار من پرداختش
وہ سپیرا بولا اُس کو دیکھ کے	جان لی ہے اس کی میرے سانپ نے
در دعا می خواستے جانم ازو	کش بیابم مار بستانم ازو
یہ دعائیں کر رہا تھا بے سکوں	پاؤں اُس کو اور اپنا سانپ لوں
شکر حق را کاں دعا مردود شد	من زیاں پنداشتم آں سود شد
شکر ہے۔ رد ہو گئی میری دعا	میں جسے سمجھا زیاں وہ سود تھا
بس دعاہا کاں زیان است و ہلاک	وز کرم می نشنود یزدان پاک
جو دعا کرتی ہے نقصان و ہلاک	رحم سے سنتا نہیں یزدان پاک
مصلح است و مصلحت را داند او	کاں دعا را باز می گرداند او
وہ ہے مصلح، جانتا ہے مصلحت	پھیر دیتا ہے دعا کی خاصیت
واں دعا گوینده شاکی می شود	می برد ظن بد و آں بد بود
شکوہ کرتا ہے دعا گو بر ملا	ظن بد کرتا ہے اور یہ ہے خطا
می نداند کو بلائے خویش خواست	وز کرم حق آں بد و ناورد راست
تھا بلا جو۔ وہ نہیں یہ جانتا	اور نہ لایا راست رحمت سے خدا

حضرت عیسیٰؑ اور اُن کا ہمراہی

گشت با عیسیٰؑ یکے ابلہ رفیق | استخواں ہا دید در گورِ عمیق
ساتھ تھا عیسیٰؑ کے اِک ناداں رفیق | ہڈیاں دیکھیں تہِ قبرِ عمیق

گفت اے ہمراہ نام آں سنی | کہ بداں تو مُردہ زندہ می کنی
بولا دہ اسمِ مبارک دو بتا | جس سے تم مُردوں کو دیتے ہو جلا

مر مرا آموز تا احساں کنم | استخواں ہا را بداں با جاں کنم
دو سکھا مجھ کو تو میں ممنون ہوں | جان مُردہ ہڈیوں میں ڈال دوں

گفت خامش کن کہ آں کارِ تو نیست | لائقِ انفاس و گفتارِ تو نیست
بولے چپ رہ، یہ نہیں کچھ تیرا کام | تیری باتیں اس سے کمتر ہیں تمام

کاں نفس خواہد ز باراں پاک تر | وز فرشتہ در روش چالاک تر
چاہیئے اک نفس مینہ سے پاک تر | جو فرشتوں سے بھی ہو چالاک تر

عمرہا بایست تا دم پاک شد | تا امینِ مخزنِ افلاک شد
چاہیئے اک عمر جب دم پاک ہو | اور امینِ مخزنِ افلاک ہو

خود گرفتی ایں عصا در دستِ راست | دست را دستانِ موسیٰؑ از کجاست
لے لیا تو نے عصا تو مہرباں | ہاتھ تیرا دستِ موسیٰؑ ہے کہاں

گفت اگر من نیستم اسرار خواں | ہم تو برخواں نام را بر استخواں
بولا گر مجھ پر نہیں اسرار عام | ہڈیوں پر آپ ہی پھونکیں وہ نام

گفت عیسیٰؑ یا رب ایں اسرار چیست | میلِ ایں ابلہ دریں گفتار چیست
بولے عیسیٰؑ بھید سے یا رب یہ کیا؟ | کیوں ہے اس ناداں کو شوق اس بات کا

چوں غمِ خود نیست ایں بیمار را | چوں غمِ جاں نیست ایں مردار را
غم نہیں اپنا کچھ اس بیمار کو | جان کی پروا نہیں مُردار کو

مُردہ خود را رہا کردست او	مُردۂ بیگانہ را جوید رفو
اپنے مُردے کی نہیں لیتا خبر	ہے توجہ مُردۂ بیگانہ پر
گفت حق ادبار اگر ادبار جُوست	خار روئیدن جزائے کشتِ اوست
بولا حق۔ ادبار ہے ادبار جُو	خار کھیتی میں اُگیں گے ہُو بہُو
آنکہ تخمِ خار کارد در جہاں	ہان و ہاں اورا مجو در گلستاں
بیج کانٹوں کا جو بوئیں دہر میں	گلستاں میں کوئی کیوں ڈھونڈے انہیں
گر گلے گیرد بکف خارے شود	ور سوئے یارے رود مارے شود
پھول اُٹھائے اور بن جائے وہ خار	یار کی جانب چلے، ہو جائے مار
کیمیائے زہر مارست آں شقی	برخلافِ کیمیائے متقی
وہ شقی ہے کیمیائے زہر مار	متقی کی کیمیا ہے رستگار
ہیں مکن بر قول و فعلش اعتمید	کو ندارد میوہ مانندِ بید
اعتماد اُس پہ نہ کر زنہار ہاں	اُس میں میوہ بید کی صورت کہاں

ایک صوفی اور خادم

صوفئے می گشت در دورِ افق	تا شبے در خانقاہے شد قنق
ایک صوفی مرد، سیّاحِ جہاں	رات کو خانقہ میں میہماں
یک بہیمہ داشت در آخور ببست	او بصدرِ صفہ با یاراں نشست
تھان میں چوپائے کو وہ باندھ کر	دو ستوں کی صفت میں بیٹھا بے خطر
پس مراقب گشت با یارانِ خویش	دفترے باشد حضورِ یار بیش
وہ مراقب ہم نشینوں میں ہوا	اور قربِ دوست کا دفتر کھلا
دفترِ صوفی سواد و حرف نیست	جز دلِ اسپید ہمچوں برف نیست
دفترِ صوفی ہے بے حرف و دوات	برف سی اُجلی ہے دل کی کائنات

زادِ دانشمند آثارِ قلم ‌ ‌ ‌ زادِ صوفی چیست انوارِ قدم
توشۂ عاقل ہیں بہ نقش و قلم ‌ ‌ ‌ توشۂ صوفی ہیں انوارِ قدم

ہمچو صیادے سوئے اشکار شد ‌ ‌ ‌ گامِ آہو دید و بر آثار شد
اک شکاری جس طرح بہرِ شکار ‌ ‌ ‌ ہو ہرن کے نقش پا پر رہ سپار

چند گامش گامِ آہو در خور است ‌ ‌ ‌ بعد ازاں خود نافِ آہو رہبر است
کچھ قدم چل کر ہرن کے نقش پر ‌ ‌ ‌ نافۂ آہو ہو اُس کا رہبر

چونکہ شکرِ گام کرد و رہ برید ‌ ‌ ‌ لاجرم زاں گام در کامے رسید
شکر کرکے راستہ وہ طے کرے ‌ ‌ ‌ گام اُس کے کام کو ترتیب دے

رفتن یک منزلے بر بوئے ناف ‌ ‌ ‌ بہتر از صد منزلِ گام و طواف
ایک منزل جانا بوئے ناف پر ‌ ‌ ‌ ہے ہزاروں منزلوں سے خوب تر

سیرِ زاہد ہر مہے تا پیشگاہ ‌ ‌ ‌ سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ
سیرِ زاہد پیش گہ تک بعدِ ماہ ‌ ‌ ‌ سیرِ عارف ہر گھڑی تا تختِ شاہ

آں دلے کو مطلعِ مہتابہاست ‌ ‌ ‌ بہرِ عارف فُتِحَتْ اَبْوَابُہاست
ایسا دل جو مطلعِ مہتاب ہے ‌ ‌ ‌ بہرِ عارف "فُتِحَتْ اَبْوَابُ"[1] ہے

با تو دیوار است و با ایشاں در است ‌ ‌ ‌ با تو سنگ و با عزیزاں گوہر است
جو تری دیوار ہے اُن کا ہے در ‌ ‌ ‌ جو تجھے پتھر ہے، اُن کو ہے گہر

آنچہ تو در آئینہ بینی عیاں ‌ ‌ ‌ پیر اندر خشت بیند بیش ازآں
جو تو آئینے میں دیکھے برملا ‌ ‌ ‌ پیر دیکھے اینٹ میں اُس سے سوا

پیر ایشانند کایں عالم نبود ‌ ‌ ‌ جانِ ایشاں بود در دریائے جود
تھی نہ دنیا اور وہ تھے بود میں ‌ ‌ ‌ جان تھی پیر دل کی بحرِ جود میں

[1] قولہ تعالیٰ حَتّٰی اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُہَا (زمر) یعنی جس وقت تک مومن جانبِ بہشت آئیں اور اُن پر بہشت کے دروازے کھولے جائیں +

پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند ۔ پیشتر از کشت بر برداشتند

جسم سے پہلے بھی دیں عمریں گذار ۔ کھیتی سے پہلے ہوئے وہ میوہ خوار

پیشتر از نقش جاں بپذرفتہ اند ۔ پیشتر از بحر دُرہا سُفتہ اند

نقش سے پہلے ملی ہے اُن کو جان ۔ بحر سے پہلے ملی موتی کی کان

ایجادِ خلق میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ

مشورت می رفت در ایجادِ خلق ۔ جان شاں در بحرِ قدرت تا بحلق[1]

مشورے میں جب کہ تھی ایجادِ خلق ۔ وہ تھے غرقِ بحرِ قدرت تا بہ حلق

چوں ملائک مانع آں می شدند ۔ بر ملائک خفیہ خنبک می زدند

جب فرشتے مانعِ تخلیق تھے ۔ ان پہ وہ تالی بجاتے تھے کھڑے

مطلع بر نقش ہر کہ ہست شد ۔ پیش ازاں کیں نقشِ کل پابست شد

مطلع تھے اس سے جو پیدا ہوا ۔ اس سے پہلے جب کہ نقشِ کل بنا

پیشتر ز افلاک کیواں دیدہ اند ۔ پیشتر از دانہا ناں دیدہ اند

دیکھا کیواں چرخ سے پہلے عیاں ۔ پیشتر دانوں سے دیکھیں روٹیاں

بے دماغ و دل پُر از فکرت بُدند ۔ بے سپاہ و جنگ بر نصرت زدند

بے دماغ و دل بھی تھے پُر از خیال ۔ بے سپاہ و جنگ نصرت تھی کمال

آں عیاں نسبت بایشاں فکرت است ۔ ورنہ خود نسبت بدوراں رویت است

نسبتِ تخییل تھی اُن کے لئے ۔ ورنہ رُویت کو ہے نسبت دُور سے

فکرت از ماضی و مستقبل بود ۔ چوں ازیں دو رہست مشکل حل شود

ہے غمِ ماضی و مستقبل تجھے ۔ چھوڑ دونوں کو، تو آسانی ملے

دیدہ چوں بے کیف ہر باکیف را ۔ دیدہ پیش از کاں صحیح و زیف را

دیکھا ہے بے کیف ہر باکیف کو ۔ کان سے پہلے بھی تھا سونا ۔ سنو

[1] یعنی پیر

پیشتر از خلقتِ انگورہا ۔۔۔ خوردہ مے ہا و نمودہ شورہا

خلقتِ انگور سے بھی پیشتر ۔۔۔ پی ہے مے اور پھر کیا ہے شور و شر

در تموزِ گرم می بینند دے ۔۔۔ در شعاعِ شمس می بینند فے

گرمیوں میں سردیاں دیکھی گئیں ۔۔۔ سائے دیکھے سورج کی کرنوں میں ہیں

در دلِ انگور مے را دیدہ اند ۔۔۔ در فنائے محض شے را دیدہ اند

دیکھی ہے انگور کے سینے میں مے ۔۔۔ اور فنائے محض میں دیکھی ہے شے

آسماں در دورِ ایشاں جرعہ نوش ۔۔۔ آفتاب از جودِ شاں زربفت پوش

آسماں اُس دور میں تھا جرعہ نوش ۔۔۔ جود سے سورج ہوا زربفت پوش

چوں ازیشاں مجتمع بینی دو یار ۔۔۔ ہم یکے باشند و ہم سی صد ہزار[1]

جمع تو دیکھے جو اُن میں سے دو یار ۔۔۔ ایک ہو کر بھی وہ ہیں سی صد ہزار

بر مثالِ موجہا اعدادِ شاں ۔۔۔ در عدد آوردہ باشد بادشاں

موجوں پر اعداد ان کے کر شمار ۔۔۔ کر سکے شاید ہوا بہتر شمار

مفترق شد آفتابِ جانہا ۔۔۔ در درونِ روزنِ ابدانہا

آفتابِ جاں ہوا جسم دم جُدا ۔۔۔ جلوہ گر جسموں کے روزن میں ہوا

چوں نظر بر قرص داری خود یکیست ۔۔۔ آنکہ شد محجوبِ ابداں در شکیست

ایک ہے گر قرص پر ڈالے نظر ۔۔۔ شک میں محجوبِ بدن سے سر بسر

تفرقہ در روحِ حیوانی بود ۔۔۔ نفسِ واحد روحِ انسانی بود

فرق تھا تو روحِ حیوانی میں تھا ۔۔۔ نفسِ واحد روحِ انسانی میں تھا

گفت حق رَشَّ عَلَیْھِمْ نُوْرَہٗ[2] ۔۔۔ مفترق ہرگز نگردد نورِ او

نور رب کا یا خدا نے خلق پر ۔۔۔ پھر جدا ہو نور کیونکر اے پسر!

---

[1] تیس لاکھ۔

[2] حدیث نبوی صلعم: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ فَرَشَّ عَلَیْھِمْ مِنْ

روح انسانی کنفس واحدست	روح حیوانی سفال جامدست
روحِ انساں نفسِ واحد کی طرح	روحِ حیواں خشتِ جامد کی طرح
عقلِ جزو از رمزِ ایں آگاہ نیست	واقفِ ایں سر بجز اللہ نیست
عقلِ جزوی اس سے کب آگاہ ہے	راز سے واقف فقط اللہ ہے
عقل را خود با چنیں سودا چہ کار	کرِّ مادرزاد با سرنا[1] چہ کار
عقل کو ہے کام اس سودا سے کیا	بہرے مادرزاد کو سرنا سے کیا
یک زماں بگذار اے ہمرہ ملال	تا بگویم وصفِ خالے زاں جمال
ایک لحظہ چھوڑ اے ساتھی ملال	تا کہوں میں تجھ سے کچھ وصفِ جمال
در بیاں ناید جمالِ حالِ او	ہر دو عالم چیست عکسِ خالِ او
ہو بیاں کیونکر جمالِ حال کا	دو جہاں ہیں عکس اُس کے خال کا
چونکہ من از خالِ خوبش دم زنم	نطق می خواہد کہ بشگافد تنم
ہوں جو اُس کے خال سے حرفِ سُخن	چیرتا ہے نطق پھر میرا بدن
ہمچو مورے اندریں خرمن خوشم	تا فزوں از خویش بارے می کشم
خوش ہوں مثلِ مور خرمن میں فنا	بوجھ اُٹھاتا ہوں ہے طاقت سے سوا
کے گذارد آنکہ رشکِ روشنی ست	تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی ست
کب وہ چھوڑے جو ہے رشکِ روشنی	تا کہوں جو فرض ہے اور گفتنی

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۱) نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ فَقَدِ اھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاءَ فَقَدْ ضَلَّ ۔ خدا نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا، پھر اُن پر اپنے نور کی بارش کی۔ جس پر چھینٹے پڑے اُس نے ہدایت پائی۔ اور جو محروم رہا۔ گمراہ ہوا ۔

[1] قرنا کی طرح کا ایک باجا ۔

حکایت کی معنوی تقریر کا خاتمہ

بحر کف پیش آرد و سدے کند ۔۔۔ جر کند وز بعد جر مدے کند
بحر بھی جھاگوں کو کر دیتا ہے سد[۱] ۔۔۔ جزر دے کر پھر اُسے دیتا ہے مد

ایں زماں بشنو چہ مانع شد مگر ۔۔۔ مستمع را رفت دل جائے دگر
سُن یہاں کیا شئے ہوئی مانع مگر ۔۔۔ سننے والے کا ہے رُخ سوئے دگر

خاطرش شد سوئے صوفی قنق ۔۔۔ اندر آں سودا فرو شد تا عنق
صوفی مہماں کا ہے اس کو خیال ۔۔۔ اور وہ اس فکر میں ہے غرقِ حال

لازم آمد باز رفتن زیں مقال ۔۔۔ سوئے آں افسانہ بہرِ وصفِ حال
ٹوٹنا اس بات سے ہے لازمی ۔۔۔ بہرِ وصفِ حال سوئے قصہ ہی

صوفی صورت مپندار اے عزیز ۔۔۔ ہمچو طفلاں تا کے از جوز و مویز
ظاہری صوفی نہ جان اب اے عزیز ۔۔۔ مثلِ طفلاں تا کجا جوز[۲] و مویز[۳]

جسم ما جوز و مویز ست اے پسر ۔۔۔ گر تو مردی زیں دو چیز اندر گذر
اے پسر یہ جسم ہے جوز و مویز ۔۔۔ مرد ہے تو چھوڑ دے ہر ایک چیز

ور تو اندر بگذری اکرام حق ۔۔۔ بگذراند مر ترا از نہ طبق
چھوڑ دے تو ان کو تو فضلِ کردگار ۔۔۔ نو طبق سے بھی تجھے کر دے گا پار

صوفی اور خادم کا قصّہ

بشنو اکنوں صورت افسانہ را ۔۔۔ لیک ہیں از کہ جدا کن دانہ را
صورتِ افسانہ اب تو سُن ذرا ۔۔۔ گھاس سے دانے کو لیکن کر جدا

۱ دیوار ۔ ۲ اخروٹ ۔ ۳ بڑا انگور۔ (کب تک جوز و مویز سے کھیلیگا اور تن پروری کریگا) ۔

حلقۂ آں صوفیانِ مستفید ‏ چونکہ در وجد و طرب آخر رسید

صوفیوں کا حلقۂ سود و وفا ‏ ختم جب وجد و خوشی سے ہو گیا

خوان بیاوردند بہرِ میہماں ‏ از بہیمہ یاد آورد آں زماں

ایک خوان آیا برائے میہماں ‏ جانور یاد آیا اُس کو بے گماں

گفت خادم را کہ در آخر برو ‏ راست کن بہرِ بہیمہ کاہ و جو

بولا خادم سے طویلے میں تو جا ‏ گھاس جو اس جانور کو دے کے آ

گفت لاحول ایں چہ افزوں گفتن است ‏ از قدیم ایں کارہا کارِ من است

بولا خادم، کیا ہے لَاحَوْلَ وَ لَا! ‏ یہ تو اک مدت سے میرا کام تھا

گفت تر کن آں جوش را از نخست ‏ کاں خرک پیر است و دندانہاش سست

بولا صوفی، دانے کو کر لے درست ‏ خر ہے بوڑھا اور اس کے دانت سست

گفت لاحول ایں چہ می گوئی مہا ‏ از من آموزند ایں ترتیبہا

بولا خادم! واہ لَاحَوْلَ وَلَا ‏ خود سکھاتا ہوں میں یہ قاعدا

گفت پالانش فرونہ پیش پیش ‏ داروئے منبل بنہ بر پشت ریش

بولا صوفی، اُس کا پالاں لے اُتار ‏ پشت کے زخموں پہ رکھ دے نیم یار

گفت لاحول آخر اے حکمت گذار ‏ جنس تو مہمانم آید صد ہزار

بولا، لَاحَوْلَ وَلَا اے ذی وقار ‏ آچکے ہیں ایسے مہماں سو ہزار

جملہ راضی رفتہ اند از پیش ما ‏ ہست مہماں جانِ ما و خویشِ ما

خوش گئے سب جس قدر مہمان تھے ‏ وہ ہمارے خویش تھے اور جان تھے

گفت آبش دہ و لیکن شیر گرم ‏ گفت لاحول از توام بگرفت شرم

بولا صوفی، دینا پانی شیر گرم ‏ بولا لَاحَوْل اب مجھے آتی ہے شرم

گفت اندر جو تو کمتر کاہ کن ‏ گفت لاحول ایں سخن کوتاہ کن

بولا صوفی، جو ہوں کمتر گھاس میں ‏ بولا لَاحَوْل، آپ کیوں ایسا کہیں

گفت جائش را بروب از سنگ و پشک
بولا وہ کوڑے سے کر صاف اُس کا تھان

گفت لاحول اے پدر لاحول کن
بولا سنا دم آہ لاحول و لا

گفت بستاں شانہ پشتِ خر بخار
بولا لے کر راچھ پُشتِ خر کھجا

گفت دُم افسار را کوتہ ببند
بولا دُمچی اُس کی، ڈھیلی باندھنا

گفت لاحول اے پدر چندیں مثال
بولا لاحول اے پدر زاری نہ کر

گفت برپشتش فگن جُل زود تر
بولا اُس کی پیٹھ پر دے جھول ڈال

گفت لاحول اے پدر چندیں مگو
بولا لاحول اے پدر اتنا نہ کہہ

من ز تو استاترم در فنِ خود
واقفِ فن ہوں میں، کچھ تجھ سے سوا

لائق ہر میہماں خدمت کنم
جیسا مہماں کام دیسے ہیں مرے

خادم ایں گفت و میاں بر بست چست
یہ کہا خادم نے اور باندھی کمر

رفت و ازآں خر نکرد او ہیچ یاد
وہ گیا، بھولا مگر خر کا خیال

در بود تر ریز بر وے خاکِ خشک
ہو جو تر، تو ڈال مٹی مہربان

با رسولِ اہل کمتر گو سخن
میں ہوں قابل مجھ سے بکتے ہو کیا

گفت لاحول اے پدر شرمے بدار
بولا لاحول اے پدر، شرما ذرا

تا ز غلطیدن نیفتد او بہ بند
لوٹنے میں تا نہ ہو زحمت سوا

بہرِ خر چندیں مرو اندر جوال
گون میں پھنستا ہے تو کیوں بہرِ خر

زانکہ شب سرماست اے کانِ ہنر
کیونکہ ہے سردی کی رات اے نیک فال

استخواں در شیر نبود تو مجو
ہڈیاں ہیں شیر میں کب، چپ بھی رہ

میہماں آید مرا از نیک و بد
آتا ہے مہماں یہاں اچھا بُرا

من ز خدمت چوں گل و چوں سوسنم
ہیں گل و سوسن ہوں اِن خدمات سے

گفت رفتم کاہ و جو آرم نخست
گھاس جو لینے چلا وہ بے خطر

خوابِ خرگوشے بداں صوفی فتاد
خوابِ خرگوشی سے صوفی تھا نڈھال

رفت خادم جانب اوباش چند ‌ ‌ کرد بر اندرزِ صوفی ریشخند
پہنچا خادم مجمع اوباش میں ‌ ‌ حال ہنس ہنس کر سنایا سب انہیں

صوفی از رہ ماندہ بود و شب دراز ‌ ‌ خوابہا می دید با چشم فراز
تھی تھکن صوفی کو، اور شب تھی دراز ‌ ‌ دیکھتا تھا خواب باچشم فراز

کاں خرش در چنگِ گرگے ماندہ بود ‌ ‌ پارہا از پشت و رانش می ربود
یعنی خر کو لے گیا ہے بھیڑیا ‌ ‌ ٹکڑے ٹکڑے پشت وراں کو کر دیا

گفت لاحول این چہ مالیخولیاست ‌ ‌ اے عجب آں خادمِ مشفق کجاست
بولا وہ لاحول یہ کیا ہے جنوں ‌ ‌ خادمِ مشفق کہاں ہے؛ کیا کروں

باز می دید آں خرش در راہرو ‌ ‌ گہ بچاہے می فتاد و گہ بہ گو
پھر یہ دیکھا راہ میں خر ہے وہی ‌ ‌ چاہ میں گرتا ہے غاروں میں کبھی

گونا گوں می دید ناخوش واقعہ ‌ ‌ فاتحہ می خواند با القارعہ
دیکھتا تھا وہ یہ ناخوش واقعہ ‌ ‌ فاتحہ پڑھتا تھا اور القارعہ[1]

گفت چارہ چیست یاراں خستہ اند ‌ ‌ رفتہ اند و جملہ ہا در بستہ اند
کہتا تھا سب دوست خستہ ہو گئے ‌ ‌ بند دروازے بھی سارے کر دئے

باز می گفت اے عجب آں خادمک ‌ ‌ نے کہ با ما گشت ہم نان و نمک
پھر کہا۔ ہیں! وہ کہاں ہے خادمک[2] ‌ ‌ جس نے کھایا ساتھ ہی نان و نمک

من نکردم با وے الا لطف و لیں ‌ ‌ او چرا با من کند بر عکس کیں

میں نے اس کے ساتھ کیا نرمی نہ کی؟
اس نے الٹی مجھ سے کیوں کی دشمنی

[1] ایک سورۃ کا نام ہے۔

[2] خادمک میں کاف تصغیر و تحقیر کا ہے۔ یعنی ذلیل یا اوچھا خادم۔

هر عداوت را سبب باید سند	ورنه جنسیت وفا تلقین کند
ہر عداوت کا سبب ہے برملا	ورنہ جنسیت سکھاتی ہے وفا
باز می گفت آدم با لطف و جود	کے بر آں ابلیس جورے کردہ بود
کہتا تھا آدم نے لطف و جود سے	یوں ستم ابلیس پر کب تھے کیے
آدمی مر مار و کژدم را چہ کرد	کہ ہمی خواہند او را مرگ و درد
سانپ بچھو سے کیا انساں نے کیا	ہو گئے باعث جو درد و موت کا
گرگ را خود خاصیت بدریدن است	کایں حسد در خلق آخر روشن است
پھاڑنے کی خاصیت ہے گرگ میں	خلق پر روشن ہیں اُس کی کاوشیں
باز می گفت ایں گمان بد خطاست	بر برادر ایں چنیں ظنم چراست
پھر یہ کہتا تھا کہانی ہے فضول	بھائی پر یہ بدگمانی ہے فضول
باز گفتے حزم سوء الظن تست [۱]	ہر کہ بدظن نیست کے ماند درست
پھر یہ کہتا حزم سوئے ظن میں ہے	جو نہ ہو بدظن وہ خود الجھن میں ہے
صوفی اندر وسوسہ آں خر چناں	کہ چناں بادا جزائے دشمناں
صوفی اس وسواس میں تھا اور خر	دشمنوں کی طرح تھا صرفِ خطر
آں خرِ مسکیں میانِ خاک و سنگ	کژ شدہ پالاں دریدہ پالہنگ
تھا خرِ مسکیں میانِ خاک و سنگ	کج تھا پالاں اور دریدہ پالہنگ [۲]
کشتۂ رہ جملہ شب بے علف	گاہ در جاں کندن و گہ در تلف
راستے کا خستہ اور بے گھاس تھا	جاں کنی میں اور ہلاکت میں گھرا

۱؎ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "الحزم سوء الظن" یعنی ہوشیاری اور دُور اندیشی بدگمانی ہے۔

۲؎ باگ ڈور - وہ رسّی جو لگام میں باندھی جاتی ہے۔

خر ہمہ شب ذکر گویاں کای اللہ — جو رہا کردم کم از یک مشت کاہ

رات بھر وہ خر تھا اور ذکر اللہ — جو تو چھوڑے تھا اب نہیں مشتِ گیاہ[۱]

باز بانِ حال می گفت ای شیوخ — رحمتے کہ سوختم زیں خام شوخ

کہتا تھا اے شیخ رحمت چاہیے — خادمِ گستاخ نے مارا مجھے

آنچہ آں خر دید از رنج و عذاب — مرغِ خاکی بیند اندر سیلِ آب

اس طرح اُس خر کو تھا رنج و عذاب — مرغِ خاکی جیسے اور طوفانِ آب

بس بپہلو گشت آں شب تا سحر — آں خرِ بیچارہ از جوع البقر

رات بھر تڑپا کیا وہ تا سحر — بھوک سے مجبور تھا بے چارہ خر

نالہ می کرد از فراقِ کاہ و جو — مستمند از اشتیاقِ کاہ و جو

جاں گسل تھا گھاس دانے کا فراق — گھاس دانے کا تھا اُس کو اشتیاق

ہمچنیں در محنت و در درد و سوز — نالہا می کرد از شب تا بروز

دل میں تھی سوز اور محنت کی کھٹک — شام سے چلایا مسکیں صبح تک

روز شد خادم بیامد بامداد — زود پالاں جست بر پشتش نہاد

خادم آیا جب ہوا وقتِ سحر — رکھ دیا پالان اُس کی پیٹھ پر

خر فروشانہ دو سہ زخمش بزد[۲] — کرد با خر آنچہ با سگ می سزد

خر فروشانہ لگائے زخم چند — مثل کتے کے ہوا خستہ دردمند

خر جہندہ گشت از تیزیِ نیش — کو زباں تا خر بگوید حالِ خویش

زخم کی تیزی سے اُچھلا وہ گدھا
بے زباں تھا کہتا اپنا حال کیا!

۱ ایک مٹھی گھاس ۔ ۲ یعنی اس طرح اُس گدھے کو زخمی کر دیا جس طرح خر فروش گدھا فروخت کرنے کے وقت گدھے کے لاتیں مار کر اُسے تیز و تند ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں ۔

اہلِ قافلہ کا گدھے کو بیمار سمجھنا

چونکہ صوفی بر نشست شد رواں
رُو در افتادن گرفت آں ہر زماں
صوفی جب اُس خر پہ بیٹھا اور چلا
وہ گدھا ہر ہر قدم گرنے لگا

ہر زمانش خلق بر می داشتند
جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
دم بدم کچھ لوگ اُٹھاتے تھے اُسے
سب اُسے بیمار تھے سمجھے ہوئے

آں یکے گوشش ہمی پیچید سخت
واں دگر در زیرِ گامش جست لخت
ایک اُس کے کان کو تھا اینٹھتا
دوسرا لوٹا ہوُا سُم دیکھتا

واں دگر در نعلِ او می جست سنگ
واں دگر در چشمِ او می دید رنگ
ڈھونڈتا تھا نعل میں ایک اُس کے سنگ
دیکھتا تھا دوسرا آنکھوں کا رنگ

باز میگفتند اے شیخ ایں زچیست
وے ہمی گفتے کہ شکر ایں خر قویست
پوچھتے تھے، شیخ یہ ہے حال کیا
کہتا - اچھا ہے گدھا شکرِ خدا

گفت آں خر کو بشب لاحول خورد
جز بدیں شیوہ نتاند راہ برد
بولا ہے لَاحَوْل کھائی رات بھر
اس لئے چلنا ہوُا دشوار تر

چونکہ قوتِ خر بشب لاحول بود
شب مسبّح بود و روز اندر سجود
رات کو لَاحَوْل تھی خر کی غذا
اس لئے دن کو ہے سجدے کر رہا

چوں ندارد کس غمِ تو ممتحن
خویش کارِ خویشتن باید ساختن
جب نہیں کوئی بھی تیرا غم گسار
خود ہی اپنا کام کر اے ہوشیار

آدمی خوارند اغلب مردماں
از سلام علیک شاں کم جو اماں
ہیں بہت سے مرد آدم خوار ہاں
ان کے ملنے سے نہ ڈھونڈ اک دم اماں

خانۂ دیو ست دلہائے ہمہ
کم پذیر از دیو مردم دمدمہ
سب کے دل مسکن بنے ہیں دیو کے
دھوکا تو ہرگز نہ کھا ابلیس سے

از دمِ دیو آنکہ او لاحول خورد ۔ ہمچو آں خر در سر آید در نبرد
کھائی ہے لَاحَوْل جس نے دیو کی ۔ صورتِ خر وہ اٹھائے ابتری

ہر کہ در دُنیا خورد تلبیسِ دیو ۔ وز عدوئے دوست رو تعظیمِ دیو
مکرِ شیطاں میں جو دنیا میں پھنسا ۔ بار یا دشمن سے مکروں میں رہا

در رہِ اسلام و بر پولِ صراط ۔ سر در آید ہمچو آں خر از خباط
ہو رہِ اسلام یا ہو پُلصراط ۔ وہ گرے گا مثلِ خر کھا کر خباط[1]

عشوہائے یارِ بد منیوش ہیں ۔ دام بیں ایمن مرو تو در زمیں
سُن نہ عشوے یارِ بد کے خوشخصال ۔ چل نہ بے پروا زمیں پر دیکھ جال

صد ہزار ابلیس لاحول آر بیں ۔ آدما ابلیس را در مار بیں
دیکھ لاکھ ابلیس ہیں لَاحَوْل خواں ۔ آدمی پر رکھ مار و شیطاں کا تو دھیاں

دم دہد گوید ترا اے جان و دوست ۔ تا چو قصابے کشد از دوست پوست
دے کے دم کہتا ہے تجھ سے جان و دوست ۔ تا قصائی کی طرح لے کھینچ پوست

دم دہد تا پوستت بیروں کشد ۔ وائے آں کز دشمناں افیوں چشد
دے کے دم وہ کھال کھینچے اے حکیم ۔ وائے وہ دشمن سے جو کھائے افیم

سر نہد بر پائے تو قصاب وار ۔ دم دہد تا خونت ریزد زار زار
جوں قصائی پاؤں پر رکھ دے گا سر ۔ دے کے دم تا خون کر دے بے خطر

ہمچو شیرے صیدِ خود را خویش کن ۔ ترکِ عشوہ اجنبی و خویش کن
کر مثالِ شیر آپ اپنا شکار ۔ اپنے بیگانے کا دھوکا چھوڑ یار

ہمچو خادم داں مراعاتِ خساں[2] ۔ بیکسی بہتر ز عشوہ ناکساں
مثلِ خادم کے کمینوں کو تو جان ۔ بیکسی کو بہتر اس عشوے سے مان

[1] لغزش سے قدم اٹھانا ۔ [2] یعنی اُس خادم کی مانند جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا۔ جو بات بات میں لاحول ولا کہتا تھا مگر کرتا کچھ بھی نہ تھا ۔

در زمینِ مردماں خانہ مکن — کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن

گھر نہ اوروں کی زمینوں پر بنا — کام اپنا کر، نہ کر بیگانوں کا

کیست بیگانہ تنِ خاکیِ تو — کز برائے اوست غمناکیِ تو

کون بیگانہ، تنِ خاکی ترا — جس کی خاطر تو ہے غمناک اے فتا

تا تو تن را چرب و شیریں می دہی — جوہرِ جاں را نہ بینی فربہی

تن کو جب تک چرب و شیریں دی — جوہرِ جاں کو نہ ہو گی فربہی

گر میانِ مشک تن را جا شود — روزِ مُردن گندِ او پیدا شود

مشک میں بھی گر جگہ ہو جسم کی — مرتے دم پھیلے گی اُس سے گندگی

مشک را بر تن مزن بر دل بمال — مشک چہ بود نامِ پاکِ ذوالجلال

مشک کو تن پر نہ مل تو دل پہ مل — مشک کیا نامِ خدا اے عزّ وجل

آں منافق مشک بر تن می نہد — روح را در قعرِ گلخن می نہد

مشک ملتا ہے منافق جسم پر — رُوح کو رکھتا ہے گلخن میں مگر

بر زباں نامِ حق و بر جانِ او — گندہا از کفرِ بے ایمانِ او

حق زباں پر، جان پر چھائی ہوئی — کفرِ بے ایمانیوں کی گندگی

ذکرِ با او ہمچو سبزۂ گلخن است — بر سرِ مبرز گل است و سوسن است

سبزۂ گلخن ہے ذکرِ بوالفضول — جیسے گھورے پر ہو سوسن اور پھول

آں نبات آنجا یقیں عاریت است — جائے آں گل مجلس است و عشرت است

سوسن اُس جا ہے یقیناً عارضی — ہے جگہ پھولوں کی مجلس عیش کی

طیبات آمد بسوئے طیبیں — مر خبیثیں را خبیثات است ہیں

دیکھ ربطِ طیبات[1] و طیبیں[1] — اور خبیثین[2] و خبیثات اے متیں!

[1] پاکیزہ مرد اور پاکیزہ عورتیں [2] بُرے مرد اور بُری عورتیں ۔

کین مدار آنہا کہ از کیں گمرہند	گورِ شاں پہلوئے کیں داراں نہند
رکھ نہ کینہ جو ہیں کینے سے تباہ	قبر ان کی نزدِ اہلِ کیں ہے آہ
اصلِ کینہ دوزخ است و کینِ تو	جزوِ آں کُل است و خصمِ دینِ تو
اصل کینہ نار، اور کینہ ترا	جزو ہے اُس کُل کا۔ دشمن دین کا
چوں تو جزوِ دوزخی ہاں گوشدار	جزو سوئے کُل خود گیرد قرار
جزوِ دوزخ تو جو ہے تو ہوشیار!	جزو کُل میں جا کے لیتا ہے قرار
ور تو جزوِ جنتی اے نامدار	عیشِ تو باشد چو جنت پائدار
اور جو تو ہے جزوِ جنت نامدار!	عیش ہو گا مثلِ جنت پائدار
تلخ با تلخاں یقیں ملحق شود	کے دمِ باطل قرینِ حق شود
تلخ تلخوں سے ملے گا بالیقیں	کب دمِ باطل خدا سے ہو قریں
اے برادر تو ہمیں اندیشۂ	ما بقیٔ تو استخوان و ریشۂ
سُن لے بھائی تو فقط اندیشہ ہے	اور باقی استخوان و ریشہ ہے
گر گل است اندیشۂ تو گلشنی	ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی
گل جو اندیشے میں ہے گلشن ہے تو	تنکے اور کانٹے سے اک گلخن ہے تو
گر گلابی بر سر و جیبت زنند	ور تو چوں بولی برونت افگنند
چھڑکیں جیب و سر پہ۔ گر تو ہے گلاب	پھینک دینگے تو جو ہے بولِ خراب
طبلہا در پیشِ عطاراں ببیں	جنس را با جنسِ خود کردہ قریں
دیکھ عطاروں کے ڈبے کر یقیں	جنس کو ہم جنس کے رکھیں قریں[1]
تو رہائی جو ز ناجنساں بجد	صحبتِ ناجنس گور است و لحد
سعی کر ناجنس سے ہو جا جُدا	صحبتِ ناجنس ہے قبر اے فتا!

[1] نزدیک۔ ساتھ۔ ہمراہ ؂

جنسہا با جنسہا آمیختہ | زیں تجانس زینتے انگیختہ
جنس کو ہے جنس سے پیوستگی | میل سے ہے اُن کی زینت بڑھ گئی

گر در آمیزند عود و شکرش | برگزیند یک یک از ہمدیگرش
عود میں کوئی ملادے گر شکر | امتیاز آپس میں ہو گا سر بسر

طبلہا بشکست و جانہا ریختند | نیک و بد با ہمدگر آمیختند
ڈبے ٹوٹے اور جانیں گر پڑیں | نیک و بد چیزیں سب آپس میں ملیں

حق فرستاد انبیارا بہر ایں | تا جدا گردد زایشاں کفر و دیں
حق نے بھیجا انبیا کو اس لئے | کفر اور دیں تا علیحدہ ہو سکے

حق فرستاد انبیارا با ورق | تا گزیدایں دانہا را بر طبق
انبیا کو حق نے بھیجا با ورق[1] | دانوں کو رکھا انہوں نے در طبق

مومن و کافر مسلمان و جہود | پیش ازایشاں جملہ یکساں می نمود
مومن و کافر مسلمان و یہود | قبل ان کے ایک تھی سب کی نمود

پیش ازایشاں ما ہمہ یکساں بدیم | کس ندانستے کہ ما نیک و بدیم
اُن سے پہلے پہلے ہم سب ایک تھے | نیک و بد کو کچھ نہ تھے پہچانتے

بود نقد و قلب در عالم رواں | چوں جہاں شب بود و ما چوں شب رواں
نقد رواں دنیا میں سب کھوٹا کھرا | ہم تھے شب رَو اور زمانہ رات تھا

تا بر آمد آفتاب انبیا | گفت اے غش دُور شو صافی بیا
نکلا جس دم آفتاب انبیا | بولا دُور اے گرد اے صافی تو آ

چشم داند فرق کردن رنگ را | چشم داند لعل را و سنگ را
آنکھ بہتر جانتی ہے فرق رنگ | جانتی ہے امتیاز لعل و سنگ

[1] یعنی آسمانی کتاب دے کر۔

چشم داند گوہر و خاشاک را | چشم را زاں می خلد خاشاکہا
جانتی ہے گوہر اور خاشاک کو | کیوں خلش خاشاک سے اس میں نہ ہو

دشمن روزند ایں قلا بگاں | عاشق روزاند ایں زرہائے کاں
دن کے دشمن ہیں یہ کھوٹے بیگماں | دن کے عاشق ہیں یہ سب زرہائے کاں

زانکہ روزست آئنہ تعریفِ او | تا بہ بیند اشرفی تشریفِ او
کیونکہ دن ہے آئنہ تعریف کا | ہوتی ہے ہر اشرفی صورت نما

حق قیامت را لقب زاں روز کرد | روز بنماید جمالِ سُرخ و زرد
حق نے دن میں یوں قیامت کی بپا | دن میں نظارہ ہے سُرخ و زرد کا

پس حقیقت روز سِرّ اولیاست | روز پیشِ ماہِ شاں چوں سایہاست
فی الحقیقت دن ہے رازِ اولیا[۱] | دن ہے اُن کے مہ کے آگے سایہ سا

عکسِ رازِ مردِ حق دانید روز | عکسِ ستاریش شامِ چشم دوز
عکس رازِ مردِ حق کا ہے یہ روز | عکس ستاری ہے شامِ چشم دوز

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ | والضحیٰ نورِ ضمیرِ مصطفیٰؐ[۲]
اس لئے ارشادِ حق ہے والضحیٰ[۲] | والضحیٰ نورِ ضمیرِ مصطفیٰؐ

قولِ دیگر کایں ضحیٰ را خواست دوست | از برائے آنکہ ایں ہم عکسِ اوست
پھر طلب اس کو کیا اللہ نے | کیونکہ یہ بھی تھا اسی کے عکس سے

ورنہ بر فانی قسم خوردن خطاست | خود فنا چہ لائقِ گفتِ خداست
ہے قسم فانی کی کھانا بھی خطا | کب فنا ہے قابلِ قولِ خدا

از خلیلے لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ | پس فنا چوں خواست ربّ العالمین
لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ بولے خلیلؑ[۳] | کیوں فنا کو چاہے پھر ربِّ جلیل

[۱] کھرے۔ [۲] بعض مفسّرین نے والضحیٰ کے معنی صبح کے لئے ہیں اور بعض نے اس سے حقیقتِ نبویؐ اور نورِ محمدیؐ مراد لیا ہے۔ [۳] آیۂ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جب حضرت ابراہیمؑ نے ستارے کو غروب ہوتے دیکھا تو فرمایا۔ میں زائل ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن گفت آں خلیلؑ ‖ کے فنا خواہد ازیں ربِّ جلیل

لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن کہ دیں خلیلؑ ‖ کیوں ہو خواہانِ فنا ربِّ جلیل

باز وَاللَّیْل است ستّاریِ او ‖ ویں تنِ خاکی زنگاریِ او

پردہ پوشی اُن کی ہے وَاللَّیْل سے ‖ اور ان کے جسمِ خاکی کے لئے

آفتابش چوں برآمد زاں فلک ‖ با شبِ تن گفت ہیں مَا وَدَّعَکَ

آفتاب اُن کا ہوا نورِ فلک ‖ اور شبِ تن سے کہا مَا وَدَّعَکَ[1]

وصل پیدا گشت از عینِ بلا ‖ زاں حلاوت شد عبارت مَا قَلٰی

وصل تھا عینِ بلا میں بر ملا ‖ تھی حلاوت سے عبارت مَا قَلٰی[1]

ہر عبادت خود نشانِ حالتے ست ‖ حال چوں دست و عبادت آلتے ست

ہر عبادت خود نشانِ حال ہے ‖ حال ہے ہاتھ اور عبادت ڈھال ہے

آلتِ زرگر بدستِ کفش گر ‖ ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در

آلۂ زرگر اگر لے کفش گر ‖ ریت میں بونا ہے دانہ سر بسر

وآلتِ اسکاف پیشِ برزگر ‖ پیشِ سگ کہ استخواں در پیشِ خر

کفش گر کا آلہ پیشِ کاشتکار ‖ ہڈیاں خر کو، تو سگ کو گھاس پار

بود اَنَا الْحَق در لبِ منصور نور ‖ بود اَنَا اللہ در لبِ فرعون زُور

تھا لبِ منصور اَنَا الْحَق[2] کا ظہور ‖ اور اَنَا اللہ[3] بر لبِ فرعون زُور[4]

---

[1] قولہ تعالیٰ عز و جل: "وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی"۔ قسم ہے صبح کی اور رات کی، جب وہ (دنیا کو) ڈھانپ لے کہ تیرے پروردگار نے تجھے نہیں چھوڑا۔ اور نہ وہ تیرا دشمن ہے۔

[2] میں حق ہوں۔

[3] میں اللہ ہوں۔

[4] جھوٹا۔

شد عصا اندر کفِ موسیٰ گوا ... شد عصا اندر کفِ ساحر ہبا
دستِ موسیٰ میں عصا ٹھہرا گواہ ... ہاتھ میں جادو گروں کے تھا تباہ

زیں سبب عیسیٰ بداں ہمراہِ خود ... در نیاموزید آں اسمِ صمد
اس لئے عیسیٰ نے اس ہمراہی سے ... اسمِ اعظم کہنے میں حیلے کئے

کو نداند نقص بر آلت نہد ... سنگ بر گِل زن تو آتش کے جہد
خود نہ سمجھے، نقص جانے آلے کا ... پھول پتھر کی رگڑ دے آگ کیا

دست و آلت ہمچو سنگ و آہن است ... جفت باید جفت شرطِ زادن است
سنگ و آہن، ہاتھ اور آلے ترے ... لازمی ہے جفت جننے کے لئے

آنکہ بے جفت است و بے آلت یکیست ... در عدد شک است و آں یک بے شکیست
جو ہے بے جفت اور بے آلہ ہے ایک ... شک عدد میں ہے نہ واحد میں ولیک

آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں ... متفق باشند در واحد یقیں
جو کہیں دو، تین، یا اس سے سوا ... متفق واحد سے ہوں گے برملا

احولی چوں دفع شد یکساں شوند ... آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند
احولی ہو دور تو ہوں ایک ساں ... کہنے والے تین دو ہوں یک زباں

گر یکے گوئی تو در میدانِ او ... گرد بر می گرد از چوگانِ او
تو جو یک[1] گو ان کے ہے میدان کا ... گیند بن جا ان کے بس چوگان کا

گوئے آنگہ راست بے نقصاں شود ... کو ز دستِ زخمِ شہ رقصاں شود
گیند ہو وہ راست بے نقصان کے ... جو ہو رقصاں ہاتھ سے سلطان کے

گوش دار اے احول اینہا را بہوش ... دارُوئے دیدہ بکش از راہِ گوش
ہوش کے ساتھ اس کو سن احول ذرا ... کان کے رستے کر آنکھوں کی دوا

[1] خدا کو ایک کہنے اور ماننے والا۔

بس کلام پاک در دلہائے کور | می نیابد می رود تا اصل نور
کب سمائے کور دل میں یہ کلام | جائے اصل نور تک اے خوش مقام

وان فسون دیو در دلہائے کژ | می رود چوں کفش کژ در پائے کژ
سحر شیطاں، قلب کج میں یوں رہے | ٹیڑھا جوتا پائے کج میں جوں رہے

گرچہ حکمت را بتکرار آوری | چوں تو نااہلی شود از تو بری
گرچہ تو تکرار حکمت کی کرے | ہو اگر نااہل۔ وہ جاتی رہے

گرچہ بنویسی نشانش می کنی | ورچہ می لافی بیانش می کنی
گرچہ لکھ کر تو کرے اُس پر نشاں | گو بختر سے کرے اُس کا بیاں

اوز تو رو درکشد اے پرستیز | بندہا را بگسلد وز تو گریز
تجھ سے وہ منہ پھیر لے اے پرستیز | توڑ ڈالے بند، کر جائے گریز

ورنخوانی و بہ بیند سوز تو | علم باشد مرغ دست آموز تو
تو جو ان پڑھ ہو۔ وہ دیکھے سوز کو | علم تیرا مرغ[1] دست آموز ہو

او نپاید پیش ہر نا اوستا | ہمچو باز شہ بخانہ روستا
کب قرار اُس کو ہے اک نا اہل پر | جیسے باز شاہ اور دہقاں کے گھر

بادشاہ کا باز بڑھیا کے گھر میں

علم آں باز است کو از شہ گریخت | سوئے آں کمپیر کو می آرد بیخت
علم ہے وہ باز۔ شہ سے بھاگ کر | پہنچا آٹا چھاننے والی کے گھر

تاکہ تتماجے پزد اولاد را | دید آں باز خوش خوش زاد را
کھانا بچوں کا پکانے کو وہ تھی | دیکھ کر اُس باز کو خوش ہو گئی

[1] وہ جانور جو ہاتھ پر سدھایا جاتا ہے۔ جیسے باز۔ شکرا۔ طوطا۔ بیا وغیرہ+

پایکش بست و پرش کوتاہ کرد	ناخنش ببرید و قوتش کاہ کرد
پر بھی کاٹے اور باندھے پاؤں بھی	کاٹے ناخن، گھاس بھی کھانے کو دی
گفت نا اہلاں نکردندت بساز	پر فزود از حد و ناخن شد دراز
بولی نا اہلوں نے کی کیا قدر باز!	ہو گئے تیرے پر و ناخن دراز
دست ہر نا اہل بیمارت کند	سوئے مادر آ کہ تیمارت کند
ہو گا نا اہلوں میں تو بیمار و زار	میرے پاس آ، ہیں بنوں تیمار دار
مہر جاہل را چنیں داں اے رفیق	کژ رود جاہل ہمیشہ در طریق
مہر جاہل کا بھی ہے قاعدہ	ٹیڑھا چلتا ہے ہمیشہ راستہ
جاہل ار با تو نماید ہمدلی	عاقبت زخمت زند از جاہلی
تجھ سے گو جاہل جتائے دوستی	دے گا بالآخر تجھے تکلیف ہی
روز شہ در جستجو بیگاہ شد	سوئے آں کمپیر و آں خرگاہ شد
جستجو میں شاہ تھا دیوانہ سر	چلتے چلتے پہنچا اُس بڑھیا کے گھر
دید ناگہ باز را در دود و گرد	شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد
باز کو دیکھا دھوئیں اور گرد میں	شاہ رویا دیکھ کر یہ حالتیں
گفت ہر چند ایں جزائے کار تست	کہ نباشی در وفائے ما درست
بولا یہ ہے تیرے کاموں کی سزا	تو تھا! اے باز ہم سے بے وفا
چوں کنی از خلد در دوزخ قرار	غافل از لَا یَسْتَوِیْ اَصْحَابِ نار

خلد سے دوزخ میں کرتا ہے قرار
بھول کر لَا یَسْتَوِیْ اَصْحَاب[1] نار

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل: لَا يَسْتَوِيْ اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُوْنَ۔ دوزخ اور جنت والے برابر نہیں۔ جو جنت والے ہیں وہ بہت فائز ہیں۔

ایں سزائے آنکہ از شاہِ خبیر — خیرہ بگریزد بجانہ گندہ پیر
یہ سزا اس کی ہے شہ کو چھوڑ کر — آ گیا تو بھاگ کر بڑھیا کے گھر

گندہ پیر جاہل ایں دنیا دنی ست — ہر کہ مائل شد بدو خوار و غبی ست
پیر جاہل ہے یہ دنیائے دنی — جو ہو مائل اس پہ ۔ ہے خوار و غبی

ہست دنیا جاہل و جاہل پرست — عاقل آں باشد کزیں جاہل برست
یہ جہاں ہے جاہل و جاہل نما — وہ ہے دانا جہل سے جو ہو رہا

ہر کہ با جاہل بود ہمراز باز — آں رسد با او کہ با آں شاہ باز
جاہلوں کے ساتھ ہو ہمراز جو — اس کا بازِ شاد کا سا حال ہو

باز می مالید پر بر دستِ شاہ — بے زباں می گفت من کردم گناہ
باز نے پر دستِ سلطاں پر ملا — بے زباں بولا ہوئی مجھ سے خطا

پس کجا نالد کجا زار و لئیم — گر تو نپذیری بجز نیک اے کریم
پھر کہاں روئے ترا زار و لئیم — گر نوازش تو نہ فرمائے کریم

سر کجا بنہد ظلومِ شرمسار — جز بدرگاہِ تو اے آمرزگار
سر کہاں رکھتے یہ جاہل شرمسار — جز تری درگاہ کے آمرزگار!

لطفِ شہ جاں را جنایت جو کند — زانکہ شہ ہر زشت را نیکو کند
لطفِ شہ پر دل ہے مائل پر جفا — شاہ نیکی سے بدلتا ہے خطا

رو مکن زشتی کہ نیکیہائے ما — زشت آید پیش آں زیبائے ما
جا بدی مت کر ۔ کہیں یہ نیکیاں — ہوں بدیاں پیشِ خلاقِ جہاں

خدمتِ خود را سزا پنداشتی — تو لوائے جرم ازاں افراشتی
اپنی خدمت کو تو لائق جان کر — جرم کا جھنڈا اڑاتا ہے مگر

چوں ترا ذکر و دعا دستور شد — زاں دعا کردن دلت مغرور شد
بس ترا ذکر و دعا دستور ہے — تو دعا کرنے سے یوں مغرور ہے

ہم سخن دیدی تو خود را با خدا ۔۔۔ اے بسا کس زیں گماں افتد جدا

سمجھا تو ۔ ہے ہم سخن تجھ سے خدا ۔۔۔ اس گماں سے ہو گئے لاکھوں جدا

گرچہ با تو شہ نشیند بر زمیں ۔۔۔ خویشتن بشناس و نیکوتر نشیں

شہ جو بیٹھے ساتھ تیرے فرش پر ۔۔۔ بیٹھ ادب سے اپنے کو پہچان کر

باز گفت اے شہ پشیماں می شوم ۔۔۔ توبہ کردم نو مسلماں می شوم

باز بولا میں پشیماں ہو گیا ۔۔۔ توبہ کر لی ۔ پھر مسلماں ہو گیا

آنکہ تو مستش کنی و شیر گیر ۔۔۔ گر ز مستی کژ رود عذرش بپذیر

شیر گیر اور مست تو جس کو کرے ۔۔۔ لغزشیں مستی کو اُس کی بخش دے

گرچہ ناخن رفت چوں باشی مرا ۔۔۔ بر کنم من پرچم خورشید را

گو نہیں ناخن ، مگر میرا تو ہو ۔۔۔ پھاڑ ڈالوں پرچم خورشید کو

ورچہ پرم رفت چوں بنوازیم ۔۔۔ چرخ بازی کم کند در بازیم

گو ہوں بے پر، تو اگر کر دے کرم ۔۔۔ چرخ بازی ہو مری بازی سے کم

گر کمر بخشیم کہ را بر کنم ۔۔۔ ور دہی کلگی علمہا بشکنم

دے کمر ۔ تو کوہ کو ٹکڑے کروں ۔۔۔ دے جو کلگی ۔ تو علم کو توڑ دوں

آخر از پشہ نہ کم باشد تنم ۔۔۔ ملک نمرودی بہ پر برہم زنم

کم ہے کیا پشہ سے بھی یہ تن مرا ۔۔۔ پر سے دوں گا ملک نمرودی کو ڈھا

در ضعیفی تو مرا با پیل گیر ۔۔۔ ہر یکے خصم مرا چوں پیل گیر

فرض کر ہاتھی ضعیفی میں مجھے ۔۔۔ ہیں مخالف میرے ہاتھی ناؤ کے

قدر فندق افگنم بندق خریق ۔۔۔ بندقم در فعل صد چوں منجنیق

بیر جتنے پھینکوں میں کنکر اگر ۔۔۔ ایک میں سو کو پھنکوں کا ہو اثر

ا کمر اور کلگی باز کے سامانوں میں سے دو چیزیں ہیں +

۲ کشتی چلانے کے اوزار +

گرچہ سنگم ہست مقدارِ نخود
گو چنے جتنا ہے یہ پتھر مرا

لیک در ہیجا نہ سر ماند نہ خود
خود و سر کو جنگ میں کھا جائیگا

موسیٰ آمد در وغا با یک عصاش
تھا وغا میں نزدِ موسیٰؑ اک عصا

زد بر آں فرعون و بر شمشیر ہاش
تیغ اور فرعون پر غالب ہوا

ہر رسولے یک تنہ کاں در زد است
ہر نبیؑ کھڑکا یا جس نے اس کا در

بر ہمہ آفاق تنہا بر زد است
تھا اکیلا اک جہاں پر حملہ ور

نوحؑ چوں شمشیر در خواہید ازو
تھی ضرورت نوحؑ کو تلوار کی

موجِ طوفاں گرد حق شمشیر او
موجِ طوفاں تیغ اُن کی بن گئی

احمدا خود کیست اسپاہِ زمیں
اے محمدؐ، کیا ہے دنیا کی سپاہ

ماہ بیں بر چرخ و بشگافش جبیں
تونے دو ٹکڑے کیا گردوں پہ ماہ

تا بداند سعد و نحس بے خبر
تاکہ سعد و نحس جانیں بے خبر

دَورِ تست ایں دَور نے دَورِ قمر
دَور تیرا ہے، نہیں دَورِ قمر

دَورِ تست آنرا کہ موسیٰؑ کلیمؑ
دَور تیرا وہ کہ موسیٰؑ کلیمؑ

آرزو می برد زیں دَورت مقیم
چاہتے تھے اس میں ہو جائیں مقیم

چونکہ موسیٰؑ رونقِ دَورِ تو دید
دیکھا موسیٰؑ نے یہ دورِ پُر بہار

کاندرو صبحِ تجلّی می دمید
جس میں تھی صبحِ تجلّی آشکار

گفت یارب ایں چہ دورِ رحمتست
بولے یارب کیا ہے یہ رحمت کا دَور

آں گذشت از رحمت اینجا روئیت
تھی وہ رحمت اس جگہ رویت ہے اور

غوطہ دِہ موسیٰؑ خود را در بحار
غوطہ دے موسیٰؑ کو اور دریا میں ڈال

از میانِ دورہٗ احمدؐ برآر
پھر اسے تو دورِ احمدؐ میں نکال

گفت یا موسیٰؑ بداں بنمودمت
آیا حکمِ حق کہ موسیٰؑ یہ سماں

راہِ آں خلوت بداں بکشودمت
اس لئے تم کو دکھایا ہے یہاں

که تو زاں دُرد دُرے دریں دُور اے کلیمؑ   یا مکش زیرا درازہست ایں گلیم

دُور ہو اُس دُرد سے تم اے کلیمؑ   کیوں سکیڑو پاؤں لمبی ہے گلیم

من کریمم ناں نمایم بندہ را   تا بگریاند طمع آں زندہ را

ہوں سخی روٹی دکھاتا ہوں تجھے   تا تو روئے طمع سے اُس کے لئے

بینی طفلے بمالد مادرے   تا شود بیدار و واجوید خورے

تاک بچے کی ذرا ملتی ہے ماں   تا غذا مانگے وہ اُٹھ کر بے گماں

کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر   واں دو پستاں می خلد از بہر در

سوتا رہتا ہے وہ بھوکا بے خبر   چھاتیوں میں دُودھ بھرتا ہے اِدھر

کُنتُ کَنزاً رَحمَۃً مَخفِیَّۃً   فَابتَعَثتُ اُمَّۃً مَّھدِیَّۃً

میں جو گنج رحمت پوشیدہ تھا   طالبان حق کا ہادی ہو گیا

ہر کراماتے کہ می جوئی بجاں   او نمودت تا طمع کردی دراں

جس کرامت کو تو ڈھونڈے جاں سے   وہ نظر آئے، تو جب خواہش کرے

چند بُت بشکست احمدؐ در جہاں   تا کہ یا رب گوئے گشتند اُمتاں

دہر میں احمدؐ نے توڑے بُت کئی   تا احد گو ہو گئے سب اُمتی

گر نبودے کوشش احمدؐ تو ہم   می پرستیدی چو اجدادت صنم

گر نہ ہوتی جد و جہد مصطفیٰؐ   تو بھی آبا کی طرح بُت پوجتا

ایں سرت وارست از سجدہ صنم   تا بدانی حقِّ او را بر اُمم

بُت کے سجدے سے ترا سر چھٹ گیا   اُمتوں پر اُن کا حق ظاہر ہوا

گر بگوئی شکرِ ایں رستن بگو   کز بُتِ باطن ہمت برہاند او

شکر کرتا ہے تو کر شکرِ خدا   بُت سے باطن کے کیا تجھ کو رہا

مر سرت را چوں رہانید از بُتاں   ہم بداں قوت تو دل را وا رہاں

سر بتوں سے تیرا فارغ کر دیا   تو بھی اُس قوت سے دل کو کر رہا

سر ز شکرِ دین ازاں برتافتی   کز پدر میراث مفتش یافتی

تو نے لیکن شکر سے پھیر اپنے سر   مفت میں پائی ہے میراثِ پدر

مردِ میراثی چہ داند قدرِ مال   رستمے جاں کند و مجاں یافت زال

ورثہ پانے والے کو کیا قدرِ مال   جان رستم کھوئے۔ پائے مفت زال

چوں بگریانم بجوشد رحمتم   آں خروشندہ بنوشد نعمتم

یوں رُلاتا ہوں کہ رحمت کھائے جوش   نعمتیں پائے مری وہ پُر خروش

گر بخواہم دادِ خود بنمائمش   چونکہ کردم بستہ دل بکشائمش

میں جو چاہوں داد اپنی دوں دِکھا   دل جو بستہ ہے اُسے کھولوں ذرا

رحمتم موقوف آں خوش گریہا ست   چوں گریست از بحرِ رحمت موج خاست

گریہ پر موقوف ہے رحمت مری   جب وہ رویا موج رحمت کی اُٹھی

تا نگرید ابر کے خندد چمن   تا نگرید طفل کے جوشد لبن

گر نہ روئے ابر کب پھولے چمن   بچے کے رونے سے ہے جوشِ لبن[1]

شیخ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ

بود شیخے دائما او وام دار   از جوانمردی کہ بود او نامدار

رہتا تھا اک شیخ دائم قرضدار   تھا جوانمردی سے اپنی نامدار

دہ ہزاراں وام کردے از مہاں   خرج کردے بر فقیرانِ جہاں

قرض لے کر دس ہزار اک وقت میں   خرچ کر دیتا فقیروں پر اُنہیں

ہم بوام او خانقاہے ساختہ   خان و مان خانقہ در باختہ

قرض لے کر اک بنائی خانقاہ   مال و اسباب اپنا سب کر کے تباہ

احمد خضرویہ بودے نامِ او   خدمتِ عشاق بودے کامِ او

احمد خضرویہ اس کا نام تھا   خدمتِ عشاق اس کا کام تھا

[1] دودھ

وام او را حق ز ہر جا میگزارد   کرد حق بہرِ خلیلؑ از ریگ آرد

قرض کرتا تھا خدا اُس کا ادا   ریت کو بہرِ خلیلؑ آٹا کیا

گفت پیغمبرؐ کہ در بازارہا   دو فرشتہ می کنند دائم ندا

ہے نبیؐ کا قول بازاروں میں جا   دو فرشتے کرتے ہیں دائم ندا

کاے خدا تو منفقاں را دہ خلف   وے خدا تو ممسکاں را دہ تلف

اے خدا تو ہر سخی کو دے خلف   اے خدا تو ممسکوں کو کر تلف

خاصہ آں منفق کہ جاں انفاق کرد   حلق خود قربانیٔ خلاق کرد

وہ سخی مخصوص، جس نے جان دی   بہرِ خلقت جس کی قربانی ہوئی

حلق پیش آورد اسمعیلؑ وار   کارد بر حلقش نیارد کرد کار

حلق رکھ دے آگے اسمٰعیلؑ وار   کیوں نہ چھریوں سے بچالے کردگار

پس شہیداں زندہ زاں رویند و خوش   تو بداں قالب بمنگر گبروش

اس طرح ہیں شاد اور زندہ شہید   مثلِ کافر ہو نہ ان میں محوِ دید!

چوں خلف داد ست شاں جانِ بقا   جانِ ایمن از غم و رنج و شقا

جوں خلف حق نے انہیں دی جان پاک   کچھ نہیں اندوہ و غم سے جس کو باک

شیخ وامی سالہا ایں کار کرد   می ستد می داد ہمچوں پایمرد

رکھتا جاری شیخ نے برسوں یہ کام   لینا دینا مثلِ مردوں کے تمام

تخمہا می کاشت تا روزِ اجل   تا بود روزِ اجل میرِ اجل

بیج بوتا تھا اجل تک بے گماں   تا ہو روزِ مرگ سردارِ جہاں

چونکہ عمرِ شیخ در آخر رسید   در وجودِ خود نشانِ مرگ دید

دن جو عمرِ شیخ کے پورے ہوئے   جسم میں آثار دیکھے موت کے

وام داراں گرد او بنشستہ جمع   شیخ در خود خوش گدازاں ہمچو شمع

قرض خواہ آکر ہوئے گرد اُس کے جمع   شیخ دل میں گھل رہا تھا مثلِ شمع

وام داراں گشتہ نومید و ترش | درد دلہا یار شد با درد خلش

ہو گئے وہ نا امید اور ترش تر | درد دل تھا اُن کو اور درد جگر

شیخ گفت ایں بدگمانان انگر | نیست حق را چار صد دینار زر

شیخ بولا بدگمانی دیکھ کر | حق نہ دے گا چار سو دینار زر

کودکے حلوا ز بیروں بانگ زد | لاف حلوا بر امید دانگ زد

طفل حلوائی نے باہر دی ندا | کوئی ہے جو مول لے حلوا مرا

شیخ اشارت کرد خادم را پسر | کہ برو آں جملہ حلوا را بخر

شیخ نے یہ اپنے خادم سے کہا | جا اور اُس سے سارا حلوا مول لا

تا غریماں چونکہ آں حلوا خورند | یک زمانے تلخ در من ننگرند

تاکہ حلوا کھائیں سارے قرض خواہ | اور نہ ڈالیں مجھ پہ تلخی سے نگاہ

در زماں خادم بروں آمد ز در | تا خرد آں جملہ حلوا زاں پسر

خادم آیا گھر سے باہر اُس گھڑی | تا خریدے اُس سے حلوا اے اخی!

گفت اورا گیں ہمہ حلوا بچند | گفت کودک نیم دینار است و اند

پوچھا اُس سے قیمت حلوا بتا | بولا لڑکا۔ نیم دینار اور سوا

گفت نے از صوفیاں افزوں مجو | نیم دینارت دہم دیگر مگو

بولا درویشوں سے اتنے لے نہ دام | نصف دینار اس کا لے لے شاد کام

او طبق بنہاد اندر پیش شیخ | تو ببیں اسرار سر اندیش شیخ

رکھ دیا وہ تھال اُس نے پیش شیخ | دیکھ تو اسرارِ رازِ اندیشِ شیخ

کرد اشارت با غریماں کیں نوال | نک تبرک خوش خورید ایں را حلال

قرض خواہوں سے اشارہ پھر کیا | ہے تبرک۔ اس کا کھانا ہے روا

پہر فرماں جملگی حلقہ زدند | خوش ہمی خوردند حلوا ہمچو قند

حکم پایا اور حلقہ باندھ کر | کھایا حلوا سب نے مانند شکر

چوں طبق خالی شد آں کودک ستد ۔ گفت دینارم بدہ اے پُرخرد
تھال خالی لے کے لڑکے نے کہا ۔ دے مجھے دینار اے مردِ خدا

شیخ گفتا از کجا آرم درم ۔ وام دارم می روم سوئے عدم
شیخ بولا میں کہاں دام و درم ۔ جاتا ہوں مقروض میں سوئے عدم

کودک از غم زد طبق را بر زمیں ۔ نالہ و گریہ برآورد و حنیں
تھال اُس لڑکے نے پٹکا خاک پر ۔ رنج سے رونے لگا وہ سر بسر

نالہ می کرد و فغان و ہائے ہائے ۔ کاے مرا بشکستہ بودے ہر دو پائے
روتا تھا۔ کہتا تھا کر کے حال غیر ۔ کاش میرے ٹوٹ جاتے دونوں پیر

کاشکے من گردِ گلخن گشتمے ۔ بر درِ ایں خانقہ نگذشتمے
کاش میں گلخن کے پھرتا آس پاس ۔ خانقہ تک بھی نہ آتا بے حواس

صوفیانِ طبل خوارِ لقمہ جُو ۔ سگ دلاں ہمچو گربہ روئے شو
پیٹ والے صوفی ہیں اور لقمہ جو ۔ سگ دل اور بلی کی صورت روئے شو[1]

از غریو کودک آنجا خیر و شر ۔ گرد آمد گشت بر کودک حشر
شور اس لڑکے کا سن کر بے طلب ۔ نیک و بد پاس اس کے آئے سب کے سب

پیشِ شیخ آمد کہ اے شیخ درشت ۔ تو یقیں داں کہ مرا استاد کشت
لڑکا یوں کہنے لگا پھر شیخ سے ۔ گر بقیں مارے گا اب مالک مجھے

گر برِ استا روم دست تہی ۔ او مرا بکشد اجازت می دہی
ہاتھ خالی جاؤں اُس کے سامنے؟ ۔ چاہتا ہے مار ڈالے وہ مجھے!

واں غریماں ہم بانکار و جحود ۔ رُو بشیخ آوردہ کایں بازی چہ بود
قرض دینے والے بھی منکر ہوگئے ۔ شیخ سے بولے کہ یہ کیا کھیل تھے؟

مال ما خوردی مظالم می بری ۔ از چہ بود ایں ظلمِ دیگر بر سری
مال کھایا اور ستم ہم پر کیا ۔ دوسروں پر ظلم کیوں رکھا روا

[1] منہ دھونے والے۔

تا نمازِ دیگر آں کودک گریست — شیخ دیدہ بست و بر وے ننگریست
عصر تک لڑکا یونہی رو یا کیا — شیخ بند آنکھیں کئے سو یا کیا

شیخ فارغ از جفا و از خلاف — در کشیدہ روے چوں مہ در لحاف
وہ تھا فارغ کیا جفا کیسا خلاف — چاند کی مانند تھا زیرِ لحاف

با اجل خوش با ازل خوش شاد کام — فارغ از تشنیع و گفتِ خاص و عام
خوش اجل سے اور ازل سے شاد کام — تھی نہ فکرِ طعنہ ہائے خاص و عام

آنکہ جاں در روئے او خندد چو قند — از ترش روئی خلقش چہ گزند
جس کے چہرے پر ہنسے جاں مثل قند — اُس کو ترشی جہاں سے کیا گزند

آنکہ جاں بوسہ دہد بر چشمِ او — کے خورد غم از فلک وز خشمِ او
جس کی روشن آنکھ پر جاں بوسہ دے — آسماں کے غصّے سے کیا ڈر اُسے

در شبِ مہتاب مہ را بر سماک — از سگاں و عوعوِ ایشاں چہ باک
چاند جب ہو چاندنی میں چرخ پر — کتّوں کی بھوں بھوں سے اُس کو کیا خطر

سگ وظیفہ خود بجا می آورد — مہ وظیفہ خود برخ می گسترد
سگ وظیفہ اپنا لاتا ہے بجا — چاند اپنا فرض کرتا ہے ادا

کارِ ک خود می گزارد ہر کسے — آب نگزارد صفا بہرِ خسے
اپنے اپنے کام میں سب ہیں لگے — پانی بہرِ خس صفا کیوں چھوڑ دے؟

خس خسانہ می رود بر روئے آب — آب صافی می رود بے اضطراب
پانی پر کھاتا ہے گو ٹرا پیچ و تاب — صاف پانی جاتا ہے بے اضطراب

مصطفیٰ مہ می شگافد نیم شب — ژاژ می خاید ز کینہ بولہب
چاند شق کرتے ہیں احمدؐ نصف شب — کرتا ہے بے ہودہ گوئی بولہب

آں مسیحا مردہ زندہ می کند — واں جہود از خشم سبلت می کند
مُردے کو دیتے ہیں عیسیٰؑ ہست و بود — نوچتا ہے غصّے سے مونچھیں یہود

بانگِ سگ ہرگز رسد در گوشِ ماہ — خاصہ ماہے کو بود خاصِ الٰہ
کب سنے آواز سگ کی گوشِ ماہ — چاند بھی کیسا جو ہو خاصِ آلہ
مے خورد شہ بر لبِ جُو تا سحر — در سماع از بانگِ چغزاں بے خبر
شہ لبِ جُو مستِ مے ہے تا سحر — اور صدا سے مینڈکوں کی بے خبر
ہم شدے توزیع کودک دانگِ چند — ہمتِ شیخ آں سخا را کرد بند
ملتے بچے کو اگرچہ دام چند — شیخ کی ہمت نے کر دی راہ بند
تا کسے ندہد بکودک ہیچ چیز — قوتِ پیراں ازاں بیش است نیز
تا کہ لڑکے کو کوئی کچھ بھی نہ دے — پیر ہیں قوت بہت ہے دیکھ لے
شد نمازِ دیگر آمد خادمے — یک طبق بر سر ز پیشِ حاتمے
عصر کے وقت آیا خادم دور سے — گھر سے حاتم کے طبق سر پر رکھے
صاحبِ مالے و حالے پیشِ پیر — ہدیہ بفرستاد کز وے بُد خبیر
پیر کو اس نے جو تھا خود کانِ زر — ہدیہ بھیجا۔ اس کو تھی گویا خبر
چار صد دینار بر گوشۂ طبق — نیم دینارِ دگر اندر ورق
تھے طبق میں چار سو دینار بھی — نصف دینار اک ورق میں اے اخی!
خادم آمد شیخ را اکرام کرد — واں طبق بنہاد پیشِ شیخ فرد
خادم آیا شیخ کو ہدیہ دیا — سامنے اس کے طبق لا کر رکھا
چوں طبق پوش از طبق برداشت او — خلق دیدند آں کرامت را ازو
جب طبق پوش اس نے کر ڈالا جدا — سب نے دیکھی وہ کرامت برملا
آہ و افغاں از ہمہ برداشت دود — کاے سرِ شیخان و شاہاں ایں چہ بود
آہ کر کے سب نے پوچھا برملا — سرگروہِ شیخ و سلطاں! یہ تھا کیا؟
ایں چہ سر ست ایں چہ سلطانی ست باز — اے خداوندِ خداوندانِ راز
یہ ہے کیا بھید اور سلطانی ہے کیا؟ — صاحبانِ راز کے اے پیشوا!

ماندانستیم مارا عفو کن	بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن
ہم نہ سمجھے تھے ہمیں کر دے معاف	تھے پراگندہ سخن از راہِ لاف
ما کہ کورانہ عصاہا می زنیم	لاجرم قندیلہا را بشکنیم
مارتے ہیں ہم جو کورانہ عصا	توڑ بیٹھے قندیلوں کو بھی برملا
ما چو کرّاں ناشنیدہ یک خطاب	ہرزہ گویاں از قیاسِ خود جواب
ہم تھے بہرے سُن نہ سکتے تھے خطاب	دیتے تھے اپنے قیاسوں سے جواب
ما ز موسیٰ[۱] پند نگرفتیم کو	گشت از انکارِ خضر او زرد رو
ہم نے موسیٰ سے نہ حاصل پند کی	خضر کے انکار سے تھی برہمی
با چناں چشمے کہ بالا می شتافت	نورِ چشمش آسماں را می شگافت
ایسی آنکھوں سے جو تھیں بالا نشاں	نور جن کا پھاڑتا تھا آسماں
کردہ با چشمت تعصّب موسیا	از حماقت چشمِ موشِ آسیا
تیری آنکھوں سے تعصّب کیوں کیا	تھا یہ نقصِ چشمِ موشِ آسیا
شیخ فرمود آں ہمہ گفتار و قال	من بحل کردم شمارا آں جدال
شیخ بولا ہیں وہ سب گفتار و قال	عفو کرتا ہوں جو کی تم نے جدال
سِرّ آں ایں بود کز حق خواستم	لاجرم بنمود راہِ راستم
بھید یہ تھا ہیں نے جب مانگی دعا	حق نے سیدھی راہ دی مجھ کو دکھا
گفت ایں دینار اگرچہ اندک ست	لیک موقوفِ غریوِ کودک است
بولا گو دینار کا کم ہے شمار	لڑکے کے رونے پہ ہے سارا مدار
تا نگرید کودکِ حلوا فروش	بحرِ بخشایش نمی آید بجوش
روئے گا جب تک نہ وہ حلوا فروش	بحرِ رحمت ہیں نہیں آئے گا جوش

[۱] اپنی ذات سے مراد ہے ۔

اے برادر طفلِ طفلِ چشم تست
کامِ خود موقوف زاریِ آں نخست

جان بھائی! طفل، طفلِ چشم کو
کامیابی رونے سے ہوتی ہے۔ رو

کامِ تو موقوف زاریِ دل است
بے تضرع کامیابی مشکل است

دل کے رونے سے بنیں گے تیرے کام
کام بے زاری نہ پائیں انصرام

گر ہمی خواہی کہ مشکل حل شود
خارِ محرومی بہ گل مبدل شود

چاہتا ہے گر ہو مشکل حل تری
خارِ محرومی بنے گل دائمی ۲۲

گر ہمی خواہی کہ آں خلعت رسد
پس بگریاں طفلِ دیدہ بر جسد

چاہتا ہے نعمت خلعت اگر
طفلِ دیدہ کو رُلا دے جسم پر

ایک شخص کا زاہد کو ڈرانا

زاہدے را گفت یارے در عمل
کم گری تا چشم را ناید خلل

یوں دیا اک دوست نے زاہد کو دم
گریہ کم کر تا نہ بینائی ہو کم

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال
چشم بیند یا نہ بیند آں جمال

بولا زاہد صرف دو ہوتے ہیں حال
آنکھ دیکھے یا نہ دیکھے وہ جمال

گر ببیند نورِ حق خود چہ غمست
در وصالِ حق دو دیدہ چہ کمست

نورِ حق دیکھیں تو پھر کیا رنج و غم
وصلِ حق کے سامنے آنکھیں ہیں کم

ور نخواہد دید حق را گو برو
اینچنیں چشمِ شقی گو کور شو

اور اگر حق کو نہ دیکھیں برملا
کور ہونا ایسی آنکھوں کا بھلا

غم مخور از دیدگاں عیسیٰ تراست
چپ مرو تا بخشدت دو چشم راست

تیرا عیسیٰ ہے۔ نہ کر غم آنکھ کا
آنکھیں بخشے گا تجھے۔ بڑھا نہ جا

عیسیٰ روح تو با تو حاضر است
نصرت از وے خواہ کو خوش ناصر است

حاضرِ خدمت ہے عیسیٰؑ روح کا
لے مدد اُس سے جو ہے ناصر بڑا

لیک پیکارِ تنِ پُر استخواں
بر دلِ عیسیٰؑ منہ تو ہر زماں
ہاں مگر جنگِ تنِ پُر استخواں
رکھ نہ تو عیسیٰؑ کے دل پر ہر زماں

ہمچو آں ابلہ کہ اندر داستاں
ذکرِ او کردیم بہرِ راستاں
مثل اُس احمق کے جس کی داستاں
کر چکے ہیں ہم ابھی اوپر بیاں

زندگیِ تن مجو از عیسیٰیت
کامِ فرعونی مخواہ از موسیٰیت
زندگی جسم عیسیٰؑ سے نہ مانگ
مقصدِ فرعون، موسیٰؑ سے نہ مانگ

بر دلِ خود کم نہ اندیشہ معاش
عیش کم ناید تو بر درگاہ باش
دے نہ تو روزی کی دل کو زحمتیں
کم نہیں تجھے عیش، رہ دربار میں

ایں بدن خرگاہ آمد روح را
یا مثالِ کشتیٔ مر نوحؑ را
روح کا خیمہ ہے یہ تیرا بدن
جیسے کشتی نوحؑ کی تھی، جانِ من!

ترک چوں باشد بیابد خرگہے
خاصہ چوں باشد عزیزِ درگہے
خیمہ سرداروں کو دیتا ہے پناہ
خاص کر جب ہوں عزیزِ بارگاہ

ہڈیوں کا حضرت عیسیٰؑ کی دعا سے زندہ ہونا

چونکہ عیسیٰؑ دید کاں ابلہ رفیق
جز کہ استیزہ نمی داند طریق
دیکھا جب عیسیٰؑ نے وہ ناداں رفیق
جانتا ہے صرف لڑنے کا طریق

می نگیرد پند را از ابلہی
بخل می پندارد او از گمرہی
بے وقوفی سے نہیں کچھ مانتا
گمرہی سے بخل ہے وہ جانتا

خواند عیسیٰؑ نامِ حق بر استخواں
از برائے التماسِ آں جواں
ہڈیوں پر پڑھ دیا نامِ خدا
اس جواں نے جیسی کی تھی التجا

حکمِ یزداں از پئے آں خام مرد
صورتِ آں استخواں را زندہ کرد
حکم خالق نے بھی پاس اُس کا کیا
ہڈیوں کو یعنی زندہ کر دیا

از میاں بر جست یک شیرِ سیاہ — پنجہ بر زد کرد نقشش را تباہ
درمیاں سے شیر ایک اُچھلا سیاہ — پنجہ مارا۔ کر دیا اُس کو تباہ

کلّہ اش بر کند و مغزش ریخت زود — ہمچو جوزے کاندرو مغزے نبود
کلہ پھاڑا، اور توڑا مغز کو — جس طرح بے مغز اک اخروٹ ہو

گر ورا مغزے بُدے زاشکستنش — خود نبودے نقص الّا بر تنش
مغز اگر ہوتا تو اُس کا ٹوٹنا — جسم ہی کو نقص پہنچاتا ذرا

گفت عیسیٰ چوں شتابش کو فتی — گفت زاں رو کہ تو زو آشوفتی
پوچھا جب عیسیٰ نے کیوں جاں اسکی لی — شیر بولا، تجھے پریشاں آپ ہی

گفت عیسیٰ چوں نخوردی خونِ مرد — گفت در قسمت نبودم رزق خورد
پوچھا عیسیٰ نے نہ کھایا خون کیوں — بولا قسمت میں کہاں تھا رزق یوں

اے بسا کس ہمچو آں شیرِ ژیاں — صیدِ خود ناخوردہ رفتہ از جہاں
سیکڑوں اس شیر کی مانند یار — چل دئے دنیا سے بے کھائے شکار

قسمتش کاہے و حرصش چو کوہ — تا موجّہ کرد تحصیلِ وجوہ
حرص کہ تھی، کاہ قسمت میں نہ تھا — بے سبب تھا ڈھونڈنا اسباب کا

جمع کردہ مال و رفتہ سوئے گور — دشمناں در ماتم او کردہ سور
جمع کر کے مال مدفن میں گئے — دشمن اُن کے سوگ میں سب خوش ہوئے

اے میسّر کردہ بر ما در جہاں — سخرہ و بیکار از ما وارہاں
تو نے سب کچھ ہم پہ آساں کر دیا — اب چھڑا بیگار سے بھی اے خدا!

طعمہ بنمودہ بما واں بودہ شست — آنچناں بنما بما آں را کہ ہست
دانہ ہم سمجھے تھے اور وہ شست تھی — جیسی جو شے ہو دکھا دے ویسی ہی[1]

[1] اللّٰھمّ ارنا الاشیاء کما ھی۔ اے اللہ ہمیں چیزوں کو ویسا ہی دکھا جیسی کہ وہ ہیں ٭

گفت آں شیر اے مسیحا آں شکار	بود خالص از برائے اعتبار
شیر بولا اے مسیحا یہ شکار	خالصاً تھا از برائے اعتبار
گر مرا روزی بُدے اندر جہاں	خود چکار ستے مرا با مُردگاں
رزق دنیا میں اگر ہوتا مرا	کیوں مجھے مُردوں سے ہوتا واسطا
ایں سزائے آنکہ یابد آب صاف	ہمچو خر در جُو بمیرد از گزاف
تھی سزا اس کی کہ پائے آب صاف	خر مرے ندی میں جیسے با گزاف
گر بداند قیمتِ آں جوئے خر	او بجائے پا نہد در جوئے سر
قدر ندی کی اگر وہ جانتا	پاؤں کیا سر اُس میں رکھتا جا بجا
او بیابد آں چناں پیغمبرے	میر آبے زندگانی پرورے
جب وہ پائے ویسے پیغمبر کو جو	زندگی پرور ہوا میر آب ہو
چوں نمیرد پیش او کز امرِ کُن	اے امیر آب مارا زندہ کن
امرِ کُن سے کیوں نہ پھر مر کر جیے	اے امیرِ آب زندہ کر مجھے
ہیں سگِ نفسِ ترا زندہ مخواہ	کو عدوِ جانِ تست از دیرگاہ
نفس کے کتے کو تو زندہ نہ کر	یہ ہے تیرا دشمنِ جاں سر بسر
خاک بر سر استخوانے را کہ آں	مانع ایں سگ بود از صیدِ جاں
خاک ایسی ہڈیوں پر جو ڈریں	منع صیدِ جاں سے کتے کو کریں
سگ نۂ بر استخواں چوں عاشقی	دیو چہ وار از چہ بر خوں عاشقی
سگ نہیں پھر ہڈیوں پر کیوں گرا	جونک بن کر خون پر کیوں ہے فدا
آں چہ چشم است آنکہ بینائیش نیست	ز امتحانہا جز کہ رسوائیش نیست
آنکھ وہ کیا جس میں بینائی نہیں	امتحاں میں غیرِ رسوائی نہیں
سہو باشد ظنہا را گاہ گاہ	ایں چہ ظن است اینکہ کور آمد ز راہ
سہو بھی ہوتا ہے ظن میں گاہ گاہ	ظن یہ کیسا ہے کہ تو ہے کورِ راہ

۱؎ عبرت ۔ ۲؎ گھمنڈ ہے ۔ گدھے پن سے ✲

کردۂ بر دیگراں نوحہ گری
مدتے بنشین و بر خود می گری

دوسروں پر تو رہا ہے نوحہ گر
مدتوں رو اپنے اوپر بیٹھ کر

ز ابر گریاں شاخ سبز و تر شود
زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود

شاخ تر کرتا ہے رونا ابر کا
شمع روتی ہے تو بڑھتی ہے ضیا

ہر کجا نوحہ کنند آں جا نشیں
زانکہ تو اولی تری اندر حنیں

بیٹھ اس جا جس جگہ زاری کریں
کیونکہ اولیٰ تر ہے تو فریاد میں

زانکہ ایشاں در فراق فانی اند
غافل از لعل بقائے کانی اند

کیونکہ وہ روتے ہیں فانی کے لئے
بے خبر لعل بقا کی کان سے

زانکہ بر دل نقش تقلید است بند
رو بآب چشم بندش را برند

بند ہے تقلید کا دل پر کمال
بند اس کا آنسوؤں سے ربت ڈال

زانکہ تقلید آفت ہر نیکوئیست
کہ بود تقلید گر کوہ قویست

یہ ہے تقلید آفت ہر نیکوئی
کوہ اگر تقلید ہو ہے کاہ ہی

گر ضریرے لمترست و تیز خشم
گوشت پارہ اش داں کہ او را نیست چشم

جو ہو نابینا، قوی اور اہل کیں
گوشت کا ٹکڑا ہے جب آنکھیں نہیں

گر سخن گوید ز مو باریک تر
آں سرش را زاں سخن نبود خبر

بات اس کی بال سے باریک تر
اور اس کے بھید سے ہے بے خبر

مستیے دارد ز گفت خود ولیک
از بروئے تا بمے راہیست نیک

مست اپنی گفتگو سے ہے یونہی
مے سے لیکن دور ہے وہ اے اخی!

ہمچو جو یست او نہ آبے می خورد
آب از و بر آب خوراں بگذرد

مثل ندی کے نہیں وہ کامیاب
پینے والوں کو دیا کرتا ہے آب

آب در جو زاں نمی گیرد قرار
زانکہ آں جو نیست تشنہ و آبخوار

پانی ندی میں ٹھہرتا ہے کہیں؟
کیونکہ ندی پانی کی تشنہ نہیں

ہمچو نائے نالہ و زاری کند لیک بیکاری خریداری کند
مثلِ نے گو نالہ و زاری کرے اس کی بے کاری خریداری کرے

نوحہ گر باشد مقلّد در حدیث جز طمع نبود مرادِ آں خبیث
نوحہ گر کرتا ہے تقلیدِ کلام طمع ہے صرف اُس کا اِک مقصودِ خام

نوحہ گر گوید حدیثِ سوزناک لیک کو سوزِ دل و دامانِ چاک
نوحہ گر کرتا ہے باتیں سوزناک پر کہاں سوزِ دل و دامانِ چاک

از مقلّد تا محقق فرقہاست کایں چو داؤد است و آں دیگر صداست
یہ مقلد اور محقق ہیں جدا یہ جو ہے داؤد تو وہ ہے صدا

منبعِ گفتارِ ایں سوزے بود واں مقلّد کہنہ آموزے بود
اس کی باتوں کی حقیقت سوز ہے اور مقلّد کہنگی آموز ہے

ہیں مشو غرہ بداں گفتِ حزیں بار بر گاو است و بر گردوں حنیں
اُس کی تو پُر سوز باتوں پر نہ جا بوجھ کھینچے بیل - وہ مجھو رکا

ہم مقلّد نیست محروم از ثواب نوحہ گر را مزد باشد در حساب
ہاں مقلد کو بھی ملتا ہے ثواب نوحہ کی اجرت ملے روزِ حساب

کافر و مومن خدا گویند لیک درمیانِ ہر دو فرقے ہست نیک
کافر و مومن کہیں دونوں خدا فرق ہے دونوں میں لیکن بر ملا

آں گدا گوید خدا از بہرِ ناں متقی گوید خدا از عینِ جاں
نام حق کا لے گدا گر بہرِ ناں متقی کہتا ہے ہو کر عینِ جاں

اللہ اللہ می زنی از بہرِ ناں بے طمع بنشیں آ و اللہ را بخواں
بہرِ ناں ہے اللہ اللہ بار بار ہو کے تو بے طمع پھر اُس کو پکار

گر بدانستے گدا از گفتِ خویش پیشِ چشمِ او نہ کم ماندے نہ بیش
گر گدا اس بول سے ہو باخبر بیش و کم پر پھر نہ ہو اس کی نظر

سالہا گوید خدا آں نانخواہ ۔۔۔ ہمچو خر مصحف کشد از بہرِ کاہ
تو نام حمد اے نان خواہ ۔۔۔ جیسے خر قرآں اُٹھائے بہرِ کاہ[1]

اگر بدل در تافتے گفتِ لبش ۔۔۔ ذرّہ ذرّہ گشتہ بودے قالبش
گر جمکتا دل میں ہونٹوں کا کلام ۔۔۔ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا پھر قالب تمام

نامِ دیوے رہ برد در ساحری ۔۔۔ تو بنامِ حق پشیزے می بری
نامِ شیطاں سحر میں کرتا ہے کام ۔۔۔ واسطے کوڑی کے تو لے حق کا نام!

ایک دہقان کا دھوکے سے شیر کو گائے سمجھنا

روستائے گاو در آخُر ببست ۔۔۔ شیر گاوش خورد و برجائش نشست
گائے اک دہقاں نے باندھی تھی جہاں ۔۔۔ کھا گیا شیر اس کو اور بیٹھا وہاں

روستائے شد در آخُر سوئے گاو ۔۔۔ گاو را می جست شب آں کنجکاو
پہنچا دہقاں تھان پر اور گائے کو ۔۔۔ ڈھونڈا تاریکی میں شب کی دوستو

دست می مالید بر اعضائے شیر ۔۔۔ پشت و پہلو گاہ بالا گاہ زیر
شیر کے اعضا پہ اس نے پھیرے ہاتھ ۔۔۔ نیچے اوپر، پشت و پہلو ساتھ ساتھ

گفت شیر ار روشنی افزوں شدے ۔۔۔ زہرہ اش بدریدے و دل خوں شدے
شیر بولا گر اُجالا ہو سوا ۔۔۔ پتّہ پھٹ جائے، ہو دل خوں بر ملا

اینچنیں گستاخ زاں می خاردم ۔۔۔ کو دریں شب گاو می پنداردم
کرتا ہے مالش جو یہ ناداں مری ۔۔۔ گائے مجھ کو جانتا ہے واقعی

حق ہمی گوید کہ اے مغرورِ کور ۔۔۔ نے ز نامم پارہ پارہ گشت طور
حق یہ کہتا ہے کہ اے مغرور کور ۔۔۔ کیا نہ میرے نام سے لرزاں تھا طور؟

[1] کاہ ۔ گھاس ۔ چارہ ✣

کہ لو انزلنا کتابا للجبل — لانصدع ثم انقطع ثم ارتحل

کوہ پر قرآں جو دیتا ہیں آثار — ٹکڑے ہونا اور فنا بے اختیار

ازمن ار کوہِ احد واقف بُدے — پارہ گشتے ودلش پُرخوں شدے

بانا گر کوہِ احد بیر انشاں — ٹکڑے ہونا اُس کا دل ور خوں چکاں

از پدر وز مادر ایں بشنیدۂ — لاجرم غافل دریں پیچیدۂ

تو نے ہے ماں باپ سے ایسا سُنا — اس لئے تو اس میں ہے اُلجھا ہُوا

گر تو بے تقلید ازو واقف شوی — بے نشاں بے جا چو ہاتف شوی

گر تو بے تقلید واقف اُس سے ہو — بے نشاں ہو مثلِ ہاتف سوچ تو

بشنو ایں قصہ پئے تہدید را — تا بدانی آفتِ تقلید را

اور اک قصہ پئے تہدید سُن — اور مآلِ آفتِ تقلید سُن

صوفیوں کا ایک مسافر صوفی کے چوپائے کو بیچ ڈالنا

صوفئے در خانقاہ از رہ رسید — مرکبِ خود برد و در آخر کشید

صوفی آیا خانقہ میں دُور سے — تھان پر اپنی سواری باندھ کے

آبکش داد و علف از دستِ خویش — نے چو آں صوفی کہ ما گفتیم پیش

چارہ پانی ہاتھ سے اپنے دیا — پہلے صوفی کی طرح ناداں نہ تھا

احتیاطش کرد از سہو و خباط — چوں قضا آید چہ سود از احتیاط

سہو سے غفلت سے کر لی احتیاط — جب قضا آئے تو کیسی احتیاط

لہ قولہ تعالیٰ عزّ و جل: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ اگر ہم اِس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اُس پہاڑ کو تو خوفِ خدا سے خوف زدہ اور پھٹا ہُوا دیکھتا۔

صوفیاں درویش بودند و فقیر — کاد فقران یکن کفراً کبیر[لہ]

صوفی وہ درویش تھے سب اور فقیر — فقر ہوتا ہے کبھی کفر کبیر

اے توانگر تو کہ سیری ہیں مخند — بر کژیٔ آں فقیر دردمند

سیر ہے منعم! تو یوں خندہ نہ کر — اُس فقیر دردمند و زار پر

از سر تقصیر آں صوفی رمہ — خر فروشی در گرفتند آں ہمہ

صوفیوں نے کی بڑی اک یہ خطا — سب نے مل کر بیچ ڈالا وہ گدھا

گر ضرورت ہست مردارے مباح — بس فسادے کز ضرورت شد صلاح

ہے ضرورت میں روا مردار بھی — نیک اس حالت میں ہیں باتیں بُری

ہم در آں دم آں خرک بفروختند — لوت آوردند و شمع افروختند

اُس گدھے کو بیچ کر وہ اُس گھڑی — کھانا لائے اور روشن شمع کی

ولولہ افتاد اندر خانقہ — کامشباں لوت و سماع است و ولہ

خانقہ میں شور سا برپا ہُوا — آج کھانا اور گانا ہے بڑا

چند ازیں صبر و ازیں سہ روزہ چند — چند ازیں زنبیل و ایں دریوزہ چند

صبر کیسا، فکر کیا سہ روز کی — کس کی زنبیل اور دریوزہ گری

ما ہم از خلقیم جاں داریم ما — دولت امشب میہماں داریم ما

ہم بھی ہیں مخلوق اور رکھتے ہیں جان — آج ہے دولت ہماری میہمان

تخم باطل را ازاں می کاشتند — کانکہ آں جاں نیست جاں پنداشتند

تخم باطل اس لئے تھے بو رہے — نیستی کو جان تھے سمجھے ہوئے

واں مسافر نیز از راہ دراز — خستہ بود و دید آں اقبال و ناز

وہ مسافر دُور کا آیا ہُوا — خستہ تھا۔ دیکھا یہاں ساماں نیا

لہ حدیث نبوی صلعم: یکاد الفقران یکون کفراً - یعنی قریب ہے کہ فقر کفر ہو جائے۔

صوفیانش یک بیک بنواختند | نردِ خدمتہاش خوش می باختند

صوفیوں نے بے نوازش اُس پہ کی | اُس کی خدمت اپنے ذمے سب نے لی

آں یکے پایش ہمی مالید و دست | واں یکے پرسیدش از جائے نشست

دست و پا ملتا تھا کوئی شوق سے | کوئی کہتا تھا، یہاں آ بیٹھیے

واں یکے افشاند گرد از رختِ او | واں یکے بوسید دستش را و رو

ایک نے اسباب رکھا جھاڑ کر | ایک نے بوسہ دیا رخسار پر

گفت چوں میدید میلاں شاں بوے | گر طرب امشب نخواہم کرد کے

بولا وہ مائل ہر اک کو دیکھ کے | آج ساری رات خوشیوں میں کٹے

لوت خوردند و سماع آغاز کرد | خانقہ تا سقف شد پُر دُود و گرد

کھانا کھا کر باندھا گانے کا سماں | خانقہ کی چھت پہ تھی خاک اور دھواں[1]

دودِ مطبخ گردِ آں پا کوفتن | ز اشتیاق و وجدِ جاں آشوفتن

کودنے کی گرد، کھانے کا دھواں | اشتیاق و وجد سے تھا بیگماں

گاہ دست افشاں قدم می کوفتند | گہ بسجدہ صُفّہ را می روفتند

ہاتھ پھیلا کر کبھی وہ کودتے | سجدوں میں گہ فرش پر وہ لوٹتے

دیر یابد صوفی آز از روزگار | زاں سبب صوفی بود بسیار خوار

حرص کو پاتا ہے صوفی دیر سے | پیٹ بھر کر کھاتا ہے وہ اس لئے

جز مگر آں صوفیئے کز نورِ حق | سیر خورد او فارغست از ننگِ دق

صرف اُس صوفیِ صافی کے سوا | ننگ اور طعنوں سے جو فارغ ہوا

از ہزاراں اندکے زیں صوفیند | باقیاں در دولتِ او می زیند

ایسے صوفی ہیں ہزاروں میں بھی چند | باقی اُن کی وجہ سے ہیں بہرہ مند

[1] یعنی اُن کے رقص سے خانقہ کی چھت تک خاک اُڑی اور کھانا پکنے کا دھواں چھت پر پہنچا ۔

چوں سماع آمد ز اوّل تا کراں	مطرب آغازید یک ضرب گراں
حال آیا سب کو جس دم بے گماں	پھر لگائی ڈوم نے ضرب گراں
خر برفت و خر برفت آغاز کرد	زیں حرارت جملہ را انباز کرد
خر گیا۔ وہ خر گیا ۔ وہ خر گیا	کیف سب کو اس حرارت[۱] سے ہُوا
زیں حرارت پائے کوباں تا سحر	کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
تا سحر نغمہ یہی ہوتا رہا	کہتے تھے سب خر گیا۔ وہ خر گیا
از رہِ تقلید آں صوفی ہمیں	خر برفت آغاز کرد اندر چنیں
از رہِ تقلید اُس صوفی نے بھی	"خر گیا" کی راگنی سی چھیڑ دی
چوں گذشت آں نوش و جوش و آں سماع	روز گشت و جملہ گفتند الوداع
جب مٹا وہ جوش و نوش اور وہ سماع	دن چڑھا۔ کہنے لگے سب الوداع
خانقہ خالی شد و صوفی بماند	گرد از رختِ مسافر می فشاند
خانقہ میں حضرت صوفی رہ گیا	اپنے اسباب سفر کو جھاڑنا
رخت از حجرہ برون آورد او	تا بخر بر بندد آں ہمراہ جو
لایا وہ سامان باہر حجرے سے	تا گدھے پر رکھ کے اُن سے جا ملے
تا رسد در ہمرہاں او می شتافت	رفت در آخر خرِ خود را نیافت
ساتھیوں کی سمت وہ دوڑا گیا	تھان پر پہنچا تو غائب تھا گدھا
گفت آں خادم بآبش بُردہ است	زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
سوچا نوکر لے گیا شاید نہ ہو	اُس نے کم پانی پیا تھا رات کو
خادم آمد گفت صوفی خر کجاست	گفت خادم ریش بیں جنگے بخاست
خادم آیا۔ پوچھا کس جا ہے گدھا	بولا۔ ڈاڑھی دیکھ، اور لڑنے لگا

۱؎ حرارت اُس ترانے کو کہتے ہیں جسے چند آدمی مل کر اور ہم آواز ہو کر گاتے ہیں۔

گفت خر را من بتو بسپردہ ام — من ترا بر خر موکل کردہ ام
بولا وہ خر، تجھ کو سونپا تھا یہاں — تو موکل خر کا تھا اے نوجواں

بحث با توجیہ کن حجت میار — وانچہ من بسپردمت واپس سپار
بحث کر توجیہ سے حجت نہ کر — میں نے جو تجھ کو دیا تھا۔ لا ادھر

از تو خواہم آنچہ آوردم بتو — باز دہ آنچہ کہ بسپردم بتو
جو دیا تھا تجھ سے۔ وہ ہوں مانگتا — کر دے واپس جو تجھے میں نے دیا

گفت پیغمبر کہ دستت آنچہ برد[1] — بایدش در عاقبت واپس سپرد
قول پیغمبر ہے، جو کچھ کوئی لے — واپس آخر میں وہ کرنا چاہئے

ورنہ از سرکشی راضی نہ ای — تک من و تو خانۂ قاضی دیں
سرکشی سے تو اگر راضی نہیں — میں ہوں تو ہے اور ہے قاضی دیں

گفت من مغلوب بودم صوفیاں — حملہ آوردند و بودم بیم جاں
بولا میں مغلوب تھا، صوفی تمام — حملہ کر کے لے گئے، اے نیک نام

تو جگر بندی میان گربگاں — اندر اندازی و جوئی زاں نشاں
بلیوں میں تو کلیجہ ڈال کر — ڈھونڈتا ہے پھر اسے اے بے خبر

درمیان صد گرسنہ گردۂ — پیش صد سگ گربۂ پژمردۂ
ایک روٹی اور سو بھوکوں کے پاس — ایک مریل بلی سو کتوں کے پاس

گفت گیرم کز تو ظلما بستدند — قاصد جان من مسکیں شدند
بولا صوفی، ظلم سے گو لے گئے — میری مسکیں جاں کے طالب ہوئے

تو نیائی و نگوئی مر مرا — کہ خرت را می برند اے بینوا
تونے کیوں آ کر نہ یہ مجھ سے کہا — لے گئے وہ لے گئے تیرا گدھا

؎۱ حدیث نبوی صلعم: الامانۃ مؤداۃ۔ یعنی امانت واپس کر دینی چاہئے۔

تا خراز ہر کہ بردمن وا خرم ۔۔۔ ورنہ تو زیشے کنند ایشاں زرم
مول لے لیتا میں اُن سے پھر گدھا ۔۔۔ دام دیتے ورنہ سب جو مانگتا

صد تدارک بود چوں حاضر بدند ۔۔۔ این زماں ہر یک باقلیمے شدند
سو تدارک تھے جو وہ سب یہاں ۔۔۔ اب کہاں ہے کوئی اور کوئی کہاں

من کرا گیرم کراقاضی برم ۔۔۔ ایں قضا خود از تو آمد بر سرم
اب کسے میں لے چلوں قاضی کے پاس ۔۔۔ تو یہ لایا موت مرید بے حواس

چوں نیائی و نگوئی اے غریب ۔۔۔ پیش آمد ایں چنیں ظلم مہیب
تو نہ آیا اور نہ کچھ مجھ سے کہا ۔۔۔ اس لئے پیش آگئی ایسی بلا

گفت واللہ آمدم من بارہا ۔۔۔ تا ترا واقف کنم زیں کارہا
بولا واللہ میں تو آیا بارہا ۔۔۔ تاکہ تجھ سے کہ دوں سارا ماجرا

تو ہمی گفتی کہ خر رفت اے پسر ۔۔۔ از ہمہ گویندگاں باذوق تر
کہ رہا تھا تو مگر ۔ وہ خر گیا ۔۔۔ ذوق تیرا سب سے کچھ بڑھ چڑھ کے تھا

باز می گشتم کہ او خود واقف است ۔۔۔ زیں قضا راضی ست مردِ عارفست
میں یہ سمجھا اس سے خود واقف ہے تو ۔۔۔ ہر طرح راضی ہے اور عارف ہے تو

گفت آں را جملہ می گفتند خوش ۔۔۔ مر مرا ہم ذوق آمد گفتنش
بولا صوفی سب یہی تھے کہ رہے ۔۔۔ میں بھی یہ کہتا تھا۔ اُن کو دیکھ کے

مر مرا تقلیدِ شاں بر باد داد ۔۔۔ کہ دو صد لعنت بریں تقلید باد
کردیا تقلید نے برباد آہ ۔۔۔ لعنتیں تقلید پر ہا فریاد آہ

خاصہ تقلیدِ چنیں بے حاصلاں ۔۔۔ کآبرو را ریختند از بہرِ ناں
خاص کر تقلیدِ دُون و کینہ جو ہا ۔۔۔ روٹی پر بیچی جنہوں نے آبرو

عکسِ ذوقِ آں جماعت می زدے ۔۔۔ ویں دلم زاں عکس ذوقیں می شدے
عکس تھا یہ صوفیوں کے ذوق کا ۔۔۔ میرے دل میں ذوق پیدا ہوگیا

عکس چنداں باید از یاران خوش | کہ شوی از بحر بے عکس آب کش
عکس یاروں کا بس اتنا چاہئے | پانی پی لے قلزم بے عکس سے

عکس کاول زد تو آں تقلید داں | چوں پیاپے شد شود تحقیق آں
عکس جو پہلے پڑے۔ تقلید جان | جب تواتر ہو تو پھر تحقیق مان

تا نشد تحقیق از یاراں مبر | از صدف مگسل نگشتہ قطرہ دُر
چھوڑنا نہیں پہلے نہ تو تحقیق سے | دُر نہ ہو قطرہ تو سیپی سے نہ لے

صاف خواہی چشم عقل و سمع را | بر دراں تو پردہائے طمع را
صاف چاہیے چشم عقل و سمع کو | تو اٹھا دے پردہ ہائے طمع کو

زانکہ آں تقلید صوفی از طمع | عقل او بربست از نور لمع
طمع نے صوفی کو اس تقلید سے | عقل کو روکا ہے نور دید سے

زانکہ صوفی را طمع بردش زراہ | ماند در خسران و کارش شد تباہ
کیونکہ صوفی طمع سے گمراہ ہے | سخت نقصاں میں وہ غیر آگاہ ہے

طمع لوت و طمع آں ذوق و سماع | مانع آمد عقل او را ز اطلاع
کھانے کا لالچ تھا اور ذوق سماع | عقل نے اُس کو نہ دی یوں اطلاع

گر طمع در آئنہ برخاستے | در نفاق آں آئنہ چوں ماستے
طمع گر آئینے میں کرتی ظہور | دور آئینے سے ہو جاتا یہ نور

گر ترازو را طمع بودے بمال | راست کے گفتے ترازو وصف حال
گر ترازو طمع کرتی مال کی | کس طرح توصیف کرتی حال کی

ہر نبی می گفت با قوم از صفا | من نخواہم مزد پیغام از شما
ہر نبی یہ قوم سے کہتا رہا | مانگتا ہوں کب صلہ پیغام کا

من دلیلم حق شما را مشتری | داد حق دلالیم ہر دو سری
میں دلیل اور حق تمہارا مشتری | اُس نے دلالی دو عالم کی ہے دی

هست مزدِ کارِ مردلال را　　مزد باید داد تا گوید سزا
لینا مزدوری ہے دلّالوں کا کام　　تا کریں وہ صاف اور ستھرا کلام
چیست مزدِ کارِ من دیدارِ یار　　گرچہ خود بوبکر بخشد چل ہزار
میری مزدوری فقط دیدارِ یار　　گرچہ دے بوبکرؓ سی وہ ہزار
چل ہزار او نباشد مزدِ من　　کے بود شبہ شبہ دُرِّ عدن
چل ہزار اُن کے نہیں میرا صلا　　بوت اور دُرِّ عدن کا ساتھ کیا
یک حکایت گویمت بشنو بہوش　　تا بدانی کہ طمع شد بندِ گوش
داستاں سُن ہوش سے اے نیک پے　　تا کہ سمجھے طمع بندِ گوش ہے
ہر کرا باشد طمع الکن شود　　با طمع کے چشمِ دل روشن شود
طمع جس کو ہو وہی گونگا بنے　　طمع سے کب چشمِ دل روشن رہے
پیشِ چشمِ او خیالِ جاہ و زر　　ہمچناں باشد کہ مو اندر بصر
اس کے آگے جاہ و دولت کا خیال　　اس طرح ہے آنکھ میں جیسے ہو بال
جز مگر مستے کہ از حق پُر بود　　گرچہ بدہی گنجہا او حُر بود
ہاں مگر وہ مست جو حق سے ہو پُر　　گرچہ تو بخشے خزانے وہ ہے حُرّ
ہر کہ از دیدار برخوردار شد　　ایں جہاں در چشمِ او مردار شد
دیدِ جاناں سے جو برخوردار ہے　　یہ جہاں اُس کے لئے مُردار ہے
لیک آں صوفی ز مستی دُور بود　　لاجرم از حرص او بے نور بود
تھا وہ صوفی لیکن اس مستی سے دُور　　حرص کے باعث نہ تھا کچھ اُس میں نُور

مفلس قیدی کا قصّہ

صد حکایت بشنود مدہوشِ حرص　　در نیاید نکتۂ در گوشِ حرص
داستانیں سو سُنے مدہوشِ حرص　　ایک نکتہ بھی نہ سمجھے گوشِ حرص

بود شخصے مفلسے بے خانماں
مانده در زندانِ بندِ بے اماں

ایک مفلس شخص تھا بے خانماں
مبتلائے قید و بندِ بے اماں

لقمۂ زندانیاں خوردے گزاف
بر دلِ خلق از طمع چوں کوہِ قاف

کھانا کھاتا قیدیوں سے چھین کے
سب کے دل پر تھا وہ بھاری طمع سے

زہره نے کس را کہ لقمہ ناں خورد
زانکہ آں لقمہ رُبا چابک برد

کس کی طاقت تھی جو کھا لیتا غذا
وہ اُچکا لے کے لقمہ بھاگتا

ہر کہ دُور از دعوتِ رحماں بود
او گدا چشمست اگر سلطاں بود

دعوتِ رحماں سے جو ہے دُور تر
بادشہ بھی ہو تو ہے دریوزہ گر

مر مروّت را نہادہ زیرِ پا
گشتہ زندان دوزخے زاں ناں رُبا

اُس نے رکھ دی تھی مروّت زیرِ پا
دوزخ اُس سے قید خانہ تھا بنا

گر گریزی بر امیدِ راحتے
زاں طرف ہم پیشت آید آفتے

بھاگے گر امید میں آرام کی
اُس طرف بھی پیش آفت آئے گی

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست
جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

کون گوشہ بے دد و بے دام ہے
خلوتِ حق میں فقط آرام ہے

کنجِ زندانِ جہان نا گزیر
نیست بے پامزد و بے دق الحصیر

یہ جہاں یہ کنجِ زنداں بالیقیں
بے مشقت اور بے زحمت نہیں

واللہ ار سوراخ موشے در روی
مبتلائے گربہ چنگالے شوی

بِل میں چوہے کے بھی تو جائے اگر
بلّی کے چنگل میں آئے بے خبر!

آدمی را فربہی ست از خیال
گر خیالاتش بود صاحب جمال

ہے تخیل آدمی کی فربہی
چاہئے لیکن حسیں تخییل بھی

در خیالاتش نماید ناخوشے
می گدازد ہمچو موم از آتشے

ہوں خیالات اور اگر اُس کے بُرے
موم کی مانند آتش سے گھلے

درمیانِ مار و کژدم گر ترا　　با خیالاتِ خوشاں دارد خدا
سانپوں میں اور بچھوؤں میں اے فتا　　با خیالِ خوش اگر رکھے خدا

مار و کژدم مر ترا مونس شود　　کاں خیالت کیمیائے مس بود
سانپ بچھو ہوں ترے مونس کمال　　کیمیائے مس ہو تیرا ہر خیال

صبر شیریں از خیالِ خوش شدست　　کاں فرح واں تازگی پیش آمدست
صبر شیریں ہے خیالِ خوب سے　　تازگی اور فرح دیتا ہے تجھے

آں فرح آید ز ایماں در ضمیر　　ضعفِ ایماں ناامیدی و زحیر
فرح ایماں سے ہو حاصل نیک پے!　　ضعفِ ایماں یاس ہے اور رنج ہے

صبر از ایماں بیابد سر کلہ　　حیث لا صبر فلا ایمان لہ
صبر ہے ایمان سے تاج سریں　　صبر[1] ہی جس میں نہیں ایماں نہیں

گفت پیغمبر خداش ایماں نداد　　ہر کرا نبود صبوری در نہاد
مصطفیٰ ؐ کہتے ہیں۔ وہ مومن نہیں　　جس کی فطرت میں نہیں صبر و یقیں

آں یکے در چشمِ تو باشد چو مار　　ہم وے اندر چشمِ آں دیگر نگار
جو ہے تیری آنکھ میں اک چیز مار　　دوسروں کی آنکھ میں وہ ہے نگار

زانکہ در چشمت خیالِ کفرِ اوست　　واں خیالِ مومنی در چشمِ دوست
ہے خیالِ کفر آنکھوں میں تری　　دوست کی آنکھوں میں نورِ مومنی

کاندریں یک شخص ہر دو فعل ہست　　گاہ ماہی باشد او و گاہ شست
اس میں ہیں دو حالتیں اک شخص کی　　ہے کبھی مچھلی کبھی ہے شست بھی

نیم او مومن بود نیمیش گبر　　نیمِ او حرص آوری نیمیش صبر
نصف وہ مومن ہے اور ہے نصف گبر　　نصف اس کا حرص ہے اور نصف صبر

[1] حدیث نبوی صلعم: من لا صبر لہٗ لا ایمان لہ۔ یعنی جس میں صبر نہیں، اس میں ایمان نہیں۔

گفت یزداں نت فمنکم مؤمن ۱؎ — باز منکم کافر گبر کہن

قول باری ہے "فمنکم مؤمن" — پھر ہے "منکم کافر" دیکھ اور سن

ہمچو گاوے نیمۂ جلدش سیاہ — نیمۂ دیگر سپید و ہمچو ماہ

جس طرح اک گائے آدھی ہو سیاہ — دوسرا آدھا ہو روشن مثل ماہ

ہر کہ ایں نیمہ بہ بیند رد کند — ہر کہ آں نیمہ بہ بیند کد کند

نصف حصہ یہ جو دیکھے رد کرے — نصف حصہ وہ جو دیکھے کد کرے

از جمالِ یوسفؑ اخواں بس نفور — لیک اندر دیدۂ یعقوبؑ نور

شکلِ یوسفؑ سے تھے گو بھائی نفور — دیدۂ یعقوبؑ کا لیکن تھے نور

از خیالِ بدنظرشاں زشت دید — چشمِ فرع و چشمِ اصلی ناپدید

بد نگاہوں کو نظر آئے بُرے — فرعی اصلی دونوں گم ہیں دیدے تھے

چشمِ ظاہر سایۂ آں چشم داں — ہر چہ آں بیند بگردد ایں بداں

چشمِ ظاہر سایہ ہے اُس آنکھ کا — وہ جو کچھ دیکھے، یہ رُخ لے گی پھرا

سایۂ اصل است فرع اما کجا — سایہ با خورشید پا دارد بجا

فرع سایہ اصل کا ہے۔ کب بھلا — سایہ و خورشید ٹھہریں ایک جا

تو مکانی اصلِ تو در لامکاں — ایں دکاں بر بند و بکشا آں دکاں

تو مکاں ہے۔ اصل تیری لامکاں — کھول اُس کو۔ بند کر دے یہ دکاں

شش جہت مگریز زیرا در جہات — ششدر است و ششدرہ مات است مات

شش جہت میں تو نہ جا۔ یہ شش جہات — ششدرہ ۲؎ ہیں۔ جو کہ ہے سامانِ مات

۱؎ قولہ تعالیٰ عزوجل ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ۔ یعنی وہ ایسا خدا ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پس بعض تم میں سے کافر ہیں اور بعض مومن +

۲؎ تختہ نرد کی ایک بازی ہے۔ جس سے مات ہو جاتی ہے +

ایں سخن را نیست حد زندانیاں   مضطر اند از دست آں خر قلتباں

یہ سخن بے حد ہے، قیدی بار بار   اُس گدھے کے ہاتھ سے ہیں بے قرار

وکیلِ قاضی سے قیدیوں کی شکایت

با وکیل قاضیے ادراک مند   اہل زنداں در شکایت آمدند

تھا جو قاضی کا وکیل اُس سے اخی   قیدیوں نے جا کے یہ فریاد کی

کہ سلامِ ما بقاضی بر کنوں   باز گو آزارِ ما زیں مردِ دُوں

پہلے قاضی کو ہمارا دے سلام   پھر سنانا ہے یہ تکلیف اے ہمام

کاندریں زنداں بماند او مستمر   یاوہ تاز و طبل خوار ست و مضر

گر رہا دائم وہ شخص نابکار   بیہودہ، نقصاں رساں اور طبل[١] خوار

مردِ زندانی نیابد لقمۂ   ور بصد حیلت کشاید طعمۂ

ایک لقمہ بھی نہ قیدی پائیں گے   گو ہر اک حیلے سے کھانا لائیں گے

در زماں پیش آید آں دوزخ گلو   حجتش اینکہ خدا گفتہ کُلُوْا

فوراً آجائے گا وہ دوزخ گلو   لائے گا حجت۔ کہا حق نے "کلوا"[٢]

چوں مگس حاضر شود در ہر طعام   از وقاحت بے صلاح و بے سلام

مثل مکھی کے، جب آتا ہے طعام   وہ ہے حاضر بے صلاح و بے سلام

پیش او ہیچست لوت شصت کس   کر کند خود را اگر گوئیش بس

[٣]ساٹھ کے کھانے سے بھی تسکین نہ ہو   "بس بس"، کہو تو بہرا کر لے کان کو

---

١ پیٹو ۔

٢ قولہ تعالیٰ عزّوجل: کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ :- جو کچھ تمہیں خدا نے دیا ہے۔ خوب کھاؤ ۔

٣ یعنی ساٹھ آدمیوں کا کھانا کھانے سے ۔

زین چنیں قحطِ سہ سالہ داد داد	ظلِّ مولانا ابد پایندہ باد
اس قدر قحط سہ سالہ۔ داد! داد	ظلِّ قاضی تا ابد پائندہ باد
گو ز زنداں تا رود ایں گاو میش	یا وظیفہ کن ز وقفے لقمہ ایش
کیجئے اخراج جلد! اس بھینس کا	وقف سے یا دیجئے اس کو غذا
اے ز تو خوش ہم ذکور و ہم اناث	داد کن المستغاث المستغاث
آپ سے ہر مرد عورت شاد ہے	داد دیں، فریاد ہے فریاد ہے
سوئے قاضی شد وکیلِ با نمک	گفت با قاضی شکایت یک بیک
پہنچا قاضی تک وکیل باوفا	یہ شکایت اور یہ قصہ کہا
خواند او را قاضی از زنداں بہ پیش	پس تفحص کرد از اعیانِ خویش
قاضی نے اس کو بلایا سامنے	پھر کیا دریافت اہلِ کار سے
گشت ثابت پیش قاضی آں ہمہ	کہ نمودند از شکایت آں رمہ
پیش قاضی ہو گئی ثابت یہاں	جو شکایت کرتے تھے زندانیاں
گفت قاضی خیز زیں زنداں برو	سوئے خانہ مردہ ریگِ خویش شو
بولا قاضی، قید خانے سے نکل	اپنے گھر کی راہ لے۔ ہو دور چل!
گفت خان و مانِ من احسانِ تست	ہمچو کافر جنتم زندانِ تست
بولا وہ ہے خانماں احساں ترا	میں ہوں کافر، خلد ہے زنداں ترا
گر ز زندانم برانی تو بہ رد	خود بمیرم من ز درویشی و کد
تو جو زنداں سے نکالے گا مجھے	فقر و فاقہ مار ڈالے گا مجھے
ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام	رَبِّ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ [1]
جیسے وہ ابلیس کرتا تھا کلام	مہلت اے رب! دے دے تا یوم قیام

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل: رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ (سورۂ حجر) (شیطان نے کہا) اے رب! مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے +

کاندریں زندانِ دُنیا من خوشم | تاکہ دشمن زادگاں را می کُشتم

ہیں تو اس زندانِ دنیا میں ہوں شاد | اپنے دشمن زادوں سے رکھ کر عناد

ہر کہ اور اقوّتِ ایمانے بود | وز برائے زادِ رہ نانے بود

قوّتِ دیں ہو جن کے پاس۔ ایمان ہو | اور زادِ راہ تھوڑی نان ہو

می ستانم گہ بمکر و گہ بہ ریو | تا بر آرند از پشیمانی غریو

لوٹتا ہوں مکر و حیلہ سے انہیں | تا پشیماں ہو کے وہ شیون کریں

گہ بدرویشی کنم تہدیدِ شاں | گہ بزلف و خال بندم دیدِ شاں

فقر و فاقہ سے کبھی کردوں نڈھال | اور کبھی کردوں اسیرِ زلف و خال

قوّتِ ایمانی دریں زنداں کمست | وآنچہ ہست از قصدِ ایں سگ درخمست

قوّتِ ایمانی ہے اس زنداں میں کم | جو ہے۔ خوفِ سگ سے خم میں ہے بہم

از نماز و صوم و ہم بیچارگی | قوّتِ ذوق آید برد یکبارگی

جو نماز و روزہ سے اور عجز سے | ذوق پیدا ہوا تو فوراً لے اُڑے

استعیذ اللہ من شیطانہ | قد ہلکنا آہ من طغیانہ

ایسے شیطاں سے خدا کی ہے پناہ | جس کے غلبے نے کیا ہم کو تباہ

یک سگ است و در ہزاراں می رود | ہر کہ در وے رفت او آں می شود

ایک کتّا ہے ہزاروں میں رواں | اُس سے جو مل جائے پائے اُس کی شان

ہر کہ سردت کرد می داں کہ در وست | دیو پنہاں گشتہ اندر زیرِ پوست

اُس میں ہے وہ۔ سرد جو کردے تجھے | دیو پوشیدہ ہے۔ نیچے پوست کے

چوں نیابد صورت آید در خیال | تا کشاند آں خیالت در وبال

گر نہ ہو ظاہر، تو بن جائے خیال | تاکہ تیرے سر پہ لے آئے وبال

از خیالاتِ تو می آید بلا | چوں خیالت فاسد آمد جابجا

آتی ہے تیرے خیالوں سے بلا | ہوتے ہیں فاسد خیالات اے فتا

گہ خیالِ فرجہ و گاہے دُکاں ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ علم و گاہے خان و ماں

گہ خیالِ سیر و گہ فکرِ دُکاں ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ علم و ذکرِ خانماں

گہ خیالِ مکسب و سوداگری ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ تاجری و داوری

گہ خیالِ کسب یا سوداگری ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ تاجری و افسری

گہ خیالِ نقرہ و فرزند و زن ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ بوالفضول و بوالحزن

گہ خیالِ درہم و اولاد و زن ۲۲ ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ لغو و فکرِ بوالحزن[1]

گہ خیالِ کالہ و گاہے قماش ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ مفرش و گاہے فراش

گھر کے ساماں کا کبھی تو ہے خیال ‌‌ ‌‌ فرش و لبستر کا کبھی دل کو ملال

گہ خیالِ آسیا و باغ و راغ ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ میغ و ماغ و لیغ و لاغ

آسیا کی فکر ہے گہ فکرِ باغ ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ ابر و گرد و باد و لاغ[2]

گہ خیالِ آشتی و جنگہا ‌‌ ‌‌ گہ خیالِ نامہا و ننگہا

ہے کبھی کچھ فکر صلح و جنگ کی ‌‌ ‌‌ اور کبھی کچھ دُھن ہے نام و ننگ کی

ہیں بر دل کن از سر ایں تخییلہا ‌‌ ‌‌ ہیں بروب از دل چنیں تبدیلہا

ان خیالوں کو تو سر سے دے نکال ‌‌ ‌‌ اس تلوّن سے نہ دے دل کو ملال

ہاں بگو لاحولہا اندر زماں ‌‌ ‌‌ از زباں تنہا نہ بل از عینِ جاں

ہاں پڑھو "لاحول" اُس دم دھیان سے ‌‌ ‌‌ کیا زباں سے بلکہ دل اور جان سے

مفلس قیدی کا باقی قصّہ

گفت قاضی مفلسی را وا نما ‌‌ ‌‌ گفت اینک اہلِ زندانت گوا

بولا قاضی مفلسی پر لا گواہ ۲۲ ‌‌ ‌‌ بولا وہ ہر قیدی ہے میرا گواہ

[1] رنج پیدا کرنے والا ۔
[2] بازی اور شوخی ۔

گفت ایشاں متّہم باشند چوں	می گریزند از تو می گریند خوں
بولا قاضی متہم وہ ہوں گے کیوں	بھاگتے ہیں تجھ سے اور روتے ہیں خوں
ور تو می خواہند تا ہم وا رہند	زیں غرض باطل گواہی می دہند
چاہتے ہیں تجھ سے اب پیچھا چھُٹے	اس لئے جھوٹی گواہی پر تلے
جملہ اہل محکمہ گفتند ما	ہم براد بار و بر افلاسش گوا
بولے اہل عملہ ہم سب ہیں گواہ	یہ ہے مفلس حال ہے اس کا تباہ
ہر کرا پرسید قاضی حال او	گفت مولا دست ازیں مفلس بشو
جس سے پوچھا اُس کا پھر قاضی نے حال	بولا اس کو چھوڑ دیں اے خوش خصال
گفت قاضی کش بگردانید فاش	گرد شہر او مفلس است و بس قلاش
بولا قاضی شہر میں دو گشت اسے	اور کہو مفلس ہے یہ قلاش ہے
کُو بکو او را منادیہا کنید	طبل افلاسش بہر جا بر زنید
کو بہ کو اس کی منادی ہو ابھی	خوب تشہیر اس کے ہو افلاس کی
ہیچ کس نسیہ بنفروشد بدو	قرض ندہد ہیچ کس او را تسو
تا نہ کوئی لین دین اس سے کرے	قرض اس کو ایک حبہ بھی نہ دے
ہر کہ دعوی آردش اینجا بفن	ہیچ زندانش نخواہم کرد من
گر کسی نے اس پہ دعوی بھی کیا	جیل میں اس کو نہ بھیجا جائے گا
پیش من افلاس او ثابت شدہ است	نقد و کالا نیستش چیزے بدست
ثابت اس کی مفلسی مجھ پر ہوئی	نقد اور اسباب سے یہ ہے تہی
آدمی در حبس دنیا زاں بود	تا بود کافلاس او ثابت شود
قید ہے دنیا میں یہ انسان بھی	تاکہ بس ثابت ہو اس کی مفلسی
مفلسیّ دیو را یزداں ما	ہم منادی کرد در قرآن ما
مفلسی شیطان کی اللہ نے ۲۶	کی ہے ظاہر خوب ہی قرآن سے

کو دغا و مفلس است و بد سخن	ہیچ با او شرکت و سودا مکن
وہ ہے مفلس، بڑا دغا اور بے حیا	اُس سے شرکت اور سودا ہے بُرا
ور کنی اورا بہانہ آوری	مفلس است و صرفہ از وے کے بری
اور کرے سودا تو وہ ہے حیلہ گر	فائدہ اُس سے نہ ہو گا عمر بھر
حاضر آوردند چوں فتنہ فروخت	اشتر کُردے کہ ہیزم می فروخت
فتنہ جب بڑھنے لگا۔ عمّال آئے	اونٹ لکڑی بیچنے والے کا لائے
کُرد بیچارہ بسے فریاد کرد	ہم موکّل را بدانگے شاد کرد
لکڑی والے نے بہت فریاد کی	اور کچھ خُدّام کو رشوت بھی دی
اشترش بردند از ہنگام چاشت	تا شب و افغانِ او سودے نداشت
اونٹ اُس کا لے کے آئے صبح سے	شام تک رکھا، کہ تھی پروا کسے
بر شتر بنشست آں قحطِ گراں	صاحبِ اشتر پئے اشتر دواں
اونٹ پر بیٹھا تھا وہ قحطِ گراں	اونٹ والا پیچھے پیچھے تھا دواں
سو بسو و کو بکو می تاختند	تا ہمہ شہرش عیاں بشناختند
سُو بسو اور کو بکو پھرتے رہے	اُس کو پہچانے جو اہلِ شہر تھے
پیشِ ہر حمّام و ہر بازارگہ	کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
آگے ہر بازار، ہر حمّام کے	لوگوں نے اچھی طرح دیکھا اُسے
دہ منادی گر بلند آوازیاں	ترک و کُرد و رومیان و تازیاں
دس منادی تھے بلند آواز سب	ترکی و کُردی و رومی اور عرب
جملگاں آوازہا برداشتہ	کایں ہمہ تخمِ جفاہا کاشتہ
کھینچتے تھے یا تھی صدا سب کی یہی	بو یا ہے اس شخص نے تخمِ بدی

۱ پیٹو۔ مفلس قیدی سے مراد ہے۔

بینوائے بد ادائے بے وفا | ناں ربائے زر گدائے بے حیا

بے نوا ہے، بد ادا ہے - بے وفا | بے اُچکا ہے - گدا اور بے حیا

مفلس ست او ندارد ہیچ چیز | قرض تا ندہد کسے او را پشیز

یہ ہے مفلس پاس اس کے کچھ نہیں | قرض پیسہ بھی نہ دے کوئی کہیں

ظاہر و باطن ندارد حبۂ | مفلسے قلبے دغائے دبۂ

ظاہر و باطن یہ ہے قلّاش سا | سب سے کھوٹا سخت مفلس، پُر دغا

ہاں و ہاں با او حریفی کم کنید | چونکہ کا زار دگرہ محکم زنید

دوستی اس سے بہت ہی کم رکھو | جیب کترا ہے، گرہ مضبوط دو

در بحکم آر بد ایں پژمردہ را | من نخواہم کرد زنداں مُردہ را

جرم میں کوئی اسے گر لائے گا | تو یہ زنداں میں نہ بھیجا جائے گا

خوش دم است او و گلویش بس فراخ | با شعارِ نو دثارِ شاخ شاخ

خوش نفس ہے اور کشادہ ہے گلا | کوٹ ہے بالکل نیا - کرتا پھٹا

اگر بپوشد بہر مکر آں جامہ را | عاریہ ست او فریبد عامہ را

مکر کرنے کو پہنتا ہے لباس | عارضی، دینے کو دھوکا بے قیاس

حرف حکمت بر زبانِ ناحکیم | حلہائے عاریت داں اے سلیم

باہیں، حکمت کی لبِ نا اہل میں | عارضی کپڑے سمجھنے چاہئیں

گرچہ دزدی جامۂ پوشیدہ است | دست تو چوں گیرد آں ببریدہ دست

جامۂ دزدی ہے گو پہنے ہوئے | پر ہے ٹنجا دستگیری کیا کرے

چوں شبانگہ از شتر آمد بزیر | کُرد گفتش منزلم دور ست و دیر

وقتِ شب جب اونٹ سے اُترے وہاں | کُرد بولا - دور ہے میرا مکاں

بر نشستی اشترم را از پگاہ | جو رہا کردم کم از اخراجِ کاہ

صبح سے بیٹھا ہے میرے اونٹ پر | جَو نہیں، تو گھاس ہی دے بے خبر

گفت تا اکنوں چہ می کردیم پس	ہوش تو کو نیست اندر خانہ کس
بولا قیدی۔ دیکھا اب تک کیا کیا	ہوش ہی تیرے نہیں شاید بجا
طبل افلاسم بچرخ سابعہ	رفت و تو نشنیدۂ ایں واقعہ
چرخ ہفتم تک ہے شور افلاس کا	تو نہیں سمجھا ابھی یہ ماجرا
گوش تو پُر بودہ است از طمع خام	پس طمع کر می کند کور اے غلام
کان ہیں لبریز طمع خام سے	طمع کر اور کور کرتی ہے تجھے
تا کلوخ و سنگ بشنید ایں بیاں	مفلس است و مفلس است ایں قلتباں
اینٹ پتھر سن چکے سب یہ بیاں	یہ ہے مفلس یہ ہے مفلس بیگماں
تا بشب گفتند و در صاحب شتر	بر نزد کو از طمع پُر بود پُر
اونٹ والا رات بھر سنتا رہا	کیا وہ سنتا، طمع سے لبریز تھا
ہست بر سمع و بصر مُہر خدا	در حجب بس صورتست و بس صدا
آنکھوں اور کانوں پہ ہے مہر خدا	صورتیں پردوں میں ہیں جلوہ نما
آنچہ او خواہد رساند آں بچشم	از جمال و از کمال و از کرشم
چاہے آنکھوں کو دکھائے ذوالجلال	ہر کرشمہ اور ہر حسن و جمال
و آنچہ او خواہد رساند او بگوش	از سماع و از بشارت وز خروش
اور جسے چاہے کرے مقبول گوش	نغمہ ہو یا ہو بشارت یا خروش
گرچہ ہستی تو کنوں غافل ازاں	وقت حاجت حق کند آں را عیاں
گو کہ اُس سے تو ابھی غافل ہے ہاں	وقتِ حاجت حق کرے گا سب عیاں
گفت پیغمبر کہ یزدان مجید	از پئے ہر درد درماں آفرید
یہ ہے فرمانِ جنابِ مصطفیٰ	حق نے پیدا کی ہے ہر دکھ کی دوا
گرچہ درماں جوئی و گوئی بجاں	کاے خدا درمانِ کارِ من رساں
گو کرے درماں طلب مانگے دعا	کر مرا درماں پذیر اے خدا

لیک زاں درماں نہ بینی رنگ و بو ‌ ‌ ‌ بہر دردِ خویش بے فرمانِ او

لیکن اُس درماں میں کیا ہوگا اثر ‌ ‌ ‌ حکم جب تک دے نہ خالق سربسر

کون چارہ است ہیچ چارہ نے ‌ ‌ ‌ تا کہ نگشاید خدایت روزنے

چارہ ہے لیکن نہیں تیرے لئے ‌ ‌ ‌ حق ہی جب تک خود نہ روزنہ کھول دے

چشم را اے چارہ جو در لامکاں ‌ ‌ ‌ ہیں بنہ چوں چشمِ کشتہ سوئے جاں

اپنی نظریں رکھ تو سوئے لامکاں ‌ ‌ ‌ جیسے چشمِ کشتہ دیکھے سمتِ جاں

ایں جہاں از بے جہت پیدا شدہ است ‌ ‌ ‌ کز بے جائی جہاں را جا شدہ است

بے جہت ہے یہ جہاں پیدا ہوا ‌ ‌ ‌ ہے جہاں کی عین بے جائی میں جا

باز گرد از ہست سوئے نیستی ‌ ‌ ‌ گر تو از جاں طالبِ مولیستی

ہست سے سوئے عدم پھر لوٹ آ ‌ ‌ ‌ طالبِ مولا اگر ہے اے فتا

جائے دخلست ایں عدم از وے مرم ‌ ‌ ‌ جائے خرجست ایں وجودِ بیش و کم

رم نہ کر ہے دخل کی جا یہ عدم ‌ ‌ ‌ خرج کی جا ہے وجودِ بیش و کم

کارگاہِ صنعِ حق چوں نیستی ست ‌ ‌ ‌ جز معطل در جہانِ ہست کیست

کارگاہِ صنعِ حق ہے نیستی ‌ ‌ ‌ سب ہیں بے کار اس جہاں میں واقعی

مناجات

اے خدائے پاک بے انباز و یار ‌ ‌ ‌ دست گیر و جرمِ ما را درگذار

اے خدا اے پاک شرکِ غیر سے ‌ ‌ ‌ دستگیری کر خطائیں بخش دے

یاد دہ ما را سخنہائے رقیق ‌ ‌ ‌ کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق

وہ سکھا باتیں جو ہوں رقت بھری ‌ ‌ ‌ جن سے تجھ کو رحم آ جائے ابھی

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو ‌ ‌ ‌ ایمنی از تو مہابت ہم ز تو

ہے دعا تجھ سے اجابت تجھ سے ہے ‌ ‌ ‌ تجھ سے بے خوفی ہے ہیبت تجھ سے ہے

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن | مصلحی تو اے تو سلطان سخن

کر تو اصلاح خطا اے ذو المنن! | تو ہی مصلح - تو ہی سلطان سخن

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی | گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

وہ ہے تیری کیمیا رب جلیل! | خون کی ندی کو کر دے رود نیل

ایں چنیں میناگریہا کار تست | ایں چنیں اکسیرہا ز اسرار تست

یہ ہیں مینا کاریاں تیرا ہی کام ۲۲ | راز ہیں تیرا یہ اکسیریں تمام

آب را و خاک را برہم زدی | ز آب و گل نقش تن آدم زدی

پانی اور مٹی ملا کر - کی بجا | آب و گل سے نقش آدم کی بنا

نسبتش دادی بجفت و خال و عم | با ہزار اندیشۂ شادی و غم

پھر اُسے نسبت چچا ماموں سے دی | شادی و غم کے دئے اندیشے بھی

باز بعضے را رہائی دادہٗ | زیں غم و شادی جدائی دادہٗ

بعض کو تو نے رہا ان سے کیا | شادی و غم سے رکھا بالکل جُدا

بُردہ از خویش و پیوند و سرشت | کردۂ در چشم او ہر خوب زشت

کر دیا اپنوں یگانوں سے جُدا | اچھا بھی اُس کو نظر آیا بُرا

ہر چہ محسوس است او رد می کند | و آنچہ ناپیدا ست مسند می کند

پس وہ محسوسات کو کرتا ہے رد | اور ناپیدا کی دیتا ہے سند

عشق او پیدا و معشوقش نہاں | یار بیروں فتنۂ او در جہاں

عشق ظاہر حسن پوشیدہ ہوا | یار غائب، فتنہ دنیا میں بپا

ہیں رہا کن عشقہائے صورتی | عشق بر صورت نہ بر روئے ستی

عشق صورت چھوڑ دے اے مہرباں! | عشق صورت اور عورت میں کہاں

آنچہ معشوق است صورت نیست آں | خواہ عشق ایں جہاں خواہ آں جہاں

ڈھونڈ صورت میں نہ تو معشوق کو | عشق دنیا کا ہو یا عقبیٰ کا ہو

آنچہ بر صورت تو عاشق گشتۂ
چوں بروں شد جاں چرایش ہشتۂ

چونکہ صورت سے محبت تھی تجھے
جان جب نکلی، تو کیوں چھوڑا اُسے

صورتش بر جاست ایں سیری ز چیست
عاشقا وا بیں کہ معشوق تو کیست

شکل قائم ہے۔ پر نہیں ہے تو فدا
کون ہے معشوق ڈھونڈ اے شیفتا

آنچہ محسوس است اگر معشوقہ است
عاشقستے ہر کہ او را حس ہست

اور اگر محسوس ہے دلبر ترا
کیوں نہیں ہر اہل حس اُس پر فدا

چوں وفا آں عشق افزوں می کند
کے وفا صورت دگرگوں می کند

جب محبت کو بڑھاتی ہے وفا
کیوں پھر آنکھیں پھیر لیتی ہے بھلا

پرتو خورشید بر دیوار تافت
تابش عاریتے دیوار یافت

سایہ سورج کا پڑا دیوار پر
عارضی دیوار نے پایا اثر

بر کلوخے دل چہ بندی اے سلیم
وا طلب اصلے کہ تابد او مقیم

مٹی کے ڈھیلے کو کیا دینا ہے دل
کر طلب اُس کی جو ہے چمکے مستقل

اے کہ تو ہم عاشقی بر اصل خویش
خویش از صورت پرستاں دیدہ بیش

اے کہ تو ہم اصل پر عاشق ہوا
جانتا ہے خود کو اوروں سے سوا

پرتو عقل است آں بر حس تو
عاریت می داں ذہب بر مس تو

عقل کا پرتو ہے یہ حس پر تری
تانبے پر سونا چڑھا ہے عارضی

چوں زر اندود است خوبی در بشر
ورنہ چوں شد شاہد تو پیرہ خر

جب بشر میں حسن تھا معشوق تھا
بوڑھا ہونے پر نہ کیوں شاہد رہا

چوں فرشتہ بود ہمچوں دیو شد
کاں ملاحت اندرو عاریتہ بد

تھا فرشتہ اب دیو صورت ہو گیا
وہ ملاحت عارضی تھی بر ملا

اندک اندک می ستانند آں جمال
اندک اندک خشک می گردد نہال

تھوڑا تھوڑا اُس سے لیتا ہے جمال
رفتہ رفتہ خشک ہوتا ہے نہال

رد نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ بخواں ‖ دل طلب کن دل منہ بر استخواں

پڑھ "نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ"[1] ذرا ‖ دل طلب کر، استخواں سے دل ہٹا

کاں جمالِ دل جمالِ باقی است ‖ دو لبش از آبِ حیواں ساقی است

حسن باقی ہے جمالِ پاکِ ذات ‖ اس کے لب ہیں ساقی آبِ حیات

خود ہم او آب ہم او ساقی و مست ‖ ہر سہ یک شد چوں طلسمِ تو شکست

خود ہی پانی خود ہی ساقی خود ہی مست ‖ ایک ہیں تینوں جو تجھ کو ہو شکست

آں یکے را تو ندانی از قیاس ‖ بندگی کن ژاژ کم خا ناشناس

فہم میں وہ ایک کیا آئے تری ‖ بندگی کر چھوڑ دے بے ہودگی

معنیِ تو صورت است و عاریت ‖ بر مناسب شادی و بر قافیت

صورت فانی بھی معنی ہے تجھے ‖ منحصر عیش و تعلق ہم ترے

معنی آں باشد کہ بستاند ترا ‖ بے نیاز از نقش گرداند ترا

وہ ہے معنی جو مٹا ڈالے خودی ‖ بے نیازِ نقش کر دے تو اتھی

معنی آں نبود کہ کور و کر کند ‖ مر ترا بر نقش عاشق تر کند

وہ نہیں معنی جو کور و کر کرے ‖ اور عاشق نقشِ فانی پر کرے

کور را قسمت خیالِ غم فزاست ‖ بہرۂ چشم ایں خیالاتِ فناست

حصہ اندھے کا خیالِ غم فزا ‖ اور سر تا سر خیالاتِ فنا

حرفِ قرآں را ضریراں معدنند ‖ خر نہ بینند و بپالاں برزنند

جیسے اندھا حافظِ قرآں تو ہو
خر نہ دیکھے اور سہے پالان کو

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل: وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ یعنی جس کسی کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، اُسے اس کی خلقت میں کبڑا کر دیتے ہیں۔ کیا وہ اس بات کو نہیں سمجھتے ◆

چوں تو بینائی پئے خر رو کہ جست — چند پالان دوزی اے پالان پرست

گر ہے بینا ڈھونڈ خر کو جو گیا — اس طرح پالاں سے ہوگا تا کجا

خر چو ہست آید یقیں پالاں ترا — کم نگردد ناں چو باشد جاں ترا

ہے گدھا تو بالیقیں پالاں ملے — جان ہے تو کیا ہے فکر ناں تجھے

خر چو باشد کم نیابد اے عمو — خود بہ پشتش رو نہد پالان او

پھر کمی کیا ہے اگر حاصل ہے خر — آئے گا پالاں خود اس کی پشت پر

پشت خر دکان و مال و مکسب است — جان تو سرمایۂ صد قالب است

پشت خر دکان کسب و مال ہے — جان ہے سرمایۂ دل پے بہ پے

خر برہنہ برنشیں اے بوالفضول — خر برہنہ نے کہ راکب شد رسولؐ

تو برہنہ خر پہ بیٹھ اے بوالفضول — خر برہنہ پر ہوئے راکب رسولؐ

النبی قد رکب معروریاً — والنبی قیل سافر ماشیا

ہاں برہنہ خر پہ بیٹھے تھے نبیؐ — اور پیادہ پا چلے تھے واقعی

بلکہ آں شہ بس پیادہ رفتہ است — بار این و آں بسے پذرفتہ است

بلکہ وہ سلطانؐ پیادہ پا چلے — بوجھ اوروں کا اٹھایا آپ نے

شد خر نفس تو بر میخش بہ بند — چند بگریزد ز کار و بار چند

نفس خر کو باندھ اپنے میخ سے — کام سے تا چند یہ بھاگا پھرے

بار صبر و شکر او را بردنی ست — خواہ در صد سال خواہی یک دمیست

بار صبر و شکر اٹھانے ہی پڑیں — سو برس میں بیس میں یا تیس میں

ہیچ وازر وزر غیرے بر نداشت — ہیچ کس ندرود تا چیزے نکاشت

کب اٹھائے دوسرا بار ایک کا — جو نہ بوئے گا وہ پھر کاٹے گا کیا

طمع خام است آں مخور خام اے پسر — خام خوردن علت آرد در بشر

اے پسر اس کو نہ کھا ہے طمع خام — خام کا کھانا مرض کا ہے پیام

کاں فلانے یافت گنج ناگہاں — من ہم آں خواہم چرا جویم دکاں
تو کہے۔ اُس کو ملا گنج نہاں — مجھ کو بھی مل جائے کیوں کھولوں دکاں

کارِ بختست آں و آں ہم نادرست — کسب باید کرد تا تن قادرست
سب یہ ہے تقدیر سے۔ نادر مگر — جسم میں قوت ہے جب تک کام کر

کسب کردن گنج را مانع کے است — پا مکش از کار آں خود در پیست
کسب کب مانع ہے گنج و مال کو — خود ہے درپئے کام سے غافل نہ ہو

تا نگردی تو گرفتارِ "اگر" — کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر
تا نہ ہو جائے گرفتارِ "اگر" — تو "اگر یہ ہو، اگر وہ ہو" نہ کر

کز "اگر" گفتن رسولؐ باوفاق[1] — منع کرد و گفت ہست ایں از نفاق
اُس "اگر" کہنے سے شاہِ انبیاء — منع کرتے تھے کہ ہے کارِ ریا

کاں منافق در "اگر" گفتن بمُرد — وز "اگر" گفتن بجز حسرت نبرد
جو منافق تھا "اگر" کہہ کر مرا — کیا "اگر" کہنے سے پایا مدعا

اے بسا کس مُرد در بوکِ مگر — از جمالِ عافیت ناخوردہ بر
اس "اگر" میں اور "مگر" میں جو مرا — پھل نہ اُس کو عافیت کا کچھ ملا

ور نمی یابی تو نقصانِ "اگر" — ایں سخن بشنو کہ دریابی مگر
گر نہیں معلوم نقصانِ اگر — سُن یہ قصہ تجھ کو ہو شاید خبر

حقیقتِ سخن کی مثال

یک غریبے خانہ می جُست از شتاب — دوستے بردش سوئے خانہ خراب
اک مسافر گھر کہیں تھا ڈھونڈتا — دوست اُس کو اک کھنڈر میں لے گیا

[1] حدیث نبوی صلعم:- ایاک ولو فان لو من الشیطان - یعنی "اگر" سے پرہیز کر کہ "اگر" شیطان کا کام ہے ✦

گفت او این را اگر سقفے بدے
پہلوئے من مر ترا مسکن شدے
اور کہا ہوتی اگر اس گھر میں چھت
میرے ہی پہلو میں ہو جاتی کھپت

ہم عیالِ تو بیاسودے اگر
در میانہ داشتے حجرہ دگر
بال بچے چین سے رہتے "اگر"
کوٹھڑی اک اور بھی ہوتی اِدھر

ور رسیدے میہماں روزے ترا
ہم بیاسودے اگر بودیتش جا
میہماں آتا جو کوئی تیرے گھر
ملتی راحت، ہوتی گنجائش اگر

کاشکے معمور بودے این سرا
خانۂ تو بودے این معمورِ ما
کاشکے آباد ہوتا یہ مکاں
تو مرا اور تیرا گھر ہوتا یہاں

گفت آرے پہلوِ یاراں خوش است
لیک اے جاں در اگر نتواں نشست
بولا ہے پہلوئے یاراں خوب تر
ہے "اگر" میں بیٹھنا مشکل مگر

این ہمہ عالم طلبگارِ خوش اند
وز خوشِ تزویر اندر آتش اند
ساری دنیا ہے طلب گارِ خوشی
آتش افروز اک خوشی ہے مکر کی

طالبِ زر گشتہ جملہ پیر و خام
لیک قلب از زر نداند چشمِ عام
طالب زر ہیں یہ سارے پیر و خام
کھوٹ سے واقف نہیں پر چشمِ عام

پرتوے بر قلب زد خالص ببیں
بے محک زر را مکن از ظن گزیں
دل کے پرتو سے سمجھ کھوٹا کھرا
بے کسوٹی سونا لینا ہے برا

گر محک داری گزیں کن ور نہ رو
نزدِ دانا خویشتن را کن گرو
ہو اگر خالص تو لے اے نیک اساس
رہن ہو ورنہ کسی دانا کے پاس

دیں محک باید میانِ جانِ خویش
ور نداری رہ مرو تنہا بہ پیش
ہے کسوٹی کی ضرورت جان میں
گر نہیں، تنہا نہ چل میدان میں

بانگِ غولاں ہست بانگِ آشنا
آشنائے کو کشد سوئے فنا
ہے صدائے غول بانگِ آشنا
آشنا وہ دے جو پیغامِ فنا

بانگ می دارد کہ ہاں اے کارداں	سوئے من آئید نک نام و نشاں
یوں پکارے وہ کہ ہاں اے کارداں	اس طرف آؤ یہ ہے نام و نشاں
نام ہر یک می برد غول اے فلاں	تا کند آں خواجہ را از آفلاں
نام لیتا ہے چھلاوہ - اے فلاں	تا کرے گمراہ رہرو کو وہاں
چوں رسد آنجا ببیند گرگ و شیر	عمر ضائع راہ دُور و روز دیر
جب وہاں پہنچے تو دیکھے گرگ و شیر	عمر ضائع، دُور رستہ، وقت دیر
چہ بود آں بانگِ غول آخر بگو	مال خواہم جاہ خواہم و آبرو
کیا ہے بانگِ غول، کچھ سمجھا بھی تو؟	مال چاہوں، جاہ چاہوں۔ آبرو
از درونِ خویش ایں آوازہا	منع کن تا کشف گردد رازہا
یہ صدائیں اپنے دل سے دے نکال	تا کھلے تجھ پر جو پوشیدہ ہے حال
ذکرِ حق کن بانگ غولاں را بسوز	چشم چوں نرگس ازیں کرگس۱ بدوز
ذکرِ حق کر کے چھلاووں کو جلا	مثل نرگس آنکھ کرگس سے ہٹا
صبح صادق را ز کاذب وا شناس	رنگِ مے را باز داں از رنگِ کاس
جان صبح صادق و کاذب کا راز	جام سے کر رنگ مے کا امتیاز
تا بود کز دیدگانِ ہفت رنگ	دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ
صبر شاید ہفت رنگ ان آنکھوں سے	دیدۂ حق بیں کوئی پیدا کرے
رنگہا بینی بجز ایں رنگہا	گوہراں بینی بجائے سنگہا
رنگ اِن رنگوں کے دیکھے ماسوا	اور بجائے سنگ موتی بے بہا
گوہراں چہ بلکہ دریائے شوی	آفتاب چرخ پیمائے شوی
موتی کیسا بلکہ دریا ہو سکے	آفتاب چرخ پیما ہو سکے
کارکن در کارگہ باشد نہاں	تو برو در کارگہ بینش عیاں
کاریگر ہے کارخانے میں نہاں	کارخانے میں تو دیکھ اُس کو عیاں

۱ گدھ +

کار چوں بر کارکن پردہ تنید ‏ ‏ خارج آں کار نتوانیش دید
کاری گر پر پردہ تانا کام نے ‏ ‏ کس طرح دیکھے گا خارج کام سے

کارگہ چوں جائے باش عاملست ‏ ‏ آنکہ بیروں ست ازوے غافلست
کارگہ غافل کے رہنے کی ہے جا ‏ ‏ اس سے وہ غافل ہے جو باہر گیا

پس درآ در کارگہ یعنی عدم ‏ ‏ تا ببینی صنع و صانع را بہم
کارگہ میں آ جو گویا ہے عدم ‏ ‏ تاکہ دیکھے صنع و صانع کو بہم

کارگہ چوں جائے روشن دیدگیست ‏ ‏ پس بروں کارگہ پوشیدگیست
کارگہ ہے جائے روشن دیدگی ‏ ‏ اس سے جو باہر ہے وہ پوشیدگی

رو بہستی داشت فرعون عنود ‏ ‏ لاجرم از کارگاہش کور بود
مائل ہستی تھا فرعون لعیں ‏ ‏ کارگہ سے تھا وہ اندھا بالیقیں

لاجرم می خواست تبدیل قدر ‏ ‏ تا قضا را باز گرداند ز در
وہ قدر میں چاہتا تھا انقلاب ‏ ‏ تاکہ کر ڈالے قضا کا سدِ باب

خود قضا بر سبلت آں حیلہ مند ‏ ‏ زیر لب می کرد ہر دم ریشخند
دیکھ کر اس حیلہ جو کی یہ طلب ‏ ‏ مسکراتی تھی قضا خود زیر لب

صد ہزاراں طفل کشت او بیگناہ ‏ ‏ تا بگردد حکم و تقدیر الٰہ
لاکھوں بچے مار ڈالے بے گناہ ‏ ‏ تاکہ پھر جائے کبھی حکم الٰہ

تاکہ موسیٰ نبی ناید برول ‏ ‏ کرد بر گردن ہزاراں ظلم و خوں
تاکہ موسیٰ ہوں نہ پیدا۔ اس لئے ‏ ‏ ظلم و خوں اس نے ہزاروں کر دئے

ایں ہمہ خوں کرد موسیٰ زادہ شد ‏ ‏ وز برائے قہر او آمادہ شد
آئے موسیٰ باوجود اس ظلم کے ‏ ‏ اور سزا دینے کو آمادہ ہوئے

گر بدیدے کارگاہ لایزال ‏ ‏ دست و پایش خشک گشتے ز احتیال
کارگاہِ حق اگر وہ دیکھتا ‏ ‏ خشک ہوتے حیلہ گر کے دست و پا

اندرون خانہ اش موسیٰ معاف ‏— وز بروں می کشت طفلاں از گزاف

اس کے گھر میں امن موسیٰ کو رہا ‏— کٹتا تھا باہر کے بچوں کا گلا

ہمچو صاحب نفس کو تن پرورد ‏— بر دگر کس ظن حقدے می برد

مثل اُس تن پرور اہل نفس کے ‏— جو گمان کینہ اوروں پر کرے

کایں عدو و آں حسود و دشمن است ‏— خود حسود و دشمن او آں تن است

یہ ہے دشمن، وہ عدو ہے وہ حسود ‏— اُس کا دشمن آپ ہے اس کا وجود

او چو موسیٰ و تنش فرعون او ‏— او بہ بیروں می دود کہ کو عدو

وہ ہے موسیٰ جسم ہے فرعون سا ‏— اور وہ باہر ہے اُس کو ڈھونڈتا

نفس اندر خانۂ تن نازنیں ‏— بر دگر کس دست می خاید بکیں

نفس کا خانہ ہے جسم نازنیں ‏— دوسروں پر کیوں ہے غصہ بر کیں

ماں کا قاتل

آں یکے از خشم مادر را بکشت ‏— ہم بزخم خنجر و ہم زخم مشت

ماں کو مارا غصے میں اک شخص نے ‏— بے طرح گھونسوں سے اور تلوار سے

آں یکے گفتش کہ از بد گوہری ‏— یاد ناوردی تو حق مادری

ایک نے اُس سے کہا۔ اے بد گہر ‏— ماں کے حق سے تو ہے شاید بے خبر

ہی تو مادر را چرا کشتی بگو ‏— او چہ کرد آخر بتو اے زشت خو

تو نے ماں کو مار ڈالا بے حیا ‏— ماں نے آخر کیا بگاڑا تھا ترا

ہیچ کس کشتست مادر اے عنود ‏— می نگوئی کو چہ کرد آخر چہ بود

اپنی ماں کو یوں ہے کوئی مارتا ‏— بات کیا ہے۔ آخر اس نے کیا کیا

گفت کارے کرد کاں عار وے است ‏— کشتمش کاں خاک ستار وے است

بولا اُس کا فعل تھا اک شرمناک ‏— مار ڈالا تا چھپا لے اُس کو خاک

متہم شد بایکے زاں کشتمش | غرقِ خوں در خاکِ گور آغشتمش

تہمتی اک سے اس کا خوں کیا | گور کی آغوش میں دفنا دیا

گفت آں کس را بکش اے محتشم | گفت پس ہر روزہ خلقے را کشم

معترض بولا کہ مار اُس شخص کو | بولا کیوں کر قتل روز اک شخص ہو

کشتم او را رستم از خونہائے خلق | نائے او بُرّم بہست از نائے خلق

اُس کو مارا خونِ خلقت سے بچا | تھا یہ بہتر اُس کی گردن کا کٹنا

نفسِ تست آں مادرِ بد خاصیت | کہ فسادِ اوست در ہر ناحیت

نفس ہے اک مادرِ بد خاصیت | جس سے جھگڑا ہے میانِ شش جہت

پس بکش او را کہ بہرِ آں دنی | ہر دمے قصدِ عزیزے می کنی

مار اُس کو جس کمینے کے لئے | خون تو کرتا ہے ہر لحظہ نئے

از وے ایں دنیائے خوش بر تست تنگ | از پئے او با حق و با خلق جنگ

اُس سے دنیا تیرے اوپر تنگ ہے | حق سے اور خلقت سے تیری جنگ ہے

نفس کشتی باز رستی ز اعتذار | کس ترا دشمن نماند در دیار

نفس کو مارے تو چھوٹے عذر سے | تا نہ دنیا میں کوئی دشمن رہے

گر شکال آرد کسے بر گفتِ ما | از برائے انبیاء و اولیا

لوگ میری بات پر گر شک کریں | انبیا و اولیا کے باب میں

کانبیا را نے کہ نفسِ کشتہ بود | پس چرا شاں دشمناں بود و حسود

یعنی نفسِ انبیا تو کشتہ تھا | اُن کی دشمن کیوں تھی مخلوقِ خدا

گوش نہ اے تو طلبگارِ ثواب | بشنو ایں اشکال و شبہت را جواب

سن مری بات اے طلب گارِ صواب | میں تجھے دیتا ہوں اس شک کا جواب

دشمنِ خود بودہ اند آں منکراں | زخم بر خود می زدند ایشاں چناں

دشمن اپنے تھے وہ منکر سر بسر | زخم خود کھاتے تھے اپنے جسم پر

دشمن آں باشد کہ قصدِ جاں کند — دشمن آں نبود کہ خود جاں می کند
ہے وہی دشمن جو قصدِ جاں کرے — وہ نہیں دشمن جو اپنی جان دے

نیست خفاشک عدوئے آفتاب — او عدوئے خویش آمد در حجاب
کب ہے چمگادڑ عدوئے آفتاب — اپنی ہی دشمن ہے اندر وے حجاب

تابش خورشید او را می کشد — رنج او خورشید ہرگز کے کشد
مارتی ہے تابش خورشید اُسے — اُس سے کیا تکلیف سورج کے لئے

دشمن آں باشد کزو آید عذاب — مانع آمد لعل را از آفتاب
وہ ہے دشمن جس سے پہنچے کچھ عذاب — لعل سے جو دُور رکھتے آفتاب

مانع خویشند جملہ کافراں — از شعاع جوہر پیغمبراں
اپنے مانع ہیں یہ کافر دیکھ لے — آپ ہی پیغمبروں کے نور سے

کے حجاب چشم آں فرد ند خلق — چشم خود را کور و کژ کردند خلق
کاملوں کی آنکھ کا کب ہیں حجاب — خود ہی اندھے ہو گئے ناکامیاب

چوں غلامِ ہندوئے کو کیں کشد — از ستیزہ خواجہ خود را می کشد
جس طرح کوئی غلام کینہ ور — لڑ کے آقا سے مرے خود بے خبر

سرنگوں می افتد از بامِ سرا — تا زیانے کردہ باشد خواجہ را
کوٹھے کی چھت سے گرائے آپ کو — تاکہ اس سے خواجہ کو نقصان ہو

گر شود بیمار دشمن با طبیب — در کند کودک عداوت با ادیب
ہو اگر بیمار بیزارِ طبیب — یا ہو اک بچہ دل آزارِ ادیب

درحقیقت رہزنِ جانِ خود اند — راہِ عقل و جانِ خود را خود زدند
اصل میں رہزن ہیں اپنی جان کے — اپنی عقل و جاں کی رہ روکے ہوئے

گازرے گر خشم گیرد ز آفتاب — ماہیے گر خشم می گیرد ز آب
دھوبی گر غصہ کرے خورشید پر — مچھلی پانی سے اگر ہو کینہ ور

تو نکو بنگر کرا دارد زیاں ۔۔۔ عاقبت کہ بود سیاہ اختر ازاں

دیکھتا رہ کس کو پھر پہنچے زیاں ۔۔۔ کون ہوتا ہے سیہ اختر وہاں

گر ترا حق آفریدہ زشت رُو ۔۔۔ تو مشو ہم زشت رُو ہم زشت خو

حق نے گر پیدا کیا ہے زشت رُو ۔۔۔ تو نہ بن جا زشت رُو اور زشت خو

در بود کفشت مرو در سنگلاخ ۔۔۔ ور دو شاخ ست مشو تو چار شاخ

طے نہ کر جُوتے سے پتھریلی زمیں ۔۔۔ چار ٹکڑے پر نہ ہو جائے کہیں

تو حسودی کز فلاں من کمترم ۔۔۔ می فزاید کمتری در اخترم

ہے حسد تجھ کو کہ میں ہُوں اُس سے کم ۔۔۔ کمتری ہے میرے طالع میں بہم

خود حسد نقصان و عیب دیگر است ۔۔۔ بلکہ از جملہ کمیہا بدتر است

یہ حسد خود دوسرا اک عیب ہے ۔۔۔ ساری کمیوں سے برا لاریب ہے

آں بلیس از ننگ و عارِ کمتری ۔۔۔ خویشتن افگند در صد ابتری

تھا جو شیطاں کو خیالِ کمتری ۔۔۔ اُس نے پائی اس طرح سو ابتری

از حسد می خواست تا بالا بود ۔۔۔ خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود

وہ حسد سے چاہتا تھا برتری ۔۔۔ برتری اس کی مصیبت ہو گئی

آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت ۔۔۔ وز حسد خود را ببالا می فراشت

مصطفیٰؐ سے ننگ تھی بوجہل کو ۔۔۔ اور سرکش تھا حسد سے دوستو

بوالحکم نامش بُدو بوجہل شد ۔۔۔ اے بسا اہل از حسد نااہل شد

بوالحکم سے ہو گیا بوجہل وہ ۔۔۔ اہل تھے جو ہو گئے نااہل وہ

من ندیدم در جہانِ جستجو ۔۔۔ ہیچ اہلیت بہ از خوئے نکو

میں نے دنیا میں نہیں دیکھی سُنی ۔۔۔ کوئی اہلیت نکوئی سے بھلی

انبیا را واسطہ زاں کرد حق ۔۔۔ تا پدید آید حسد ہا در قلق

انبیاؑ کو واسطہ حق نے کیا ۔۔۔ تاکہ اظہارِ حسد ہو بر ملا

درگذار از فضل در چستی و فن | کار خدمت دارد و خلقِ حسن
چھوڑ دے یہ چستی فضل و ہنر | خدمت و اخلاق سے کچھ کام کر

زانکہ کس را از خدا عارے نبود | حاسدِ حق ہیچ دیارے نبود
کیونکہ حق سے کب کسی کو عار تھی | حاسدِ حق کب ہے دنیا میں کوئی

آں کسے کش مثلِ خود پنداشتی | زاں سبب با او حسد برداشتی
تھا جو اپنا سا کسی کو جاننا | اس سے کرتا تھا حسد تو برملا

چوں مقرر شد بزرگیٔ رسولؐ | پس حسد ناید کسے را از قبول
جب مقرر ہے بزرگی رسولؐ | ہو نہ حاسد کوئی سب کر لیں قبول

پس بہر دورے ولیے قائم است | تا قیامت آزمایش دائم است
ہر زمانے میں ہے قائم اک ولی | تا قیامت امتحاں ہے دائمی

ہر کرا خوئے نکو باشد برست | ہر کسے کو شیشہ دل باشد شکست
اچھی عادت جس کی تھی وہ تھا رہا | وہ شکستہ ہے جو شیشہ دل ہوا

پس امامِ حی قائم آں ولی ست | خواہ از نسلِ عمرؓ خواہ از علیؓ ست
وہ ولی ہے حی و قائم دیکھ لے | ہو عمرؓ کی یا علیؓ کی نسل سے

مہدی و ہادی ویست اے راہ جو | ہم نہان و ہم نشستہ پیش رو
ہے وہی ہادی بھی مہدی بھی وہی | ہے وہی ظاہر بھی مخفی بھی وہی

او چو نور ست و خرد جبریلؑ او | آں ولیے کم ازو قندیل او
وہ ہے نور اس کی خرد جبرئیلؑ ہے | جو ولی ہے اس سے کم قندیل ہے

وانکہ زیں قندیل کم مشکوٰۃ[1] ماست | نور را در مرتبت ترتیبہا ست
کم ہے جو قندیل سے مشکوٰۃ ہے | نور کے درجے ہیں گویا پے بہ پے

زانکہ ہفصد پردہ دارد نورِ حق | پردہائے نور داں چندیں طبق
سات سو پردے میں نورِ ذات کے | نور ہے پردوں میں ازم طبقات کے

[1] چراغ دان ✤

از پسِ ہر پردہ قومے را مقام
صف بصف ایں پردہاشاں تا امام
پردوں کے پیچھے ہے قوموں کا مقام
صف بصف ہیں سارے پردے تا امام

اہلِ صفِ آخریں از ضعفِ خویش
چشمِ شاں طاقت ندارد نورِ بیش
ضعف کا ہے آخری صف میں وفور
اُن کی آنکھوں میں نہیں کچھ تاب نور

واں صفِ پیش از ضعیفیِ بصر
تاب نارد روشنائی بیشتر
اگلی صف میں ہے بصارت کی کمی
تاب اُس میں بھی نہیں کچھ نور کی

روشنیے کو حیاتِ اوّل است
رنجِ جان و فتنۂ ایں احول است
روشنی، جو ہے حیاتِ اوّلیں
جانِ احول کے لیئے رنج آفریں

احولیہا اندک اندک کم شود
چوں ز ہفتصد بگذرد او یم شود
بھینگا پن ہوتا ہے رفتہ رفتہ کم
سات سو پردوں سے گذرے تو ہو یم[1]

آتشے کاصلاحِ آہن یا زر است
کے صلاحِ آبی و سیب تر است
آگ سے ہوں ٹھیک آہن اور زر
کب ہو اصلاح بہی و سیب تر

سیب و آبی خامیئے دارد خفیف
نے چو آہن تابشے خواہد لطیف
سیب و آبی میں ہے اک خامی خفیف
مثلِ آہن چاہیں کب تابش لطیف

لیک آہن را لطیف آں شعلہاست
کو جذوبِ تابشِ آں اژدہاست
کیا لطیف آہن کے ہیں یہ مشغلے
اژدہے[2] کی تابشوں کو کھینچ لے

ہست آں آہن فقیرِ سخت کش
زیرِ پتک و آتش است او سرخ و خوش
مثلِ آہن ہے فقیر مبتلا
آگ اور گھن میں ہے خوش اور سُرخ سا

حاجبِ آتش بود بے واسطہ
در دلِ آتش رود بے رابطہ
آگ کا پردہ بنے بے واسطہ
جائے دل میں آگ کے بے رابطہ

[1] سمندر۔
[2] آگ سے مراد ہے۔

بے حجابے آب و فرزندانِ آب
پختگی ز آتش نیابندہ خطاب

پانی اور پانی سے جو چیزیں ہیں کہیں
آگ سے کب پختگی حاصل کریں

واسطہ دیگے بود یا تابۂ
ہمچو پارا در روِشش پا تابۂ

واسطہ ہو گا توے یا دیگ سے
پائے تابہ پاؤں میں جیسے رہے

یا مکانے درمیاں تا آں ہوا
می شود سوزان و می آرد نما

یا مکاں ہو درمیاں۔ اُس کی ہوا
گرم ہو کر دے اُسے نشو و نما

پس فقیر آن ست کو بے واسطہ ست
شعلہ ہا را با وجودش رابطہ ست

ہے فقیر اب وہ جو ہو بے واسطہ
جس کے تن سے شعلوں کو ہو رابطہ

پس فقیر آن ست کو خود را دہد
آبِ حیوانے کہ ماند تا ابد

ہے فقیر اب وہ جو خود کو دے بلا
آبِ حیواں، تاکہ حاصل ہو بقا

پس دلِ عالم وے ست آں را کہ تن
می رسد از واسطہ ایں دل بفن

ہے دلِ عالم میں اُس کا راستہ
جس طرح دل کو ہے تن سے واسطہ

دل نباشد تن چہ داند گفتگو
دل نجوید تن چہ داند جستجو

دل نہ ہو تو تن کرے کیا گفتگو
دل نہ ہو تو تن کرے کیا جستجو

پس نظر گاہِ شعاع آں آہن ست
پس نظر گاہِ خدا دل نے تن ست

ہے نظر گاہِ شعاع آہن بنا
تن نہیں دل ہے نظر گاہِ خدا

باز ایں دلہائے جزوی چوں تن ست
با دلِ صاحبدلے کو معدن ست

اور دل اس کے سوا۔ ہیں مثلِ تن
اہلِ دل کا دل ہے معدن بے سخن

بس مثال و شرح خواہد ایں کلام
لیک ترسم تا نلغزد فہمِ عام

چاہتا ہے شرح پوری یہ کلام
ڈر یہ ہے سمجھے گا کیونکہ فہمِ عام

تا نگردد نیکوئی ما بدی
اینکہ گفتم ہم نبد جز بے خودی

اور کہیں نیکی نہ ہو جائے بدی
کہہ دیا یہ بھی براہِ بے خودی

پائے کژرا کفش کژ بہتر بود — مر گدا را دستگہ بر در بود

پائے کج میں ٹیڑھی جوتی خوب تر — اور گدا کی خو ہے پھرنا دربدر

بادشاہ کی طرف سے دو غلاموں کا امتحان

پادشاہے دو غلام ارزاں خرید — با یکے زاں دو سخن گفت و شنید

بادشہ نے دو لیئے سستے غلام — ایک سے دو باتیں کیں اے خوش کلام

یافتش زیرک دل و شیریں جواب — از لب شکر چہ زاید شکر آب

دونوں باتوں کا ملا شیریں جواب — شکریں ہونٹوں سے ٹپکا شکر آب

آدمی مخفی ست در زیر زباں — ایں زباں پردہ ست بر درگاہ جاں

[ملہ] آدمی اپنی زباں میں ہے چھپا — یہ زباں پردہ ہے بزم روح کا

چونکہ بادے پردہ را درہم کشید — سر صحن خانہ شد بر ما پدید

جب کہ پردہ درمیاں سے اُٹھ گیا — تھا ہمارے سامنے آنگن کھلا

کاندراں خانہ گہر یا گندم است — گنج زر یا جملہ مار و کژدم است

یعنی گھر میں گیہوں ہیں یا ہیں گہر — سانپ بچھو ہیں کہ گنج مال و زر

یا دراں گنجست و مارے بر کراں — زانکہ نبود گنج زر بے پاسباں

یا ہے اُس میں گنج اور اُس پر ہے مار — بے نگہباں گنج کب ہوتا ہے یار

بے تامل او سخن گفتے چناں — کز پس پانصد تامل دیگراں

بے تامل ایسی باتیں کرتا تھا — جو تامل سے نہ کرتا دوسرا

گفتی اندر باطنش دریا ستے — جملہ دریا گوہر گویا ستے

اس کے اندر ایک دریا تھا نہاں — سارا دریا گنج گوہر بے گماں

ملہ حضرت امیر المومنینؓ سے منقول ہے "المرء مخبوءٌ تحت لسانہ" یعنی آدمی اپنی زبان میں پوشیدہ ہے ۔

نورِ ہر گوہر کزو تاباں شدے
حق و باطل را ازو فرقاں شدے

نور تھا جو موتیوں سے ضو فشاں
اس سے فرق حق و باطل تھا عیاں

نورِ فرقاں فرق کردے بہر ما
ذرہ ذرہ حق و باطل را جدا

نورِ فرقاں فرق کر دیتا ذرا
اور کرتا حق و باطل کو جدا

نورِ گوہر نورِ چشمِ ما شدے
ہم سوال و ہم جواب از ما بُدے

نورِ گوہر آنکھ میں تھا کامیاب
تھا ہمیں سے ہر سوال اور ہر جواب

چشم کژ کردی و دیدی قرص ماہ
چوں سوال است ایں نظر در اشتباہ

چشم کج سے چاند دو آئے نظر
شبہ ہے مثلِ سوال اے خوش سیرا

راست کرد آں چشم را در ماہتاب
تا یکے بینی تو مہ را ایں جواب

دیکھ سیدھی آنکھ کر کے ماہتاب
چاند اک آئے نظر، یہ ہے جواب

فکرتت را کژ مبیں نیکو نگر
ہست ہم نور و شعاع آں گہر

فکر کو ٹیڑھا نہ کر اور غور کر
نور بھی ہے اور ہے تاب گہر

ہر جوابے کاں ز گوش آید بدل
چشم گفت از من شنو آں را بہل

جو جواب آتا ہے دل میں کان سے
آنکھ بولی مجھ سے سُن اور چھوڑ اسے

گوش دلّال است و چشم اہلِ وصال
چشم صاحب حال و گوش اصحاب قال

کان ہے دلّال آنکھ اہلِ وصال
آنکھ صاحب حال، کان اصحاب قال

در شنودِ گوش تبدیل صفات
در عیان دیدہا تبدیل ذات

ہے شنودِ گوش تبدیل صفات
اور عیاں آنکھوں میں ہے تبدیل ذات

ز آتش ار علمت یقیں شد از سخن
پختگی جو در یقیں منزل مکن

علمِ ذات اس طرح ہو جائے اگر
اور کر پختہ یقیں سے بھی گذر

تا نسوزی نیست آں عین الیقیں
ایں یقیں خواہی در آتش در نشیں

تا نہ ہو سوزاں، نہیں عین الیقیں
گر یقیں چاہے تو ہو آتش نشیں

گوش چوں ناقد[1] بود دیدہ شود	ورنہ قل در گوش پیچیدہ شود
کان جب ناقد ہو۔ بن جائے نظر	قال ورنہ کان میں ہو منتشر
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	تا کہ شہ با آں غلامانش چہ کرد
یہ ہے بے پایاں سخن، اب سن ذرا	شاہ نے کیا اُن غلاموں سے کیا

بادشاہ کا دونوں غلاموں میں سے ایک کو علیحدہ کر کے اُس سے دریافت کرنا اور اُس کا بتانا

ایں غلامک را چو دید اہلِ ذکا	آں دگر را کرد اشارت کہ بیا
پہلے کو شہ نے جو دیکھا پُر ذکا	دوسرے کو یوں کیا ایما کہ آ
کافِ رحمت گفتمش تصغیر نیست	جد چو گوید طفلکم تحقیر نیست
کافِ[2] رحمت ہے یہ ہے تصغیر کیا	جد کہے بچے تو ہو تحقیر کیا
چوں بیامد آں دوم در پیشِ شاہ	بود او گندہ دہاں دنداں سیاہ
شاہ کے آگے جو آیا دوسرا	دانت کالے تھے۔ دہن گندہ سا تھا
گرچہ شہ ناخوش شد از گفتارِ او	جستجوئے کرد ہم از کارِ او
شاہ کو ناخوش ہوا گفتار سے	حال کچھ دریافت اُس سے بھی کئے
گفت با ایں شکل و ایں گندہ دہاں	دور بنشیں لیک آں سو تر مراں
بولا یہ گندہ دہانی اور یہ حال	دور بیٹھ۔ آگے نہ جا اے نحس فال

[1] پرکھنے والا۔ پہچاننے والا +

[2] یعنی غلامک میں جو کاف ہے، وہ کافِ تصغیر نہیں، بلکہ جس طرح دادا اپنے پوتے کو پکارتا ہے۔ اُسی طرح محبت کی وجہ سے غلامک کہا گیا ہے +

تا علاج این دہان تو کنیم ۔۔۔ تو مریض و ما طبیب پُر فنیم
تا علاج اس کا کریں اے بد نصیب ۔۔۔ تو ہے بیمار اور ہم تیرے طبیب

کہ تو زاہل نامہ و رقعہ بدی ۔۔۔ نے جلیس و یار ہم بقعہ بدی
نامہ و پیغام کے لائق ہے تو ۔۔۔ ہم نشینی میں کہاں فائق ہے تو

بہرِ کیکے تو گلیمے سوختن ۔۔۔ نیست لائق از تو دیدہ دوختن
پھونکنا کمبل کو پسّو کے لئے ۔۔۔ نا مناسب تجھ سے دیدے پھیرنے

با ہمہ منشیں دو سہ دستاں بگو ۔۔۔ تا بہ بینیم صورتِ عقلت نکو
بیٹھ کر دو تین قصّے دے سنا ۔۔۔ تا کہ تیری عقل کا ہو کچھ پتا

آں ذکی را پس فرستاد او بکار ۔۔۔ سوئے حمّامے کہ رو خود را بخار
اس ذکی کو اس نے بھیجا کام سے ۔۔۔ جانب حمام، زینت کے لئے

وین دگر را گفت تو چہ زیرکی ۔۔۔ صد غلامے در حقیقت نے یکی
دوسرے سے پھر کہا تو زیرک ہے ۔۔۔ سو غلاموں کے برابر ایک ہے

باز قابل تر بدی زاں یارِ خود ۔۔۔ نزدِ ما آکہ تو بہ زاں یارِ بد
تو بہت قابل ہے اپنے دوست سے ۔۔۔ بیٹھ میرے پاس، اے اس سے بھلے

آں نہ کہ خواجہ تاشِ تو نمود ۔۔۔ از تو ما را سرد می کرد آں حسود
تو نہیں ویسا جو کچھ اس نے کہا ۔۔۔ سرد اس نے تجھ سے میرا دل کیا

گفت او دزد و کژ است و کژ نشیں ۔۔۔ حیز و نامرد و چناں است و چنیں
اس نے تجھ کو چور اور کج رو کہا ۔۔۔ ہیجڑا، نامرد، جانے کیا اور کیا

گفت پیوستہ بُدست او راست گو ۔۔۔ راست تر من کس ندیدستم ازو
بولا وہ دائم ہے سچا بالیقیں ۔۔۔ ایسا سچا میں نے دیکھا ہی نہیں

راستی و نیک خوئی و حیا ۔۔۔ حلم و دینداری و احسان و سخا
نیک خوئی اور سچائی اور حیا ۔۔۔ حلم، دینداری، اور احسان و سخا

راستگوئی در نہادش خلقتے ست | ہر چہ گوید من نگویم تہمتے ست
قطرۃً اُس میں ہیں یہ اوصاف سب | جو مجھے اُس نے کہا، تہمت ہے کب

کے نگویم آں نکو اندیش را | متہم دارم وجودِ خویش را
کیوں بھلا میں اُس کو کیوں الزام دوں | متہم اپنی ہی ہستی کو کروں

باشد او در من ببیند عیبہا | من نہ بینم در وجودِ خود شہا
مجھ میں شاید عیب اُسے آئیں نظر | مجھ سے جو پوشیدہ ہیں اے دادگر!

ہر کسے گر عیب خود دیدے زپیش | کے بدے فارغ وے از اصلاحِ خویش
اپنے عیبوں کو جو کوئی جانتا | کیوں نہ پھر اصلاح کرتا برملا

غافل اند ایں خلق از خود بیخبر | لاجرم گویند عیبِ ہمدگر
بے خبر ہیں لوگ، غافل بے گماں | دوسرے کے عیب کرتے ہیں بیاں

من نہ بینم روئے خود را اے شمن | من ببینم روئے تو تو روئے من
اپنی صورت خود نظر آتی ہے کیا؟ | تو مرا ہے، میں تماشائی ترا

آں کسے کہ او ببیند روئے خویش | نورِ او از نورِ خلقاں است بیش
جس کا چہرہ خود ہو اُس کا آئینا | نور اُس کا نورِ خلقت سے سوا

نورِ حسّی نبود آں نورے کہ او | نورِ خود محسوس بیند پیش رو
نورِ حسّی وہ نہیں ہوتا ہے نور | نور کا جو دیکھ لے اپنے ظہور

گر بمیرد نورِ او باقی بود | زآنکہ دیدش دیدِ خلّاقی بود
نور ہو باقی۔ اگر وہ ہو فنا | کیونکہ اُس کی دید ہے دیدِ خدا

گفت تو ہم عیبِ او گو مو بمو | آنچناں کہ گفت او از عیبِ تو
شاہ بولا۔ تو بھی اُس کے عیب کہہ | جس طرح اُس نے کہا، لاریب کہہ

تا بدانم کہ تو غمخوارِ منی | کدخدائے ملکت و کارِ منی
تا میں سمجھوں تو مرا غمخوار ہے | تا میں جانوں قابلِ دربار ہے

گفت اے شہ من بگویم عیبہاش ‌ ‌ گرچہ ہست او مر مرا خوش خواجہ تاش[1]

بولا اس کے عیب دیتا ہوں بتا ‌ ‌ گرچہ خواجہ تاش ہے وہ بھی مرا

عیب او مہر و وفا و مردمی ‌ ‌ عیب او صدق و صفا و ہمدمی

عیب ہے مہر و وفا اور مردمی ‌ ‌ عیب ہے صدق و صفا اور ہمدمی

کمترین عیبش جوانمردی و داد ‌ ‌ آں جوانمردی کہ جاں را ہم بداد

عیب ادنیٰ ہے جواں مردی و داد ‌ ‌ وہ جواں مردی کہ دیدے جان شاد

صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید ‌ ‌ چہ جوانمردی بود کاں را ندید

لاکھوں جانیں حق نے کردیں آشکار ‌ ‌ کیا جواں مردی ہو اگر دیکھے نہ یار

ور بدیدے کے بجاں بخلش بدے ‌ ‌ بہر یک جاں کے چنیں غمگیں شدے

دیکھتا تو بخل کیوں ہوتا اُسے ‌ ‌ ہوتا کیوں غمگین اک جاں کے لئے

بر لب جو بخل آب آں را بود ‌ ‌ کو ز جوئے آب نابینا بود

ہو لب جو پر اُسے بخل اس قدر ‌ ‌ جوئے آب آتی نہ ہو جس کو نظر

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقیں ‌ ‌ داند او پاداش خود در یوم دیں

ہے نبی کا قول سب کو ہے یقیں ‌ ‌ اپنی پاداش عمل کا یوم دیں

کہ یکے را دہ عوض می آیدش ‌ ‌ ہر زماں جودے دگرگوں زایدش

ایک کے بدلے ملیں گے دس ثواب ‌ ‌ ہو گا ہر لحظہ کرم اک بے حساب

جود جملہ از عوضہا دیدن است ‌ ‌ پس عوض دیدن ضد ترسیدن است

جود ہے لیکن عوض کی دید ہی ‌ ‌ اور عوض کی دید ہے ضد خوف کی

بخل نادیدن بود اعواض[2] را ‌ ‌ شاد دارد دید دُر غوّاص را

بخل ہے منہ پھیرنا اعواض سے ‌ ‌ غوطہ زن ہے شاد موتی دیکھ کے

[1] ایک ہی آقا کے دو غلام ہوں تو وہ خواجہ تاش کہلاتے ہیں +

[2] جمع عوض - بدلے +

پس بعالم ہیچ کس نبود بخیل ‏ ‏ زانکہ کس چیزے نیارد بے بدیل

پس بخیل اس دہر میں کوئی نہیں ‏ ‏ بے عوض ملتی ہے کوئی شے کہیں؟

پس سخا از چشم آید نے زدست ‏ ‏ دید دارد کار جز بینا تراست

ہے سخا آنکھوں سے ہاتھوں سے نہیں ‏ ‏ دید ہی افضل ہے اور بینا تریں

عیب دیگر آنکہ خود بیں نیست او ‏ ‏ ہست او در ہستی خود عیب جو

عیب یہ بھی ہے کہ وہ خود بیں نہیں ‏ ‏ اپنی ہی ہستی کا ہے وہ نکتہ چیں

عیب گو و عیب جو خود بداست ‏ ‏ با ہمہ نیکو و با خود بد بداست

عیب گو اپنا ہی ہے وہ با وفا ‏ ‏ نیک سب کے ساتھ ہے ساتھ اپنے برا

گفت شہ جلدی مکن در مدح یار ‏ ‏ مدح خود در ضمن مدح او میار

شاہ بولا، دوست کا ہے مدح گر ‏ ‏ اپنی تعریف اُس کے پردے میں نہ کر

زانکہ من در امتحاں آرم ورا ‏ ‏ شرمساری آیدت در ماجرا

کیونکہ میں لوں گا جب اس کا امتحاں ‏ ‏ شرمساری تجھ کو ہو گی بے گماں

غلام کا اپنی سچائی پر قسم کھانا

گفت نے واللہ باللہ العظیم ‏ ‏ مالک الملک و رحمٰن رحیم

بولا ہے سوگندِ اللہِ عظیم ‏ ‏ جو ہے مالک اور رحمٰن و رحیم

آں خدائے کہ فرستاد انبیا ‏ ‏ نے بحاجت بل بفضل کبریا

وہ خدا بھیجے ہیں جس نے انبیا ‏ ‏ تھی نہ کچھ حاجت فقط یہ فضل تھا

آں خداوندے کہ از خاک ذلیل ‏ ‏ آفرید او شہسواران جلیل

وہ خدا جس نے ذلیل اس خاک سے ‏ ‏ شہسوار اتنے بڑے پیدا کیے

پاک شاں کرد از مزاج خاکیاں ‏ ‏ بگذرانید از تگِ افلاکیاں

خاکیوں سے پاک اُن کو کر دیا ‏ ‏ پھر فرشتوں سے دیا اُن کو بڑھا

برگرفت از نار و نور صاف ساخت | وانگہ او بر جملۂ انوار تاخت
نور بخشا اور چھڑایا نار سے | پھر بڑھا ڈالا تمام انوار سے

آں سنا برقی[1] کہ بر ارواح تافت | تاکہ آدم معرفت زاں نور یافت
تھا سنا برقی کا روحوں میں ظہور | تا ملا آدمؑ کو وہ عرفان نور

آں کز آدم رست و دست شیث چید | پس خلیفہ اش کردہ آدم چوں بدید
قلب آدمؑ سے وہ پہنچا شیثؑ پر | کر دیا آدمؑ نے نائب دیکھ کر

نوح از آں گوہر چو برخوردار شد | در ہوائے بحر جاں دُربار شد
نوحؑ اُس گوہر سے برخوردار تھے | بحر جاں کی موج میں دُربار تھے

جان ابراہیمؑ از آں انوار زفت | بے حذر در شعلہائے نار رفت
نور پہنچا جان ابراہیمؑ پر | آگ کے شعلوں میں ٹھہرے بے خطر

چونکہ اسمعیلؑ در جویش فتاد | پیش دشنۂ آبدارش سر نہاد
جب تھے اسمعیلؑ اُس سے کامگار | سر جھکا یا پیش تیغ آب دار

جان داؤدؑ از شعاعش گرم شد | آہن اندر دست بافش نرم شد
جان داؤدؑ اس کی کرنوں سے تھی گرم | لوہا اُن کے ہاتھ میں ہوتا تھا نرم

چوں سلیماں شد وصالش را رضیع | دیو گشتش بندہ فرمان مطیع
جب سلیماںؑ اُس سے نور افشاں ہوئے | دیو اُن کے تابع فرماں ہوئے

در قضا یعقوبؑ چوں بنہاد سر | چشم روشن کرد از بوئے پسر
جب قضا یعقوبؑ نے منظور کی | آنکھ روشن بوئے یوسفؑ سے ہوئی

یوسف مہرو چو دید آں آفتاب | شد چناں بیدار در تعبیر خواب
یوسفؑ مہرو نے دیکھا آفتاب | جاگ اُٹھا دیکھ کر تعبیر خواب

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ: یَکَادُ سَنَا بَرْقِہٖ یَذْہَبُ بِالْاَبْصَارِ ۔ نزدیک ہے کہ اُس کی بجلی کی چمک آنکھوں کا نور زائل کر دے ۔

چوں عصا از دستِ موسیٰؑ آب خورد	ملکت فرعون را یک لقمہ کرد
جب عصا نے پانی موسیٰؑ سے پیا	ملک کو فرعون کے لقمہ کیا
جانِ جرجیسؑ از فرش چوں رہ ازیافت	ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت
بھید پایا اس سے جب جرجیسؑ نے	جان دے دی سات بار اور جی اٹھے
چونکہ زکریاؑ ز عشقش دم زدے	کرد در جوفِ درختش جاں فدے
دم جو زکریاؑ نے مارا عشق کا	جان اندر پیڑ کے کردی فدا
چونکہ یونسؑ جرعۂ زاں جام یافت	در درونِ ماہی او آرام یافت
جام سے یونسؑ ہوئے جب میگسار	پیٹ میں مچھلی کے تھا اُن کو قرار
چونکہ یحییٰؑ مست گشت از شوقِ او	سر بطشت زر نہاد از ذوقِ او
مست یحییٰؑ تھے جو اُس کے شوق سے	اپنا سر تھالی میں رکھا ذوق سے
چوں شعیبؑ آگاہ شد زیں ارتقا	چشم را در باختن از بہرِ لقا
جب شعیبؑ اس بات سے واقف ہوئے	دید کی خاطر وہ اندھے ہو گئے
شکر کرد ایوبؑ صابر ہفت سال	در بلا چوں دید آثارِ وصال
اور رہے ایوبؑ صابر سات سال	دیکھے جب آفت میں آثارِ وصال
خضر و الیاسؑ ازمیش چوں دم زدند	آبِ حیواں یافتند و گم زدند
جب پیے مے پی خضرؑ اور الیاسؑ نے	آبِ حیواں پا کے بھی چھوڑا اسے
زرد بانش عیسیٰؑ مریم چو یافت	بر فرازِ گنبدِ چارم شتافت
پائی عیسیٰؑ نے جب اُس کی زرد بان	مل گیا رہنے کو چوتھا آسمان
چوں محمدؐ یافت آں ملکِ نعیم	قرصِ مہ را کرد در دم او دو نیم
جب محمدؐ کو ملا مُلکِ نعیم	چاند کو دم بھر میں کر ڈالا دو نیم
چوں ابوبکرؓ آیتِ توفیق شد	با چناں شہ صاحب و صدیق شد
جب ابوبکرؓ آیت توفیق تھے	تھے مصاحب شہ کے اور صدیق تھے

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد   حق و باطل را چو دل فاروق شد
جب عمرؓ کو ل گیا معشوق وہ   حق و باطل کے ہوئے فاروق[1] وہ

چونکہ عثمانؓ آں عیاں را عین گشت   نور فائض بود ذوالنورین گشت
چونکہ عثمانؓ اُس عیاں کے عین تھے   نور سے معمور ذوالنورین تھے

چوں ز رویش مرتضیٰؓ شد دُرفشاں   گشت او شیر خدا در مرج جاں
مرتضیٰؓ اُس سے ہوئے جب دُرفشاں   ہو گئے شیر خدائے دو جہاں

روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند   عرش را دُرین و قرطین آمدند
روشن اس کے نور سے حسنینؓ تھے   گوشوارے عرش اعظم کے بنے

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار   واں سر افگندہ براہش مست وار
ایک نے جاں زہر سے کر دی نثار   دوسرے نے سر کٹایا مست دار

چوں جنیدؒ از جندِ او دید آں مدد   خود مقاماتش فزوں شد از عدد
تھے جنیدؒ اُس کی مدد سے شاد کام   ہو گئے حد سے سوا اُن کے مقام

بایزیدؒ اندر مزیدش راہ دید   نامِ قطب العارفیں از حق شنید
بایزیدؒ اُس سے ہوئے جب راہ بیں   ہو گئے دنیا میں قطب العارفیں

شاہِ منصورؒ آنکہ نصرت یار شد   تخت را بگذاشت سوئے دار شد
شاہ منصورؒ اس سے نصرت یاب تھے   تخت چھوڑا۔ دار کی جانب گئے

چونکہ کرخیؒ کرخ[2] او را شد حرس   شد خلیفہ عشق و ربانی نفس
تھے جو کرخیؒ کرخ کا اُس کے حرس   تھے خلیفہ عشق کے، عالی نفس

پور ادہمؒ مرکبِ آں سو راند شاد   گشت او سلطانِ سلطانان داد
پور[3] ادہمؒ جب چلے اُس سمت شاد   ہو گئے سلطانِ سلطانانِ داد

[1] فرق کرنے والا۔ [2] بغداد میں ایک مقام ہے۔
[3] یعنی ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دال شفیق از شقِ آں راہِ شگرف | گشت او خورشید رائے و تیز طرف
راہ میں اُس کی شفیقِ بلخ نے | چشمِ باطن پائی اور سورج بنے

شد فضیل از رہزنی رہ پیرِ راہ | چوں بلحظہ لطف شد ملحوظِ شاہ
رہزنی سے ہو گئے رہبر فضیلؒ | جب ہوا الطافِ خدا اُن کا کفیل

بشرِ حافیؒ را مبشر شد ادب | سر نہاد اندر بیابانِ طلب
بشرؒ حافی کو مبشر تھا ادب | ہو گئے صرفِ بیابانِ طلب

چونکہ ذوالنوں از غمش دیوانہ شد | مصرِ جاں را ہمچو شکر خانہ شد
اُس کا غم طاری ہوا ذوالنونؒ پر | مصرِ جاں کو کر لیا شکر کا گھر

چوں سری[۱] بے سر شد اندر راہِ او | بر سریرِ سروراں شد جاہِ او
جب سریؒ بے سر ہوئے اس راہ میں | ہو گئے سرور سریر و جاہ میں

صد ہزاراں پادشاہانِ جہاں | سرفرازانند زاں سوئے جہاں
ہیں ہزاروں بادشاہانِ جہاں | سرفراز اُس سمت سے اے مہرباں

نامِ شاں از رشکِ حق پنہاں بماند | ہر گدائے نامِ شاں را بر نخواند
نام اُن کا رشکِ حق سے چھپ گیا | ہر گدا نے نام اُن کا کب لیا

رحمت و رضوانِ حق در ہر زماں | باد بر جان و روانِ پاکِ شاں
رحمتِ حق اور رضوانِ خدا | اُن کی جانِ پاک پر ہو دائما

حقِ آں نور و حقِ نورانیاں | کاندراں بحراند ہمچوں ماہیاں
نور و اہلِ نور کی سوگند ہاں | بہ رہیں اس دریا میں گویا مچھلیاں

بحرِ جان و جانِ بحر ار گویمش | نیست لائق نامِ نو می جویمش
بحرِ جان و جانِ بحر اس کو کہوں | یہ نہیں موزوں، نیا اک نام لوں

[۱] حضرت سری سقطیؒ

حق ایں آنے کہ این آں از دست[ل] ‏ مغز ہا نسبت بدو باشند پوست
حق ایں و آں ہیں ایں و آں وہی ‏ مغز کو نسبت ہے اس سے پوست کی

کہ صفاتِ خواجہ تاش و یارِ من ‏ ہست صد چنداں کہ ایں گفتارِ من
ہاں صفات، اور وصف میرے دوست کا ‏ سو گنا ہے میرے کہنے سے سوا

آنچہ می دانم ز وصفِ آں ندیم ‏ باورت ناید چہ گویم اے کریم
وصف اُس کا میں ہوں جو کچھ جانتا ‏ باور آ سکتا نہیں اے باسخا

شاہ گفت اکنوں از آنِ خود بگو ‏ چند گوئی آنِ این و آنِ او
شاہ بولا اب تو اپنا حال کہہ ‏ اُس کے حال و قال سے خاموش رہ

تو چہ داری و چہ حاصل کردۂ ‏ از تگِ دریا چہ دُر آوردۂ
تو نے کیا پایا ہے کیا حاصل کیا ‏ تہ سے دریا کی گہر لایا ہے کیا

روزِ مرگ ایں حسن تو باطل شود ‏ نورِ جاں داری کہ یارِ دل شود
مرتے دم جب حسن ہو باطل ترا ‏ نورِ جاں ہے؟ تا ہو روشن دل ترا

در لحد کیں چشم را خاک آگند ‏ ہست آنچہ گور را روشن کند
آنکھ میں جب خاکِ تربت کی بھرے ‏ وہ بھی ہے جو قبر کو روشن کرے

آں زماں کیں دست و پایت بر درد ‏ پرّ و بالت ہست تا جاں بر پرد
دست و پا تیرے جو بے قابو رہیں ‏ بال و پر بھی ہیں کہ جاں کو لے اُڑیں

نورِ دل از جاں بود اے یارِ غار ‏ مستعار آں را مداں اے مستِ عار
نورِ دل ہے جان سے اے یارِ غار ‏ تو نہ اس کو جان ہرگز مستعار

آں زماں کیں جانِ حیوانی نماند ‏ جانِ باقی بایدت بر جا نشاند
جس گھڑی یہ جانِ حیوانی نہ ہو ‏ جانِ باقی چاہیے تنظیم کو

لہ اِس کی اور اُس کی قسم ⁂

شرطِ مَنْ جَا بِالْحَسَنْ نے کردن ست — بل حسن را سوئے حضرت بردن ست

شرط مَنْ جَا بِالْحَسَنْ[1] ہے بالیقیں — لانا نیکی سوئے ربّ العالمیں

جوہرے داری ز انساں یا خری — ایں عرضہا کہ فنا شد چوں بری

جوہر انساں ہے تجھ میں یا ہے خر[2] — ساتھ دیں فانی عرض کیا بے خبر

ایں عرضہائے نماز و روزہ را — چونکہ لایبقٰی زمانین انتفا

ہیں عرض روزہ نماز اور ہیں فنا — کب دو صورت میں عرض باقی رہا

نقل نتواں کرد مر اعراض را — لیک از جوہر برند امراض را

نقل کیونکر کیجیے اعراض کو — کھوئیے جوہر سے ان امراض کو

تا مبدّل گشت جوہر زیں عرض — چوں ز پرہیزے کہ زائل شد مرض

ہاں بدل جائے گا جوہر سے عرض — جیسے ہو پرہیز سے زائل مرض

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد — شد دہان تلخ از پرہیز شہد

اور پرہیز عرض جوہر بنا — تلخ منہ پرہیز سے میٹھا ہوا

از زراعت خاکہا شد سنبلہ — دارُوئے مو کرد مو را سلسلہ

ہو گئی کھیتی سے مٹی سنبلہ — بالوں نے پایا دوا سے سلسلہ

آں نکاحِ زن عرض بُد شد فنا — جوہر فرزند حاصل شد زما

تھا نکاحِ زن عرض۔ فانی ہوا — جوہر فرزند حاصل ہو گیا

---

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ جو ایک نیکی لائیگا وہ اُس کے برابر دس نیکیاں پائیگا۔

[2] جوہر ہر چیز کی اصل ہے۔ جو بذاتہٖ قائم ہوتی ہے اور عرض بذاتہٖ قائم نہیں ہوتا۔ جیسے کپڑا اور رنگ۔ کہ کپڑا جوہر ہے اور رنگ عرض۔ اور اعراض دو صورتوں میں باقی نہیں رہتے۔ ایک عرض جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ آ جاتا ہے +

جفت کردن اسپ و اشتر را عرض ‏ ‏ جوہر کرہ بزائیدن غرض
اونٹ یا گھوڑے کی جفتی ہے عرض ‏ ‏ بچہ کا جننا ہے جوہر اور غرض

ہست آں بستاں نشاندن ہم عرض ‏ ‏ گشت جوہر میوہ اش اینک غرض
یہ ہے باغوں کا لگانا بھی عرض ‏ ‏ جوہر اُس کے میوے ہیں یہ ہے غرض

ہم عرض داں کیمیا بردن بکار ‏ ‏ جوہرے زاں کیمیا گر شد بیار
کیمیا کا سیکھنا تو ہے عرض ‏ ‏ اس سے جوہر کا بنانا ہے غرض

صیقلے کردن عرض باشد شہا ‏ ‏ زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا
کرنا صیقل ہے عرض اے نامدار ‏ ‏ ہوتا ہے جوہر عرض سے آشکار

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام ‏ ‏ دخل آں اعراض را بنما مرم
یہ نہ کہہ میں نے عمل ایسا کیا ‏ ‏ حاصل اُن اعراض کا مجھ کو دکھا

ایں صفت کردن عرض باشد خمش ‏ ‏ سایۂ بُز را پئے قرباں مکش
یہ صفت کرنا عرض ہے چُپ رہو ‏ ‏ بھیڑ کے سائے کو قرباں کیوں کرو

گفت شاہا بے قنوطِ عقل نیست ‏ ‏ گر تو فرمائی عرض را نقل نیست
بولا اے شہ یاس ہے کب بے یاسِ عقل ‏ ‏ تو جو فرمائے عرض کو کب ہے نقل

پادشاہا جز کہ یاس بندہ نیست ‏ ‏ ہر عرض کاں رفت باز آیندہ نیست
یاس کی ہے بات مجھ کو الغرض ‏ ‏ یہ کہ جا کر لوٹتا کب ہے عرض

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر ‏ ‏ فعل بودے باطل و اقوال قشر
گر نہ ہوتی نقل اِن اعراض کی ‏ ‏ ہوتے باطل فعل بھی اور قول بھی

ایں عرضہا نقل شد لون دگر ‏ ‏ حشر ہر فانی بود کون دگر
ہر عرض کی نقل ہے رنگِ دگر ‏ ‏ حشر ہر فانی ہے اور اک حال پر

نقلِ ہر چیزے بود ہم لائقش ‏ ‏ لائق گلہ بود ہم سائقش
نقل ہر شے کے مطابق ہے یہاں ‏ ‏ ہوتا ہے گلّہ کے لائق گلّہ باں

وقت محشر ہر عرض را صورتیست　　صورت ہر یک عرض را نوبتیست

ہر عرض کی حشر میں صورت ہے ایک　　اور ہر صورت کی پھر نوبت ہے ایک

بنگر اندر خود نہ تو بودی عرض　　جنبش جفتی و جفتی با غرض

غور کر خود۔ کیا نہیں تھا تو عرض　　حرکت جفتی سے جفتی تھی غرض

بنگر اندر خانہ و کاشانہا　　در مہندس بود چوں افسانہا

دیکھ یہ گھر اور کاشانے مکاں　　تھے یہ افسانے مہندس میں نہاں

کاں فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش　　بود موزوں صفہ و سقف و درش

جس مکاں کو ہم نے دیکھا خوب تر　　اور تھے موزوں جس کے صحن و سقف و در

از مہندس آں عرض اندیشہا　　آلت آورد و ستوں از بیشہا

تھا عرض فکر مہندس میں فنِ دل　　لا با دہ صحرا سے آلات اور ستوں

چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ　　جز خیال و جز عرض اندیشۂ

کچھ تجھے معلوم اصل پیشہ ہے　　بس تخیل اور عرض اندیشہ ہے

جملہ اجزائے جہاں را بے غرض　　در نگر حاصل نشد جز از عرض

جملہ اجزائے جہاں کو بے غرض　　دیکھ لے۔ سب میں ملے گا اک عرض

اول فکر آخر آمد در عمل　　نسبت عالم چناں داں در ازل

فکر اول ہی عمل ہے آخری　　ہے ازل سے نسبت عالم یہی

میوہا در فکر دل اول بود　　در عمل ظاہر بآخر می شود

میوے پہلے فکر میں ہوتے ہیں یار　　ہوتے ہیں آخر عمل میں آشکار

چوں عمل کردی شجر بنشاندی　　اندر آخر حرف اول خواندی

جب شجر بویا عمل تو نے کیا　　یعنی پہلا حرف آخر میں پڑھا

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اولست　　آں ہمہ از بہر میوہ مرسلست

پہلے جڑ اور شاخ پتے ہیں مگر　　سب ہیں میوے کے لئے پیغامبر

پس سرے کہ مغزِ ایں افلاک بود ‌ اندر آخر خواجۂ[1] لولاک بود
بھید وہ جو مغز تھا افلاک کا ‌ آخر آخر خواجۂ[1] لولاک تھا

نقلِ اعراضست ایں بحث و مقال ‌ نقلِ اعراضست ایں شیر و شغال
عقل ہے اعراض کی بحث و مقال ‌ نقل ہیں اعراض کی شیر و شغال

جملہ عالم خود عرض بودند تا ‌ اندریں معنی بیامد ھَلْ اَتیٰ[2]
سارا عالم یہ عرض فی الجملہ تھا ‌ اس لئے نازل ہوئی تھی ھَلْ اَتیٰ

ایں عرضہا از چہ زائید از صور ‌ ویں صور ہم از چہ زائید از فکر
صورتوں سے یہ عرض تھے آشکار ‌ فکر سے یہ صورتیں تھیں جلوہ بار

ایں جہاں یک فکرتست از عقلِ کل ‌ عقل چوں شاہ ست و فکرتہا رسل
عقلِ کل کی فکر ہے سارا جہان ‌ عقل کو شہ، ایلچی فکروں کو مان

عالمِ اول جہانِ امتحاں ‌ عالمِ ثانی جزائے این و آں
پہلا عالم ہے جہانِ امتحاں ‌ دوسرا سب کی جزا اے مہرباں

چاکرت شاہا خیانت می کند ‌ آں عرض زنجیر و زنداں میشود
جب خیانت کرتا ہے اے شہ! غلام ‌ قید اور زنجیر سے پڑتا ہے کام

بندہ ات چوں خدمتِ شائستہ کرد ‌ آں عرض نے خلعتے شد در نبرد
خدمتِ شائستہ جب بندے کریں ‌ ہو عرض خلعت مصاف و جنگ میں

ایں عرض با جوہر آں بیضہ ست و طیر ‌ ایں ازاں و آں ازیں زاید بسیر
ہیں عرض اور جوہر انڈا اور پرند ‌ اس سے وہ ہو اُس سے یہ اے ہوشمند

[1] مراد از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؏

[2] قولہ تعالیٰ: ھَلْ اَتیٰ عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ یعنی تحقیق انسان پر ایک ایسا وقت آیا تھا کہ وہ کوئی مذکور شے نہ تھا۔ یعنی اُس کا کوئی ذکر اور نام ہی نہ تھا ؏

گفت شاہنشہ چنیں گیر المراد
ایں عرضہائے تو یک جوہر نزاد
بادشہ بولا کہ تو یہ فرض کر
بہتر ہے بے جوہر عرض ہیں سربسر

گفت مخفی داشتن ست آں را خرد
تا بود غیب ایں جہان نیک و بد
بولا اس کو رکھنی ہے مخفی خرد
غیب ہو تا یہ جہان نیک و بد

زانکہ گر پیدا شدے اسرار فکر
کافر و مومن نگفتے جز کہ ذکر
کیونکہ ظاہر ہوتے گر اسرار فکر
کافر و مومن کا ہوتا ایک ذکر

پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہ دیں
نقش دین و کفر بودے بر جبیں
ہوتا ظاہر اور نہ پنہاں شاہ دیں
نقش دین و کفر چمکاتی جبیں ۴۲

کے دریں عالم بت و بتگر بدے
چوں کسے را زہرۂ تسخر بدے
ہوتے بتگر اور بت عالم میں کیوں
اور جسر کرتا تمسخر کون یوں

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما
در قیامت کہ کند جرم و خطا
پس قیامت ہوتی یہ دنیا تمام
کیا قیامت میں گناہوں کا تھا کام

گفت شہ پوشید حق پاداش بد
لیک از عامہ نہ از خاصان خود
بولا شہ کی حق نے پوشیدہ سزا
عام لوگوں سے نہ خاصوں سے ذرا

گر بدامے افگنم من یک امیر
از امیراں خفیہ دارم نز وزیر
میں اگر قیدی بنا لوں اک امیر
کب امیروں کو خبر ہو جز وزیر

حق بمن بنمود پس پاداش کار
در صورہائے عملہا صد ہزار
حق نے مجھ پر کھول دی پاداش کار
صورت اعمال میں چندیں ہزار

تو نشانے دہ کہ من دانم تمام
ماہ را ابر من نمی پوشد غمام
تو نشانی دے کہ مجھ پر ہو عیاں
ابر میں کب چاند ہوتا ہے نہاں

گفت پس از گفت من مقصود چیست
چوں تو می دانی کہ آنچہ بود چیست
بولا ان باتوں کا ہے مقصود کیا
جب تو جانے کیا ہے وہ جو کچھ کہ تھا

گفت شه حکمت در اظهارِ جہاں　　آنکه دانسته بروں آید عیاں
بولا شہ یہ حکمتِ خلقِ جہاں　　جو تھا اس کے علم میں وہ ہو عیاں

آنچه می دانست تا پیدا نگرد　　بر جہاں ننہاد رنجِ طلق و درد
علم میں جو تھا نہ جب پیدا کیا　　کچھ نہ رنج و درد دنیا کو دیا

یک زماں بیکار نتوانی نشست　　تا بدی یا نیکی از تو بر نجست
بیٹھ سکتا کب ہے بے کار اک گھڑی　　کوئی نیکی تجھ سے ہو گی یا بدی

ایں تقاضائے کار از بہرِ آں　　شد موکل تا شود سرت عیاں
یہ تقاضے کام کے ہیں اس لئے　　تا کہ تیرا بھید تجھ پر کھلے

ورنہ کے گیرد کلاوہ تن قرار　　چوں ضمیرت می کشد او را بکار
ورنہ کب تیرے بدن کو ہو قرار　　جب ضمیر اُس کو کرے پابندِ کار

پس کلابہ تن کجا ساکن شود　　چوں سر رشتہ ضمیرش می کشد
تن کی گکڑی کب رہے آرام گیر　　کھینچتا رہتا ہے جب ڈورا ضمیر

تاسۂ تو شد نشانِ آں کشش　　بر تو بیکاری بود چوں جاں کنش
رنج تیرا اُس کشش کا ہے نشاں　　جاں کنی ہے تیری بے کاری یہاں

ایں جہان و آں جہاں زاید ابد　　ہر سبب مادر اثر از وے ولد
ہیں سبب زا ابد جہاں اور وہ جہاں　　اور ہم اُن کے اثر سے ہیں عیاں

چوں اثر زائید آں ہم شد سبب　　تا بزائید او اثرہائے عجب
جب اثر ہونا بھی ٹھہرا اک سبب　　اُس سے پیدا ہیں اثرہائے عجب

ایں سببہا نسل بر نسلست لیک　　دیدۂ باید منور نیک نیک
یہ سبب ہیں نسل بعد نسل اخی!　　چاہئے آنکھوں میں لیکن روشنی

شاہ با او در سخن اینجا رسید　　تا بدید از وے نشانے یا ندید
شاہ نے باتیں یہاں تک اُس سے کیں　　کیا خبر پایا پتہ کچھ یا نہیں ۲۲

ے چرخے کے تکلے پر لپٹا ہوا سوت کا گولہ ۔

گر بدید آں شاہ جویا دُور نیست | لیک ما را ذکرِ آں دستور نیست
دیکھا ہو کچھ شاہ نے۔ کیا دُور ہے | ذکر کرنا کب یہاں دستور ہے

بادشاہ اور دُوسرا غلام

چوں ز گرمابہ بیامد آں غلام | سوئے خویشش خواند آں شاہِ ہمام
آگیا حمام سے جب وہ غلام | شاہ نے اس کو بلایا لا کلام

گفت صحّاً لک نعیمٌ دائمٌ | بس لطیفی و ظریف و خوبرو
بولا دائم نعمتِ صحت تری | تو ہے نازک ماخوب ہے صورت تیری

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر | تا ازیں دیگر شود او با خبر
دوسرے کو اس نے بھیجا کام سے | تاکہ اس کا حال بھی پہچان لے

پیش بنشاندش بصد لطف و کرم | بعد ازاں گفت اے چو ماہ اندر ظلم
پاس بٹھلایا بصد لطف و کرم | پھر کہا اے چاند اے حُسنِ اتم

ماہروئی جعد موئی مشکبو | نیک [illegible] نیک خوئی نیک خو
اے حسیں! اے عنبریں مُو۔ ماہرو! | تو بلا شک ہے نہایت نیک خُو

اے دریغا گر نبودے در تو آں | کہ ہمی گوید برائے تو فلاں
پاک ہوتا کاش تو اس بات سے | کہ رہا ہے جو فلاں تیرے لیے

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدیے | دیدنت ملکِ جہاں ارزیدیے
شاد ہے وہ جس نے دیکھا ہے تجھے | کم ہے قیمت میں جہاں اس کے لئے

گفت رمزے را بگو اے پادشاہ | کز برائے من بگفت آں دیں تباہ
بولا۔ کچھ فرمائیے مجھ سے بھی شاہ | میری نسبت کہتا تھا کیا روسیاہ

گفت اوّل وصفِ دو روئیت کرد | کاشکارا تو دوائی خفیہ درد
بولا۔ پہلے وصفِ دو رنگی کیا | درد تو! ظن میں ہے ظاہر دوا

خبث یارش را چو از شہ گوش کرد	در زماں دریائے خشمش جوش کرد
جب سنا شہ سے وہ کہنا تھا بُرا	دفعتاً پھر اس کو غصّہ آ گیا
کف بر آورد آں غلام و سرخ گشت	تا کہ موج ہجو او از حد گذشت
منہ سے نکلے جھاگ چہرہ سُرخ تھا	ہجو کے دریا میں طوفاں آ گیا
کو ز اوّل دم کہ با من یار بود	ہمچو سگ در قحط سرگیں خوار بود
بولا وہ مدت سے میرا یار تھا	قحط میں کُتّا تھا، سرگیں خوار تھا
چوں دمادم کرد ہجوش چوں جرس	دست بر لب زد شہنشاہش کہ بس
ہجو کی اُس نے جو نہی مثل جرس	ہاتھ منہ پر رکھ دیا شہ نے کہ بس
گفت دانستم ترا از وے بداں	از تو جاں گند است و ز یارت دہاں
میں نے پہچانا تجھے اے بد زباں	تیری جاں گندی ہے اور اس کا دہاں
پس نشیں اے گندہ جاں از دور تو	تا امیر او باشد و مامور تو
بس تو گندی جان والے دور ہو	دل امیری اُس کو تو مامور[1] ہو
بہر ایں گفتند اکابر در جہاں	راحۃ الانسان فی حفظ اللساں
اس لئے کہتے ہیں دانائے جہاں	راحتِ انساں ہے بس حفظِ زباں
در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا	ہمچو سبزہ گو لخن داں اے کیا
ہے نبی کا قول تسبیحِ رِیا	وہ ہے سبزہ جو ہو گھورے پر اُگا
پس بداں کہ صورت خوب نکو	با خصال بد نیرزد یک تسو
بس سمجھ لے ہو جو کوئی خوب رُو	بد خصالی سے نہ چمکے اک تسو[2]
ور بود صورت حقیر و ناپذیر	چوں بود خلقش نکو در پاش میر
نفرت انگیز اور بُری صورت ہو گر	پر ہو خُلق اچھا۔ تو رکھ قدموں پہ سر

[1] محکوم ۔

[2] ڈیڑھ رتی یعنی ذرا بھی ۔

چند بازی عشق با نقشِ سبو ۔ بگذر از نقشِ سبو و آب جو
کب تک اس نقشِ سبو سے عاشقی ۔ نقش کو چھوڑ اور پانی ڈھونڈ اجی

چند باشی عاشقِ صورت بگو ۔ طالبِ معنی شو و معنی بجو
عاشقِ صورت رہے گا تا کجا ۔ طالبِ معنی ہو معنی ڈھونڈلا

صورتِ ظاہر فنا گردد بداں ۔ عالمِ معنی بماند جاوداں
صورتِ ظاہر ہے فانی بے گماں ۔ عالمِ معنی رہے گا جاوداں

صورتش دیدی ز معنی غافلی ۔ از صدف دُر را گزیں گر عاقلی
معنی سے غافل ہے صورت دیکھ کر ۔ موتی لے سیپی سے عاقل ہے اگر

ایں صدفہائے قوالب در جہاں ۔ گرچہ جملہ زندہ اند از بحرِ جاں
یہ جہاں میں قالبوں کی سیپیاں ۔ گرچہ ساری جی رہی ہیں بحرِ جاں

لیک اندر ہر صدف نبود گہر ۔ چشم بکشا در دلِ ہر یک نگر
ہے ہر اک سیپی میں لیکن کب گہر ۔ آنکھ اٹھا ہر اک کے دل پر کر نظر

کاں چہ دارد ایں چہ دارد می گزیں ۔ زانکہ کمیاب است آں دُرِّ ثمیں
دیکھ اس میں کیا ہے اور اس میں ہے کیا ۔ کیونکہ ہے کمیاب دُرِّ بے بہا

گر بصورت بنگری کوہے بشکل ۔ در بزرگی ہست صد چنداں ز لعل
ظاہرا دیکھے اگر تو کوہ کو ۔ لعل سے کتنا بڑا معلوم ہو

ہم بصورت دست و پا و جسمِ تو ۔ ہست صد چنداں کہ نقشِ چشمِ تو
یہ بدن یہ ہاتھ یہ پاؤں ترے ۔ سو گنا ہیں تیری آنکھوں سے بڑے

لیک پوشیدہ نباشد بر تو ایں ۔ کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں
تجھ پہ پوشیدہ نہیں ہے یہ مگر ۔ آنکھیں ہیں اعضا سے بہتر کس قدر

از یک اندیشہ کہ آید در دل ۔ صد جہاں گردد بیک دم سرنگوں
ایک اندیشہ جو دل میں ہو عیاں ۔ بالیقیں برباد کر دے سو جہاں

جسمِ سلطاں گر بصورت یک بود — صد ہزاراں لشکرش در تگ بود

جسمِ سلطاں گرچہ ظاہر میں ہے ایک — اُس کے پیچھے لاکھوں فوجیں ہیں دبیک

باز شکل و صورتِ شاہِ صفی — ہست محکومِ یکے فکرِ خفی

پھر وہی شکل اور صورت شاہ کی — رہتی ہے محکومِ فکرِ مختفی [1]

خلقِ بے پایاں زیک اندیشہ بیں — گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں

اس قدر مخلوق اک اندیشے سے — صورتِ طوفاں زمیں پر دیکھ لے

ہست آں اندیشہ پیشِ خلق خورد — لیک چوں سیلے جہاں را خورد و برد

وہ ہے اندیشہ اگرچہ مختصر — لے گیا جوں سیل دنیا کو مگر

خلقِ عالم چوں رمہ است و حق شباں — می دواند جملہ را روز و شباں

گلہ ہے مخلوق چرواہا خدا — رات دن وہ سب کو ہے دوڑا رہا

پس چو می بینی کہ از اندیشۂ — قائم ست اندر جہاں ہر پیشۂ

دیکھتا ہے تو کہ اک اندیشے سے — ہر طرف قائم ہیں پیشے خلق کے

خانہا و قصرہا و شہرہا — کوہہا و دشتہا و نہرہا

جتنے گھر ہیں جتنے قصر اور جتنے شہر — جس قدر ہیں کوہ، صحرا، اور نہر

ہم زمین و بحر و ہم مہر و فلک — زندہ از وے ہمچو از دریا سمک

یہ زمیں، دریا، یہ سورج، یہ فلک — اُس سے ہیں زندہ، جیسے دریا سے سمک [2]

پس چرا از ابلہی پیشِ تو کور — تن سلیمان است و اندیشہ چو مور

کیوں یہ تیرے سامنے پھر مثلِ کور — تن سلیمانؑ اور اندیشہ ہے مور

می نماید پیشِ چشمت کہ بزرگ — ہست اندیشہ چو موش و تن سترگ

کوہ ہے نظروں میں کیوں پُرفن بڑا — فکر مثلِ موش ہے اور تن بڑا

---

[1] پوشیدہ ۔ باطنی +

[2] مچھلی +

عالم اندر چشمِ تو ہول و عظیم — زابر و برق و رعد داری لرز و بیم
ہے جہاں پُر ہول نظروں میں تری — ابر و برق و رعد سے ہے خوف بھی

در جہانِ فکرتی اے کم ز خر — ایمن و غافل چو سنگے بیخبر
فکر کی دنیا میں تو ہے خر سے کم — صورتِ سنگ ایمن[1] و غافل بہم

زانکہ نقشی وز خرد بے بہرۂ — آدمی خو نیستی خر کرۂ
کیونکہ تو ہے نقش خالی عقل سے — کرۂ خر[2] تجھ کو کہنا چاہیئے

جہل محضی وز خرد بیگانۂ — بُو نداری از خدا دیوانۂ
جہل کامل عقل سے بیگانہ ہے — بُو نہیں اللہ کی - دیوانہ ہے

سایہ را تو شخص می بینی ز جہل — شخص از آں شد نزدِ تو بازی و سہل
سائے کو تُو جانتا ہے آدمی — آدمی تیرے لئے ہے دل لگی ۲۲

بنگر غیبت یک نمودار آتش است — کز لطافت چوں ہوائے دلکش است
دیکھ آتش غیب سے ہے آشکار — ہے لطافت سے ہوائے خوش گوار

تا بجسمے در نمی پیچد کثیف — آگہی نبود بصر را زاں لطیف
جائے گندہ تن میں جب آئے نظر — آنکھ کو ورنہ نہیں اس کی خبر

باز افزوں است ہنگامِ اثر — از ہزاراں تیشہ و تیغ و تبر
ہاں زیادہ ہے وہ ہنگامِ اثر — سیکڑوں تیغ و تبر سے تیز تر

باش تا روزے کہ آں فکر و خیال — برکشاید بے حجابے پرّ و بال
صبر کر کچھ دن کہ وہ فکر و خیال — کھول دیں بے پردہ ہو کر پر و بال

کوہہا بینی شدہ چوں پشم نرم — نیست گشتہ ایں زمینِ سرد و گرم
کوہ کو دیکھے گا مثلِ پشم نرم — نیست ہوگی یہ زمینِ سرد و گرم

[1] بے خوف +
[2] گدھے کا بچہ +

نے سما بینی ز اختر نے وجود	جز خدائے واحدِ حیّ ودود
آسماں ہو گا نہ اختر اور وجود	ہاں مگر واحد خدا حی ودود
یک فسانہ راست آید یا دروغ	تا دہد مر راستیہا را فروغ
اک فسانہ راست ہے جو یا دروغ	اور سچ تا راستی کو ہو فروغ

ملازموں کا غلامِ خاص سے حسد کرنا

پادشاہے بندہ را از کرم	برگزیدہ بود از جملہ حشم
بادشہ نے ایک بندہ لطف سے	کر لیا تھا منتخب اپنے لئے
جامگی او وظیفہ چل امیر	وہ کہ یک قدرش ندیدے صد وزیر
رزق تھا چالیس امیروں کا اُسے	سَو وزیر اس لطف سے محروم تھے
از کمالِ طالع و اقبال و بخت	او ایازے بُد و شہ محمودِ وقت
صاحب اقبال و بخت و جود تھا	وہ ایاز اور بادشہ محمود تھا
روح او با روحِ شہ در اصل خویش	پیش ازیں تن بود ہم پیوند و خویش
روح اس کی روحِ شہ سے وصل ہیں	اس سے پہلے بھی تھی پیوند اصل میں
کار آں دارد کہ پیش از تن بُدست	بگذر از اینہا کہ نو حادث شدست
کام وہ ہے پیشتر جو تن سے تھا	چھوڑ دے اس کو کہ یہ حادث ہے کیا
چشمِ عارف است گوئی احول است	چشمِ او بر کشتہائے اوّل ست
چشمِ عارف بیشک احول ہے نما	کشتِ اوّل پر نظر اس کی سدا
آنچہ گندم کاشتندش آنچہ جو	چشمِ او آنجاست روز و شب گرو
گیہوں یا بوئے ہیں یا بوئے ہیں جو	آنکھ اُس کی ہے وہاں ہر دم گرو
آنچہ آبستست شب جز آں نزاد	حیلہا و مکرہا باد است باد
حاملہ تھی رات اُس نے کیا جنا	حیلے اور مکاریاں ظلم و ریا

لے یعنی استعداد اور تقدیر دونوں کو دیکھتی ہے ؎

کے شود دل خوش بحیلتہائے گش | آنکہ بیند حیلۂ حق بر سرش
اُس کا دل ان حیلوں سے کیا شاد ہو | حیلۂ حق نہ دیکھے اپنے سر پر جو

او درونِ دام دامے می نہد | جانِ تو نے زان جہد نے زین جہد
دام رکھتا ہے وہ بیچ دام کے | جان تری اِس سے نہ اُس سے بچ سکے

گر بروید ور بریزد صد گیاہ | عاقبت بر روید آں کشتۂ الٰہ
گھاس اگر سو مرتبہ گر کر اُگے | حق کی کھیتی آخرش اُس پر اُگے

کشت نو کارید بر کشتِ نخست | این دوم فانی ست و آں اول درست
پہلے غلے پر نیا غلہ اُگا | دوسرا فانی ہے اور پہلا ہے بجا

تخمِ اول کامل و بگزیدہ[1] است | تخمِ ثانی فاسد و بوسیدہ است
تخم پہلا کامل اور برگزیدہ ہے | تخم ثانی ناقص اور بوسیدہ ہے

افگن این تدبیرِ خود را پیشِ دوست | گرچہ تدبیرت ہمہ تدبیرِ اوست
کر سپرد دوست تدبیر اے صفی | گو اُسی کی ہے تری تدبیر بھی

کار آں دارد کہ حق افراشت ست | آخر آں روید کہ اول کاشت ست
کام وہ جس کو خدا پورا کرے | بوئے جو اول وہی آخر اُگے

ہر چہ کاری از برائے او بکار | چوں اسیرِ دوستی اے دوستدار
تو جو بوئے بو اسی کے واسطے | تو اسیرِ دوست ہے یہ چاہئے

گردِ نفسِ دزد کارِ او مپیچ | ہر چہ آں نے کارِ حق ہیچست ہیچ
گردِ کارِ نفس تو ہرگز نہ جا | جو نہیں کارِ خدا وہ ہے بُرا

پیش ازانکہ روزِ دیں پیدا شود | نزدِ مالک دزدِ دیں رسوا شود
حشر سے پہلے ہی نفس تو جان لے | دزدِ دیں رُسوا ہو حق کے سامنے

[1] پسندیدہ۔ منتخب +

رخت دزدیده بتدبیر و فنش ... ماند روزِ داوری بر گردنش

جو چرایا اُس نے ساماں مکر سے ... حشر کے دن اُس کی گردن پر رہے

صد ہزاراں عقل باہم بر جہند ... تا بغیرِ دامِ او دامے نہند

سیکڑوں عقلیں اگر کوشش کریں ... تا بغیر اُس جال کے پھندا رکھیں

دامِ خود را سخت تر یابند و بس ... کے نماید قوتے با بادِ خس

دام کو اپنے وہ دیکھیں سخت تر ... کب ہوا پر پائے اک تنکا ظفر

در نداری باور از من رو بیں ... در بخواں وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیں

اور اگر آتا نہیں تجھ کو یقیں ... پڑھ ذرا وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیں[۱]

در تو گوئی فائدہ ہستی چہ بود ... در سوالت فائدہ ہست اے عنود

گر کہے کیا فائدہ ہستی میں تھا ... فائدہ اس پوچھنے میں کیا بھلا

گر ندارد ایں سوالت فائدہ ... چہ شنوم ایں را عبث بے عائدہ

گر نہیں کچھ پوچھنے میں فائدہ! ... پھر میں اس کو کیوں سنوں، یہ تو بتا

در سوالت فائدہ دارد یقیں ... پس جہاں بیفائدہ نبود بیں

ہے سوالوں میں جو تیرے فائدہ ... کس طرح ہے پھر جہاں بے فائدہ

گر سوالت را بسے فائدہ ہاست ... پس جہاں بیفائدہ آخر چراست

جب سوالوں میں ترے ہیں فائدے ... پھر جہاں بے فائدہ ہے کس لئے

در جہاں از یکجہت بیفائدہ است ... از جہتہائے دگر پُر عائدہ ست

گر جہاں اک طرح ہے بے فائدہ ... اس میں ہے دیگر جہت سے فائدہ

[۱] قولہ تعالیٰ عزوجل: مَکَرُوْا وَ مَکَرَ اللّٰہُ ۚ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔
یہ لوگ حیلہ کرتے ہیں اور خدا ان کا حیلہ انہیں پر لوٹا دیتا ہے اور خدا سب سے بڑا حیلہ کرنے والا ہے۔

فائدہ تو گر مرا فائدہ نیست — مر ترا چوں فائدہ ست از وبالیست

فائدہ تیرا ہے گو میرا نہیں — فائدہ تجھ کو ہے ۔ قائم رہ یہیں

فائدہ تو گر مرا نبود مفید — چوں ترا شد فائدہ گیر اے مرید

فائدہ تیرا نہیں مجھ کو مفید — فائدہ خود ہی اُٹھا تو اے مُرید

در منم زاں فائدہ حُر ابنِ حُرہ — مر ترا چوں فائدہ ست از ایں مبر

میں اگر اُس فائدے سے ہوں رہا — فائدہ تجھ کو ہے، تو کیوں ہو جُدا

حسنِ یوسفؑ عالمے را فائدہ — گرچہ بر اخواں عبث بُد زائدہ

حُسنِ یوسفؑ سے تھا سب کو فائدا — بھائیوں پر تھا اثر اُس کا بُرا

لحنِ داؤدیؑ چناں محبوب بود — لیک بر محروم بانگِ چوب بود

لحنِ داؤدیؑ اگرچہ خوب تھا — بدنصیبوں کو صدا اُٹھے چوب تھا

آبِ نیل از آبِ حیواں بُد فزوں — لیک بر قبطی منکر بود خوں

آبِ حیواں سے تھا بہتر آبِ نیل — قبطیوں پر خون تھا وہ بے دلیل

ہست بر مومن شہیدی زندگی — بر منافق مُردن ست و ژندگی

مومنوں کو ہے شہادت زندگی — اور منافق پر ہے ہیبت موت کی

چیست در عالم بگو یک نعمتے — کہ نہ محروم اند ازوے اُمتے

ایسی کیا دنیا میں نعمت ہے عجیب — کوئی امت ہو نہ جس سے بدنصیب

گاؤ خر را فائدہ چہ در شکر — ہست ہر جاں را یکے قُوتے دگر

گاؤ خر کو فائدہ شکر سے کیا — ہے غذا ہر جان کی گویا جُدا

لیک گر آں قُوت بروے عارضی ست — پس نصیحت کردن اُو را رائضی ست

ہو اگر خوراک اُس کی عارضی — تو نصیحت کرنا ہے چابک گری

چوں کسے کو از مرض گِل داشت دوست — گرچہ پندارد کہ آں خود قُوتِ اوست

جیسے ہو بیمار کو مٹی پسند — اور غذا اُس کو وہ سمجھے درد مند

قوتِ اصلی را فرامش کردہ است — روئے در قوتِ مرض آوردہ است

قوتِ اصلی سے نہیں اُس کو غرض — اُس کا رُخ ہے جانبِ قوتِ مرض

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است — قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است

چھوڑ کر وہ نوش کو کھاتا ہے سم — چوبِ بیماری سے ہے وہ بیش و کم

قوتِ اصلی بشر نورِ خدا ست — قوتِ حیوانی مرا و را ناسزا ست

قوتِ اصلی بشر، نورِ خدا — قوتِ حیوانی ہے اُس کو ناسزا

لیک از علت دریں افتاد دل — کہ خورد او روز و شب ازیں آب و گل

یہ اُسے علت سے ہے مرغوب دل — رات دن اُس کی غذا ہے آب و گل

روئے زرد و پائے سست و دل سبک — کو غذائے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُک

زرد منہ، اور سُست پا، دل کا سبک — ہے کہاں قوتِ سَمَا ذَاتِ الْحُبُک[1]

آں غذائے خاصگانِ دولتست — خوردنِ آں بے گلو و آلتست

خاصگانِ شاہ کی وہ ہے غذا — جس کے کھانے کو نہیں لازم گلا

شد غذائے آفتاب از نورِ عرش — مر حسودِ دیو را از دودِ فرش

ہے غذا خورشید کی تو نورِ عرش — حاسدان[2] دیو کی ہے دودِ فرش

در شہیداں یُرْزَقُوْنَ فرمود حق — آں غذا را نے دہاں بُد نے طبق

یُرْزَقُوْنَ[3] بہرِ شہیداں حکمِ حق — کچھ نہ تھا درکار انہیں منہ یا طبق

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ: وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ۔ قسم اُس آسمان کی جو صاحبِ طریقہ و راہ ہے۔ ساتویں آسمان سے مراد ہے +

[2] شیطان کے حاسدوں یعنی ہاروت و ماروت کی غذا زمین کا دھواں ہے +

[3] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ہیں اُنہیں مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور خدا انہیں رزق دیتا ہے +

دل زہر رائے غذائے می خورد	دل زہر علمے صفائے می برد
دل کو بخشی اک غذا ہر رائے نے	صاف دل ہوتا ہے ہر اک علم سے
صورت ہر آدمی چوں کاسہ ایست	چشم از معنیٰ او حساسہ ایست
صورت انساں مثال کاسہ ہے	آنکھ اُس کی باطنی حساسہ[1] ہے
از لقائے ہر کسے چیزے خوری	وز قران ہر قریں چیزے بری
کچھ نہ کچھ ہر دید سے ہے فائدا	ہر قریں کا قُرب ہے راحت فزا
چوں ستارہ با ستارہ شد قریں	لائق ہر دو اثر زائد یقیں
جب ستارہ ہو ستارے کے قریں	دونوں کے لائق اثر ہو بالیقیں
از قران مرد و زن زاید پسر	وز قران سنگ و آہن ہم شرر
قربِ مرد و زن سے پیدا ہو پسر	سنگ و آہن جب ملیں، نکلیں شرر
وز قران خاک با بارانہا	میوہا و سبزہا ریحانہا
خاک سے ہو جبکہ بارش کا قراں	پھول اور میوے اُگیں اور سبزیاں
وز قران سبزہا با آدمی	دل خوشی و بے غمی و خرمی
سبزے کے ملنے سے پائے آدمی	خوش دلی اور بے غمی اور خرمی
وز قرانِ خرمی با جانِ ما	می بزاید خوبی و احسانہا
جان سے ملتی ہے جب آکر خوشی	پاتے ہیں خوبی و احساں زندگی
قابلِ خوردن بود اجسامِ ما	چوں بزاید از تفرج کامِ ما
ہوتے ہیں کھانے کے قابل خود بدن	کام ہوتا ہے خوشی سے بے سخن
سرخروئی از قرانِ خوں بود	خوں ز خورشیدِ خوشی گلگوں بود
سرخروئی خوں کے ملنے سے ہوئی	خون کو گُل گوں کرے مہرِ خوشی

[1] حساسہ میں ہ تانیث کی ہے یعنی احساس کرنے والی ۔

بہترین رنگہا سُرخی بود	وانؔ خورشید ست از وے می رسد
رنگوں میں ہے سب سے اچھا سُرخ رنگ	مِہر سے ہے وہ پہنچتا ہے در رنگ
ہر زمینے کو قرین شد با زحل	شورہ گشت و کشت را نبود محل
جو زحل کے پاس ہوتی ہے زمیں	ہو کے بنجر کشت کے قابل نہیں
قوّت اندر فعل آید ز اتفاق	چوں قران دیو با اہل نفاق
فعل میں آتی ہے قوت ناگہاں	دیو کا جیسے منافق سے قِران
ایں معانی ہست از چرخ نہم	بے ہمہ طاق و طرم طاق و طرم
آتے ہیں چرخ نہم سے یہ گہر	اور نہیں کچھ ظاہری یہ کرّ و فر
خلق را طاق و طرم عاریتے ست	امر را طاق و طرم ماہیتے ست
خلق کا یہ کرّ و فر ہے عارضی	ماہیت یہ کرّ و فر ہے امرؔ کی
از پئے طاق و طرم خواری کشند	بر امید عزّ در خواری خوش شند
کرّ و فر کے واسطے ہوتے ہیں خوار	خوش ہیں اس سے و فر کے اُمیدوار
بر امید عزّ دو روزہ خدوک	گردن خود کردہ اند از غم چو دوک
چند روزہ و فر کی اُمید پر	مثل تکلے کے جھکا لیتے ہیں سر
چوں نمی آیند ایں جا کہ منم	کاندریں عزّ آفتاب روشنم
کیوں نہیں آتے یہاں ہیں کامیاب	و فر کا ہوں ایک روشن آفتاب
مشرق خورشید بُرج قیر گوں	آفتاب ما ز مشرقہا بروں
مِہر کا مشرق ہے بُرج نیلگوں	مشرقوں سے ہے مرا سورج بروں
مشرق او نسبت ذرّاتِ او	نہ بر آید نہ فرد شد ذات او
شرق کو نسبت ہے اُس کے ذرّوں سے	کب طلوع و غروب ہے اُس کے لئے

[1] امرِ حق یعنی حکم خدا۔

ماکہ داپس ماندہ ذراتِ ویم — در دو عالم آفتاب بے فیئم

ہم کہ اُس کے ذرے ہیں لوٹے ہوے — مہر ہیں کونین میں بے سائے کے

باز گردِ شمس می گردم عجب — ہم زفرِ شمس باشد این سبب

شمس کے ہم گرد پھرتے ہیں عجب — شمس کے ہے دبدبے کا یہ سبب

شمس باشد بر سببہا مطلع — ہم ازو حبلِ سببہا منقطع

شمس آگاہِ سبب ہے بے گماں — منقطع بھی ہیں سبب کی رسیاں

صد ہزاراں بار ببریدم امید — از کہ از شمس این زمن باور کنید

قطعِ اُمیدیں ہوئیں سو مرتبا — شمس سے۔ باور تو اس کو کر ذرا

تو مرا باور مکن کز آفتاب — صبر دارم من ویا ماہی ز آب

کر نہ باور۔ ہے مجھے خورشید سے — صبر۔ یا مچھلی کو پانی سے سولے

ور شوم نومید نومیدیِ من — عین صنعِ آفتاب ست اے حسن

گر ہوں نا اُمید، نومیدی مری — صنعتِ خورشید ہے اے مدّعی

عین صنع از نفسِ صانع چوں برد — عین ہست از غیرِ ہستی چوں چرد

صنع کیا ہو نفسِ صانع سے جدا — ہست کو یعنی عدم سے کام کیا

جملہ ہستیہا ازیں روضہ چرند — کہ براق و تازیاں یا خود خرند

چرتی ہیں اس باغ میں سب ہستیاں — ہوں براق و اسپ یا خر بے گماں

لیک اسپِ کور کورانہ چرد — می نہ بیند روضہ را زان ست رد

کور گھوڑا اندھے پن سے جب چرا — رد ہوا، وہ باغ کے لائق نہ تھا

وانکہ گردشہا ازیں دریا ندید — ہر دم آرد رو بمحراب جدید

گردشیں دیکھے نہ جو اس بحر کی — دیکھے ہر لحظہ وہ محرابیں نئی

او ز بحرِ عذب آبِ شور خورد — تا کہ آبِ شور او را کور کرد

کھارا ہے پانی بحرِ شیریں سے پیا — اُس کو آبِ شور نے اندھا کیا

بحر می گوید بدست راست خور — ز آب من اے کور تا یابی بصر

بحر کہتا ہے کہ سیدھے ہاتھ سے — پانی پی اندھے، کھلیں دیدے ترے

ہست دست راست اینجا ظن راست — کو بداند نیک و بد را کز کجاست

ہاتھ سیدھا ظنِّ صادق اے فتا — نیک و بد کی اصل وہ ہے جانتا

نیزہ گردانیست این نیزہ کہ تو — راست می گردی گہ و گاہے دو تو

نیزہ گرداں ایک ہے اس نیزے کا — جس سے تو سیدھا کبھی دُہرا ہوا

ما ز عشق شمس دیں بے ناخنیم — ورنہ ما آں کور را بینا کنیم

عشق شمس دیں سے بے ناخن ہیں ہم — ورنہ اندھے کو کریں بینا ہم

ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو زود — داروش کن کوری چشم حسود

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ تو دے — وہ دوا چشم حسد جو کھول دے

توتیائے کبریائی تیز فعل — داروئے ظلمت کش استیز فعل

تو خدائی سُرمہ ہے اور پُر اثر — دارُوئے ظلمت، دوائے تیز تر

آنکہ گر بر چشم اعمیٰ بر زند — ظلمت صد سالہ را از وے بر کند

وہ کہ جو اندھوں کی آنکھوں میں پڑے — سَو برس کی تیرگی زائل کرے

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر — اے نہال میوہ دار افشاں ثمر

سارے اندھوں کی دوا کر اے قمر — اے نہال بار ور ہاں دے ثمر

جملہ کوراں را دوا کن جز حسود — کز حسودی بر تو می آرد جحود

دے دوا سب کو، مگر حاسد ہے بد — وہ ترا منکر ہے از روئے حسد

مر حسودت را اگرچہ آں منم — جاں مدہ تا ہمچنیں جاں می کنم

اپنے دشمن کو، وہ میں ہی کیوں نہ ہوں — جان مت دے تا میں اس کی جان لوں

آنکہ او باشد حسود آفتاب — کور می گردد ز بود آفتاب

جو بھی ہوتا ہے حسودِ آفتاب — کور کر دیتی ہے بودِ آفتاب

اینت دردِ بے دوا کورست آہ — اینت افتادہ ابد در قعرِ چاہ
رکھتا ہے یہ کور دردِ بے دوا — اور اک گہرے کنوئیں میں ہے پڑا

نفیِ خورشید ازل پابست او — کے برآید ایں مرادِ او بگو
نفیِ خورشید ازل زنجیرِ پا — کس طرح پورا ہوا اس کا مدعا

باز آں باشد کہ آید نزدِ شاہ — باز کورست آنکہ او گم کرد راہ
باز وہ ہے جو کہ آئے نزدِ شاہ — باز اندھا ہے جو ہے گم کردہ راہ

الوؤں کے ویرانے میں باز کا پھنسنا

باز در ویرانہ بر جغداں فتاد — راہ را گم کرد و در ویراں فتاد
باز ویرانے میں جغدوں کے پھنسا — راستہ بھولا، ادھر کو آگیا

او ہمہ نورست از نورِ رضا — لیک کورش کرد سرہنگِ قضا
ہے رضا کے نور سے مطلق وہ نور — موت نے لیکن بنایا اس کو کور

خاک در چشمش زد و از راہ برد — در میانِ جغد و ویرانش سپرد
خاک جھونکی آنکھ میں اور لے گئی — اُلوؤں میں - اور دی ویرانگی

بر سرِ جغدانش بر سر می زنند — پر و بالِ نازنینش می کنند
اُلو اُس کے سر پہ چونچیں مارتے — نوچتے تھے بال و پر نازک جو تھے

ولولہ افتاد در جغداں کہ ہا — باز آمد تا بگیرد جائے ما
اُلوؤں میں شور و غل ہونے لگا — گھر ہمارا باز لینے آگیا

چوں سگانِ کوئے پُر خشم و مہیب — اندر افتادند در دلقِ غریب
جس طرح گلیوں میں کتّے بے خبر — گدڑی والے شخص پر ہوں حملہ ور

باز گوید من چہ در خوردم بجغد — صد چنیں ویراں ہا کردم بجغد
باز بولا ان کے میں لائق ہوں کیا — میں نے ان کو ایسا سو جنگل دیا

من نخواہم بود ایں جا می روم	سوئے شاہنشاہ راجع می شوم
میں تو جاتا ہوں، یہاں ہو کیا تباہ	پھر دیہیں جاؤں گا سوئے بادشاہ
خویشتن مکشید اے چنداں کہ من	نے مقیم می روم سوئے وطن
اُلّوؤ! بے کار ہے یہ بانکپن	ہوں مسافر، جاؤں گا سوئے وطن
ایں خراب آباد در چشمِ شماست	ورنہ مارا ساعد شہ باز جاست
تم کو ہے مرغوب ویرانہ یہی	میرا مسکن ہے کلائی شاہ کی
چغد گفتہ باز حیلت می کند	تا ز خان و ماں شمارا بر کند
بولا اک، اُلّو یہ دیتا ہے فریب	تا کرے بے خانماں یہ ناشکیب
خانہائے ما بگیرد او بمکر	بر کند مارا بسالوسی ز وکر
تاکہ لے لے گھر ہمارا مکر سے	آشیاں سے ہم کو آوارہ کرے
می نماید سیری ایں حیلت پرست	واللہ از جملہ حریصاں بدتر است
سیر چشمی گو دکھاتا ہے ہمیں	سب سے بدتر ہے یہ حرص و آز میں
او خورد از حرص طیں را ہمچو دبس	دنبہ مسپارید اے یاراں بخرس
کھائے جوں دوشاب[1] مٹی حرص سے	ریچھ کو چکتی نہ دینا جان کے
لاف از شہ می زند و ز دست شاہ	تا برد او ما سلیماں را ز راہ
بس یونہی کرتا ہے ذکر شاہ وہ	تا سلیماں کو کرے گمراہ وہ
خود چہ جنس شاہ باشد مرغکے	مشنوش گر عقل داری اندکے
اک پرندہ کب ہے جنس بادشا	مت سنو اس کی جو دانش ہے ذرا
جنسِ شاہ ست او و یا جنسِ وزیر	ہیچ باشد لائق لوزینہ سیر
وہ ہو جنس شاہ یا جنس وزیر	لائق لوزینہ کب ہوتا ہے سیر[2]

[1] انگور کا رس +

[2] لہسن +

آنچہ می گوید ز مکر و فعل و فن ‏— ہست سلطاں با حشم جویائے من

یہ جو کچھ کہتا ہے مکر و حیلہ سے ‏— ہے تلاشی[1] بادشہ اس کے لئے

اینت مالیخولیائے ناپذیر ‏— اینت لافِ خام و دامِ گول گیر

یہ ہے ناقص ایک مالیخولیا ‏— جھوٹا ہے حیلہ ہے، فن ہے اور دغا

ہر کہ این باور کند ز ابلہ است ‏— مرغکِ لاغر چہ درخورِ شہ است

وہ ہے احمق جو اسے باور کرے ‏— مرغ لاغر کب ہے لائق شاہ کے

کمترین چغد ار زند بر مغز او ‏— مر ورا یاری گری از شاہ کو

ادنیٰ اک الّو جو مارے مغز پر ‏— کب مدد کو آئے شاہِ داد گر

گفت باز ار یک پرِ من بشکند ‏— بیخ چغدستاں شہنشہ بر کند

بولا باز اک پر اگر توڑے مرا ‏— بیخ چغدستاں[2] اکھاڑے بادشا

چغد چہ بود خود اگر بازے مرا ‏— دل برنجاند کند با من جفا

الّو تو الّو اگر خود باز بھی ‏— ظلم کرنا چاہے بھولے سے کبھی

شہ کند تودہ بہر شیب و فراز ‏— صد ہزاراں خرمن از سرہائے باز

ڈھیر کر دے ہر جگہ وہ داد گر ‏— مثلِ خرمن سیکڑوں بازوں کے سر

پاسبانِ من عنایاتِ وے ست ‏— ہر کجا کہ من روم شہ در پے ست

پاسباں میرے ہیں لطفِ شہ کے ہاتھ ‏— میں جہاں جاتا ہوں وہ ہے میرے ساتھ

در دلِ سلطاں خیالِ من مقیم ‏— بے خیالِ من دلِ سلطاں سقیم

ہے دلِ سلطاں میں میرا ہی خیال ‏— بھولنے سے میرے ہوتا ہے ملال

چوں بپرّاند مرا شہ در روش ‏— می پرم بر اوجِ دل چوں پرتوش

جب اڑاتا ہے وہ شاہِ داد گر ‏— سایہ ساں اڑتا ہوں دل کے اوج پر

[1] ڈھونڈنے والا ۔

[2] الوؤں کے رہنے کی جگہ ۔

همچو ماہ و آفتابے می پرم ‏ ‏ پردہائے آسماں ہا می درم
میں ہوں اُڑتا مثل ماہ و آفتاب ‏ ‏ پھاڑتا ہوں چرخ کے پردے شتاب

روشنیٔ عقلہا از فکرتم ‏ ‏ انفطارِ آسماں از فطرتم
عقل روشن میری ذہنیّت سے ہے ‏ ‏ چرخ کا پھٹنا مری فطرت سے ہے

بازم و حیراں شود در من ہُما ‏ ‏ چغد کہ بود تا بداند سرِّ ما
باز ہوں، حیران ہے مجھ سے ہُما ‏ ‏ چُغد پھر جانے گا میرا بھید کیا

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد ‏ ‏ صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد
میری خاطر شاہ نے زندان سے ‏ ‏ لاکھ اسیر آزاد اک دم کر دئے

یک دمم با چغدہا دمساز کرد ‏ ‏ از دمِ من چغدہا را باز کرد
مجھ کو چغدوں کا بنا کر ہمنشیں ‏ ‏ باز اُن کو کر دیا ہے بالیقیں

اے خنک چغدے کہ در پروازِ من ‏ ‏ فہم کرد از نیک بختی رازِ من
ہے مبارک چغد جو پرواز سے ‏ ‏ ہو گیا آگاہ میرے راز سے

در من آویزید تا بازاں شوید ‏ ‏ گرچہ چغدانید شہبازاں شوید
مجھ کو ملنا باز بننے کا ہے راز ‏ ‏ چغد ہو لیکن بنو گے شاہ باز

آنکہ باشد با چناں شاہے حبیب ‏ ‏ ہر کجا افتد چرا باشد غریب
ہو گا ایسا بادشہ جس کا حبیب ‏ ‏ وہ جہاں جائے گا۔ کیوں ہو گا غریب

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا ‏ ‏ گر چو نے نالد نباشد بینوا
درد کی جس کے ہو خود سلطاں دوا ‏ ‏ مثل نے رو کر بھی کب ہے بے نوا

مالک الملکم نیم من طبل خوار ‏ ‏ طبلِ بازم می زند شہ از کنار
ملک والا ہوں۔ نہیں بسیار خوار ‏ ‏ شاہ طبلِ[۱] باز پیٹے بار بار

۱؎ ایک قسم کا چھوٹا ڈھول ہوتا ہے جب باز نظروں سے غائب ہو جاتا ہے تو اُسے بجاتے ہیں تاکہ وہ اس کی آواز سُن کر واپس چلا آئے +

طبل باز من صدائے اِرجِعی | حق گواہِ من بزعمِ مدّعی
طبل ہے میرا صدائے "ارجعی"[1] | میرا شاہد ہے خدا اے مدّعی

من نیم جنسِ شہنشہ دُور ازو | لیک دارم در تجلّی نور ازو
جنسِ شاہی سے نہیں ہوں شہ سے دُور | ہر تجلی میں ہے میری اس کا نُور

نیست جنسیت ز روئے شکل و ذات | آب جنسِ خاک آمد در نبات
جنسیت ہے ذات اور صورت سے پاک | پودوں میں پانی ہے جیسے جنسِ خاک

باد جنسِ آتش آمد در قوام | طبع را جنس آمدست آخر مدام
جنسِ آتش ہے ہوا وقتِ قوام | ہے طبیعت جنس کی خوگر مدام

جنسِ ما چون نیست جنسِ شاہِ ما | مائے ما شد بہرِ مائے او فنا
جنس میری اور شہ کی ہے جُدا | پر خودی اُس کی خودی میں ہے فنا

چوں فنا شد مائے ما او ماند فرد | پیش پائے اسپِ او گردم چو گرد
جب مٹی اپنی خودی بس وہ رہا | اس کے توسن کی ہوئے ہم خاکِ پا

خاک شد جان و نشانیہائے او | ہست بر خاکش نشانِ پائے او
خاک ہو کر جان نے چھوڑے نشاں | خاک ہیں اُس کے پاؤں کے نشاں

خاکِ پایش شو زبہرِ این نشاں | تا شوی تاجِ سرِ گردن کشاں
خاکِ پا ہو اِس نشاں کے واسطے | تاجِ سر ہو سربلندوں کے لئے

تا کہ نفریبد شما را شکلِ من | نُقل نوشید بیش از نقلِ من
تا نہ دھوکا دے تمہیں صورت مری | نُقل وے کھا جاؤ قبلِ نقل ہی

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد | قصدِ صورت کرد و بر اللہ زد
اکثروں کو پہنچا نقصاں شکل سے | دھوکے میں اللہ کے لاگو ہوئے

[1] قولہ تعالیٰ یٰۤاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ اے نفسِ مطمئن! اپنے رب کی طرف ہنسی خوشی لوٹ جا ۔

آخر این جاں با بدن پیوستہ است — بیخ این جاں با بدن پابستہ ست

جسم سے کیا جان پیوستہ نہیں — بیخ جاں کی تن سے پابستہ نہیں؟

تابِ نورِ چشم با پیہ است جفت — نورِ دل در قطرۂ خونے نہفت

نور آنکھوں کا ہے چربی سے رلا — نورِ دل ہے قطرۂ خوں میں چھپا

شادی اندر گردہ و غم در جگر — عقل چوں شمعے درونِ مغزِ سر

شادی گردے میں، جگر جگر میں ہے — عقل مثلِ شمع مغزِ سر میں ہے

رائحہ در انف و منطق در لساں — لہو در نفس و شجاعت در جناں

ہے زباں پر نطق، خوشبو ناک میں — نفس میں ہے لہو، دل میں ہمتیں

ایں تعلقہا نہ بے کیف است و چوں — عقلہا در دانشِ چونی زبوں

یہ تعلق تو نہیں بے کیف و چوں — عقل ہے ادراک میں اس کے زبوں

جانِ کُل با جانِ جزو آسیب کرد — عقل از وے دُرّے ستد در جیب کرد

جانِ کُل جانِ جزوی سے ملی — عقل نے موتی لیا اک واقعی

ہمچو مریمؑ جاں از اں آسیب جیب — حاملہ شد از مسیحؑ دلفریب

مثلِ مریمؑ جان موتی سے اٹی! — حاملہ عیسیٰؑ سے گویا ہو گئی

آں مسیحے نے کہ بر خشک و تر است — آں مسیحے کز مساحت برتر است

جو مسیحؑ خشک و تر ہے — وہ نہیں — وہ مساحت سے ہے برتر بالیقیں

پس ز جانِ جاں چو حامل گشت جاں — از چنیں جانے شود حامل جہاں

جانِ جاں سے جیسے حامل ہے یہ جاں — ایسی جاں سے ہوتا ہے حامل جہاں

پس جہاں زاید جہانے دیگرے — ایں حشر ادرا نماید محشرے

پس جہاں اک دوسرا پیدا کرے — اور وہ محشر کرے برپا نئے

تا قیامت گر بگویم بشمرم — من ز شرحِ ایں قیامت قاصرم

تا قیامت گر یونہی گفتار رہوں — قاصر اس کی شرح سے گویا رہوں

این سخنہا خود بمعنی یاربے ست | حرفہا دامِ دمِ شیریں لبے ست
یہ بیاں معنی میں تو "یارب" سمجھ | حرف دامِ صَوتِ شیریں لب سمجھ

چوں کند تقصیر پس چوں تن زند | چونکہ لبیکش زیارب می رسد
کیوں رہے چُپ۔ کیسے کوتاہی کرے | جب وہ "لبیک" اپنے "یارب" پر سنے

ہست لبیکے کہ نتوانی شنید | لیک سرتا پائے بتوانی چشید
سُن نہیں سکتا کوئی اُس کی صدا | دل ہی چکھ سکتا ہے کچھ اس کا مزا

یک مثل آوردمت تا پے بری | وز چنیں لبیک پنہاں برخوری
اک مثل لکھتا ہوں گر اُس کو سنے | ہو ثمر ور راز سے لبیک کے

نہر میں ایک پیاسے کا ڈھیلے پھینکنا

بر لبِ جُو بود دیوارے بلند | بر سرِ دیوار تشنہ دردمند
تھی لبِ جُو ایک دیوارِ بلند | اُس پہ اک بیٹھا تھا پیاسا دردمند

تشنۂ مستسقیے زار و نزار | عاشقے مستے غریبے بیقرار
ایک پیاسا پیاس سے زار و نزار | عاشق و مست و غریب و بے قرار

مانعش از آب آں دیوار بود | از پئے آب او چو ماہی زار بود
مانعِ آب اُس کو وہ دیوار تھی | مثلِ ماہی خواہش اس کو آب کی

شد حجابِ آب آں دیوارِ او | بر فلک می شد فغانِ زارِ او
اک حجابِ آب وہ دیوار تھی | آسماں پر تھی فغاں پہنچی ہوئی

ناگہاں انداخت او خشتے در آب | بانگِ آب آمد بگوشش چوں خطاب
اینٹ اک پانی میں پھینکی بے حجاب | شورِ پانی کا سُنا مثلِ خطاب

ط۱ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔

چوں خطاب یار شیریں لذیذ — مست کرد آں بانگ آبش چوں نبیذ

لطف تھا اُس میں خطاب یار کا — مست پانی کی صدا سے ہو گیا

از سماعِ بانگِ آب آں ممتحن — گشت خشت انداز زانجا خشت کن

سن کے پانی کی صدا وہ خستہ جاں — پھینکتا تھا اینٹ پانی میں وہاں

آب می زد بانگ یعنی ہے ترا — فائدہ چہ زیں زدن خشتے مرا

پانی کہتا تھا کہ افسوس اے گدا — مجھ کو اینٹیں مارنے سے فائدا؟

تشنہ گفت آبا مرا دو فائدہ ست — من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست

بولا پیاسا ہیں مجھے دو فائدے — دخل قدرت میں نہیں کچھ بھی مجھے

فائدہ اوّل سماعِ بانگِ آب — کو بود مر تشنگاں را چوں جواب

فائدہ پہلا ہے سننا بانگِ آب — جو کہ پیاسوں کے لئے ہے اک جواب

بانگِ او چوں بانگِ اسرافیل شد — مُردہ را زیں زندگی تحویل شد

بانگ اُس کی بانگِ اسرافیل تھی — مل گئی مُردے کو گویا زندگی

یا چو بانگِ رعدِ ایامِ بہار — باغ می یابد ازو چندیں نگار

یا صدائے رعدِ ایامِ بہار — باغ جس سے پاتا ہے نقش و نگار

یا چو بر درویش ہنگامِ زکات — یا چو بر محبوس پیغامِ نجات

یا وہ ہے درویش کو مثلِ زکوٰۃ — یا وہ ہے قیدی کو پیغامِ نجات

چوں دمِ رحماں بود کاں از یمن[1] — می رسد سوئے محمدؐ بے دہن

یا دمِ رحماں ہے خوشبوئے یمن — آتی ہے سوئے محمدؐ بے دہن

یا چو بوئے احمدِ مرسل بود — کاں بعاصی در شفاعت می رسد

یا اُسے تو بوئے احمدؐ جان لے — عاصیوں کو جو شفاعت میں ملے

[1] جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے محبت کی خوشبو آ رہی ہے۔

یا چو بوئے یوسفؑ خوبے لطیف	می زند بر جانِ یعقوبؑ نحیف
یا دہ مثلِ بوئے یوسفؑ ہے لطیف	شاد ہے یعقوبؑ کی جانِ نحیف
یا نسیم روضۂ دار السلام	سوئے عاصی می رسد بے انتقام
یا نسیم روضۂ دار السلام	سوئے عاصی آتی ہے بے انتقام
یا سوِ مس سیہ از کیمیا	می رسد پیغام کاے ابلہ بیا
یا پہنچتا ہے پیامِ کیمیا	کالے تانبے کو کہ میری سمت آ
یا ز لیلیٰ بشنود مجنوں کلام	یا فرستد ویس رامیں را پیام
قیس یا سنتا ہے لیلیٰ کا کلام	ویس[1] یا دیتی ہے رامیں کو پیام
فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزیں	بر کنم آیم سوِ ماءِ معیں
فائدہ دیگر ہے اینٹیں توڑنا	پانی کے نزدیک ہوں میں آرہا
کز کمیِ خشت دیوارِ بلند	پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند
اینٹیں کم ہوتی ہیں جو دیوار سے	پست تر دہ کرتی جاتی ہیں اُسے
پستیِ دیوار قربے می شود	فصلِ او درمانِ وصلے می بود
ہو اگر پستی تو قرب آسان ہے	اس کا مٹنا وصل کا سامان ہے
سجدہ آمد کندنِ خشتِ لزب	موجبِ قربے کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
کھودنا اینٹوں کا سجدہ ہے محب!	قرب کا موجب کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ[2]
تا کہ ایں دیوارِ عالی گردن است	مانع ایں سر فرود آوردن است
جب تک اونچی ہے یہ دیوارِ بلند	جھک نہیں سکتا سرِ نخوت پسند
سجدہ نتواں کرد بر آبِ حیات	تا نیابی زیں تنِ خاکی نجات
کس طرح ہو سجدہ گر آبِ حیات	ہو نہ جب تک جسم خاکی سے نجات

۱ ویس ایک مطلوب اور رامیں ایک طالب کا نام ہے +

۲ سجدہ کر اور قریب آجا +

بر سرِ دیوار ہر کو تشنہ تر	زود تر بر می کند خشت و مدر
گر کوئی دیوار پر ہو تشنہ لب	وہ رُکے گا پھینکنے سے اینٹ کب
ہر کہ عاشق تر بود بر بانگِ آب	او کلوخ زفت تر کند از حجاب
جو ہو آشفتہ صدائے آب پر	چھُپ کے ڈھیلے کیوں نہ پھینکے بخطے
او ز بانگِ آب پُر مے تا عنق	نشنود بیگانہ جز بانگِ بلق
وہ ہے آواز سے پُر تا عُنق	اور بیگانہ نہ سنے بانگِ بُلق لہ
اے خنک آں را کہ او ایامِ پیش	مغتنم دارد گزارد وامِ خویش
وہ بہت اچھا ہے، جو عمرِ بقا	مغتنم سمجھے۔ کرے قرضہ ادا
اندر آں ایام کش قدرت بود	صحت و زور دل و قوت بود
اُن دنوں میں جب اُسے قدرت بھی ہو	زور اور صحت بھی ہو قوت بھی ہو
واں جوانی ہمچو باغ سبز و تر	می رساند بے دریغے بار و بر
وہ جوانی مثلِ باغِ سبز و تر	بے تکلف دے رہی ہے بار و بر
چشمہائے قوت و شہوت رواں	سبز می گردد زمینِ تن بداں
قوت و شہوت کے چشمے ہیں رواں	ہیں زمینِ تن پہ اُن سے سبزیاں
خانہ معمور و سقفش بس بلند	معتدل ارکان و بے تخلیط و بند
گھر ہے آباد اور اُس کی چھت بلند	معتدل ارکان ہیں بے قید و بند
نورِ چشم و قوتِ ابداں بجا	قصر محکم خانہ روشن پُر صفا
نورِ چشم اور قوتِ جسمی بجا	قصر ہے مضبوط روشن پُر صفا
ہیں غنیمت داں جوانی اے پسر	سر فرود آور بکن خشت و مدر
اِس جوانی کو غنیمت جان لے	نیچے آ، اینٹیں گرا دیوار سے

لہ وہ آواز جو اینٹ یا ڈھیلا پھینکنے کے وقت نکلتی ہے ۔

پیش ازاں کایام پیری در رسد　　گردنت بندد بحبلٍ من مسد
پیشتر اس کے کہ آئے ضعفِ بد　　اور باندھے تجھ کو حبلٌ من مسد[۱]

خاک شورہ گردد و ریزان و سست　　ہرگز از شورہ نباتِ خوش نرست
خاک ہو بے کار اور سست و خراب　　کاشت اُس مٹی میں کیا ہو کامیاب

آب زور و آب شہوت منقطع　　او ز خویش و دیگراں نا منتفع
زور و شہوت قطع ہوں جب اس طرح　　دوسروں سے نفع پہنچے کس طرح

ابرواں چوں پاردم زیر آمدہ　　چشم را نم آمدہ تاری شدہ
مثل دُمچی کے لٹک جائیں بھویں　　ڈھلکے سے آنکھیں نہ روشن رہ سکیں

از تشنج رو چو پشت سوسمار　　رفتہ نطق و طعم و دندانہا ز کار
جھریاں ہوں مثل پشتِ سوسمار　　نطق، کھانا، دانت چھوڑیں اپنے کار

پشت دوتا گشتہ دل سست و تپاں　　تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں
پیٹھ جھک جائے ہو دل سست و تپاں　　جسم لاغر، دست و پا ہوں رسیاں

برسرِ رہ زاد کم مرکوب سست　　غم قوی دل تنگ تن نادرست
کم ہو زادِ راہ، اور مرکب ہو سست　　غم قوی، دل نا تواں۔ تن نادرست

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ　　دل پر افغاں ہمچو نے انباں شدہ
خانہ ویراں، کام بے ساماں رہے　　مثل نے دل مائل افغاں رہے

عمر ضایع سعی باطل راہ دور　　نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
عمر ضائع، سعی باطل، راہ دور　　نفس کاہل، دل سیہ، جاں ناصبور

موے برسر ہمچو برف از بیم مرگ　　جملہ اعضا لرزلرزاں ہمچو برگ
بال سر پر برف خوفِ مرگ سے　　جسم کے اعضا ہوں لرزاں برگ سے

۱ درخت کے ریشے سے بنائی ہوئی رسّی +

روز بیگہ لاشہ لنگ و رہ دراز — کارگہ ویراں عمل رفتہ ز ساز

خر ہو لنگڑا، دن ہو کم منزل دراز — کارگہ ویراں، عمل محروم ساز

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ — قوتِ بر کندن آں کم شدہ

خوئے ناقص نے پکڑ لی ہوں جڑیں — ہوں نہ اُن کے کھودنے کی قوتیں

حکایت

ہمچو آں شخصِ درشتِ خوش سخن — درمیانِ رہ نشاند او خار بن

جیسے اس نے، گفتگو میں تھا جو سخت — راہ میں بو یا تھا کانٹوں کا درخت

رہ گذریانش ملامت گر شدند — پس بگفتندش بکن او را نکند

کرتے تھے اُس کو ملامت راہ گیر — وہ نہ رستے سے ہٹاتا تھا شریر

ہر دمے آں خار بن افزوں شدے — پائے خلق از زخم او پُرخوں شدے

بڑھتے جاتے تھے وہ کانٹے راہ میں — زخم پڑتے پائے خلق اللہ میں

جامہائے خلق بدریدے ز خار — پائے درویشاں بخستے زار زار

کانٹوں سے پھٹتے تھے کپڑے خلق کے — پاؤں درویشوں کے زخمی ہوتے تھے

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث — یافت آگاہی ز فعلِ آں خبیث

جبکہ حاکم کو خبر اس کی ہوئی — پائی اس کے فعل سے جب آگہی

چوں بجد حاکم بدو گفت ایں بکن — گفت آرے برکنم روزیش من

یوں کہا حاکم نے اس کو پھینک دے — بولا ہاں اک دن اکھاڑوں گا اسے

مدتے فردا و فردا وعدہ داد — شد درختِ خارِ او محکم نہاد

کل جب آئی کل کا پھر وعدہ کیا — جڑ ہوئی کانٹوں کی بیخ محکم سوا

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ — پیش آ در کارِ ما واپس مغژ

ایک دن حاکم نے اس سے پھر کہا — دیر مت کر، کام میں عجلت دکھا

گفت الاَیّام یاعم بیننا
گفت عجّل لا تماھل دیننا

بولا تھوڑے دن ہیں اس کے درمیاں
بولا فوراً کر ادا ئے قرض ہاں

تو کہ می گوئی کہ فردا ایں بداں
کہ بہر روزیکہ می آید زماں

روز کہ دیتا ہے کل۔ تو غور کر
وقت جائے گا بہت کل تنگ گذر

آں درخت بد جواں تر می شود
ویں کنندہ پیر و مضطر می شود

ہو رہا ہے وہ درختِ بد جواں
کھودنے والا ضعیف و ناتواں

خار بُن در قوت و برخاستن
خار کن در سُستی و در کاستن

نخل خار اک قوت و چُستی میں ہے
خار کن کمزوری و سُستی میں ہے

خار بُن ہر روز و ہر دم سبز و تر
خار کن ہر روز زار و خشک تر

کانٹے ہیں ہر روز ہر دم سبز و تر
خار کن ہر دن ہے زار اور خشک تر

او جواں تر می شود تو پیر تر
زود باش و روزگارِ خود مبر

وہ جواں تر۔ تو ہے بوڑھا ہو رہا
کھو نہ اپنا وقت جلدی کر ذرا

خار بن داں ہر یکے خوئے بدت
بارہا در پائے خار آخر زدت

اپنی بد خوئی کو کانٹے جان لے
بارہا پاؤں میں تیرے ہیں چبھے

بارہا از فعلِ بد نادم شدی
بر سرِ راہِ ندامت آمدی

بارہا بدیوں سے تو نادم ہوا
فعلِ بد نے تجھ کو شرمندہ کیا

گر ز خستہ گشتنِ دیگر کساں
کز خلقِ زشتِ تو ہست آں نشاں

دوسروں کے خستہ ہونے سے تو ہاں
ہے جو غافل۔ گو وہ ہے تیرا نشاں

غافلی بارے ز زخمِ خود نۂ
تو عذابِ خویش و ہم بیگانۂ

زخم سے تو اپنے تو غافل نہیں
ہے عذابِ خویش و غیراں بالیقیں

یا تبر بردار و مردانہ بزن
تو علیؓ وار ایں درِ خیبر بکن

یا تبر سے وار کر مردانہ وار
جوں علیؓ ہاں توڑ درِ خیبر کا یار!

ورنہ چوں صدیق و فاروق مہیں   ہیں طریق دیگراں را بر گزیں

ورنہ چوں صدیقؓ جوں فاروقؓ یار!   دو سروں کا کر طریقہ اختیار

یا بہ گلبن وصل کن ایں خار را   وصل کن با نار نورِ یار را

وصل کر گلبن سے یا اس خار کو   اور ملا دے نور سے اس نار کو

تاکہ نورِ او کشد نارِ ترا   وصل او گلبن کند خارِ ترا

آگ تیری نور سے اس کے بجھے   تیرا کانٹا گل ہو اس کے وصل سے

تو مثالِ دوزخی او مومن است   کشتنِ آتش بمومن ممکن است

وہ ہے مومن اور تو ہے دوزخی   سہل ہے مومن کو یہ آتش کشی

مصطفیٰؐ فرمود از گفتِ جحیم   کہ بمومن لابہ گر گردد زبیم

مصطفیٰؐ کہتے ہیں جب دوزخ ڈرے   اور خوشامد خوف مومن سے کرے

گویدش بگذر ز من اے شاہ زود   ہیں کہ نورت سوزِ نارم را ربود

اور کہے فوراً گذر جاؤ ذرا   سوز کا دشمن ہے یہ نور آپ کا

پس ہلاکِ نار نورِ مومن است   زانکہ بے ضد دفع ضد لا یمکن است

نور مومن کا فنائے نار ہے   دفع ضد بے ضد بہت دشوار ہے

نار ضدِّ نور باشد روزِ عدل   کاں ز قہر انگیختہ شد ویں ز فضل

نار ضدِّ نور ہو گی حشر میں   قہر اس میں فضل اس میں دیکھ لیں

گر ہمی خواہی تو دفع شرِّ نار   آبِ رحمت در دلِ آتش گمار

دفع کرنا چاہے شرِّ نار اگر   آبِ رحمت سے بجھا نارِ سقر

چشمۂ آں آبِ رحمت مومن است   آبِ حیواں روحِ پاکِ محسن است

چشمہ ہر مومن ہے آبِ رحم کا   روحِ محسن آبِ حیواں ہے فنا

بس گریزان است نفسِ تو ازو   زانکہ تو از آتشی او ز آبِ جو

تیرا نفس اس سے گریزاں اس لئے   کیونکہ تو ہے آگ سے۔ وہ آب سے

زآب آتش زاں گریزاں می شود ۔ کاتشش از آبِ ویراں می شود
بھاگتی ہے پانی سے آگ اس لئے ۔ اُس کی گرمی ہوتی ہے کم آب سے

حسِّ تو و فکرِ تو از آتش است ۔ حسِّ شیخ و فکرِ او نورِ خوش است
تیری حس اور فکر دونوں آگ ہے ۔ حسِّ و فکرِ شیخ پہ تو نور کے

آبِ نورِ او چو بر آتش جہد ۔ چک چک از آتش بر آید خوش جہد
آگ پر یورش ہو آبِ نور کی ۔ آگ میں سردی سے آئے کپکپی

چوں کند چک چک تو گویش مرگ و درد ۔ تا شود ایں دوزخِ نفسِ تو سرد
کپکپائے جب، اجل کا جان درد ۔ تا کہ دوزخ نفس کا ہو جائے سرد

تا نسوزد او گلستانِ ترا ۔ پست نکند عدل و احسانِ ترا
تا جلائے وہ نہ تیرے باغ کو ۔ عدل و احساں بھی نہ اُس سے پست ہو

یک شرار از وے ہزاراں گلستاں ۔ از یکے نے نام ماند نے نشاں
اک بجھے شعلہ جھلیں سَو گلستاں ۔ ایک کا پھر کب رہے نام و نشاں

بعد ازاں چیزے کہ کارے بردہد ۔ لالہ و نسرین و سیسنبر[۱] دہد
بعد ازاں جو چیز بوئے۔ پھل ملے ۔ لالہ و نسرین و سیسنبر[۱] کھلے

باز پہنا می رویم از راہِ راست ۔ باز گرد اے خواجہ راہِ ما کجاست
دُور پھر رستے سے ہٹوں میں ہو گیا ۔ لوٹ خواجہ! راستہ مجھ کو بتا

اندر آں تقریر بودیم اے خسور ۔ کہ خرت لنگ است و منزل دور دور
تھے انہیں باتوں میں ہم اے پُر غرور ۔ خر ہے لنگڑا اور منزل دور دور

بارِ تو باشد گراں در راہ چاہ ۔ کج مرو زو رست اندر شاہراہ
بوجھ بھاری اور رستے میں ہے چاہ ۔ چل نہ ٹیڑھا۔ پُر ہے دھوکے سے یہ راہ

سالِ شصت آمد کہ در شستت کشد ۔ راہِ دریا گیر تا یابی رشد
شست میں لے کر ساٹھواں سال آگیا ۔ راہ لے دریا کی۔ نیکی پائے گا

[۱] پودینہ

آنکه عاقل بود در دریا رسید	شد خلاص از دام واز آتش رہید
تھا جو عاقل پہنچا دریا پر شتاب	ہو گیا وہ دام و آتش سے رہا
چونکہ بیگہ گشت و آں فرصت گذشت	مُردہ گرد و سوئے دریا ز دشت
ہو گیا ناوقت، اب فرصت کہاں	مُردہ بن ہو جانبِ دریا رواں
ورنہ در تابہ شوی بریاں بسے	ایں چنیں ہرگز کند بر خود کسے
ورنہ تو اک دن کڑھائی میں جلے	ایسا کرتا ہے کوئی اپنے لئے
حالِ آں سہ ماہی و آں جوئبار	گفتہ شد ایں جا برائے اعتبار
تین اک ندی میں تھیں جو مچھلیاں	حال اُن کا ہو چکا ہے کچھ بیاں[1]
فَانْتَبِهْ ثُمَّ اعْتَبِرْ ثُمَّ انْتَصِبْ	وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ثُمَّ اجْهَدْ تُصِبْ
جاگ، عبرت اس سے لے اور صبر کر	مانگ امدادِ خدا، تا ہو مفر ۲۲
سال بیگہ گشت و وقتِ کشت نہ	جز سیہ روئی و فعلِ زشت نہ
سال گذرا اب کہاں ہے وقتِ کشت	بس سیہ روئی ہے یا ہے فعلِ زشت
کرم در بیخ درختِ تن فتاد	بایدش برکند و بر آتش نہاد
بیخ نخلِ تن میں کیڑے لگ گئے	آگ پر اب اس کو رکھنا چاہئے
ہین و ہیں اے راہرو بیگاہ شد	آفتابِ عمر سوئے چاہ شد
اے مسافر، وقت سب گذرا تباہ	آفتابِ عمر ہے مائل بچاہ
ایں دو روزک را کہ زورت ہست زود	پیر افشانی بکن از راہِ جود
اور قابو میں یہ دو دن ہیں ترے	کوششیں کر لے کچھ اپنے جود سے
ایں قدر تخمے کہ ماندستت بکار	تا در آخر بینی او را برگ و بار
بیج جو تھوڑے سے ہیں بو دے انہیں	تا یہ کچھ پھل دے اُنھیں انجام میں

[1] حال یہ ہے کہ ابھی اُن تین مچھلیوں اور ندی کا حال مولاناؒ نے بیان نہیں کیا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ چوتھے دفتر میں موجود ہے ۔

تا نمرداست این چراغ با گہر	ہین فتیلاش ساز روغن زود تر
ہے ابھی روشن چراغ با گہر	تیل بتی ڈال اس میں جلد تر
ہین مگو فردا کہ فرداہا گذشت	تا بکلی نگذرد ایامِ کشت
کل نہ کر - کل تو بہت سے ہو چکے	اب گزر جائیں نہ یہ دن کاشت کے

تاخیر میں بڑی آفتیں ہیں

پندِ من بشنو کہ تن بندِ قوی ست	کہنہ بیروں کن گرت میلِ نو یست
سن نصیحت، جسم ہے قیدِ قوی	ہے نیا درکار، کہنہ پھینک بھی
لب ببند و کفِ پُرِ زر بر کشا	بخلِ تن بگذار و پیش آور سخا
بند کر لب، دستِ پُر زر کھول دے	کر سخاوت بخلِ تن کو چھوڑ کے
ترکِ لذتہا و شہوتہا سخاست	ہر کہ در شہوت فرو شد بر نخاست
ترکِ لذت ترکِ شہوت ہے سخا	جو گرا شہوت میں پھر وہ کب اٹھا
این سخا شاخیست از سروِ بہشت	وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت
یہ سخا ہے شاخِ سروِ خلد، لے	اس پہ حسرت جس نے چھوڑا ہے اسے
عروۃ الوثقیٰ ست این ترکِ ہوا	بر کشد این شاخ جاں را بر سما
رشتۂ محکم ہے یہ ترکِ ہوا	شاخِ جاں کو اس سے ہے اوجِ سما
تا برد شاخِ سخا اے خوب کیش	مر ترا بالا کشاں تا اصلِ خویش
تا کہ لے جائے تجھے شاخِ سخا	کھینچ کر تا اصل اے مردِ خدا
یوسفِ حسنی و این عالم چو چاہ	ویں رسن صبر است از امرِ الٰہ
تو ہے یوسف اور یہ عالم ہے چاہ	یہ رسن ہے صبر، از امرِ آلہ
یوسفا آمد رسن در زن تو دست	از رسن غافل مشو بیگہ شدست
آئی اے یوسف! رسن لے ہاتھ مار	ہو نہ غافل، وقت ہے ناوقت یار

حمد للہ کایں رسن آویختند	فضل و رحمت را بہم آمیختند
شکر کر خالق نے لٹکا دی رسن	فضل و رحمت ہیں اکٹھے جان من!
در رسن زن دست و بیروں رو ز چاہ	تا ببینی بارگاہِ پادشاہ
ہاں پکڑ رسی، کنوئیں سے باہر آ	تاکہ دیکھے بارگاہِ بادشا
تا ببینی عالمِ جانِ جدید	عالمے بس آشکار و ناپدید
عالمِ جانِ جدید آئے نظر	جو نمایاں بھی ہے اور ہے مستتر
این جہانِ نیست چوں ہستاں شدہ	واں جہانِ ہست بس پنہاں شدہ
یہ جہانِ نیست ہے ہستی نما	وہ جہاں پنہاں ہے جو ہے ہست کا
خاک بر باد است و بازی می کند	کژ نمائی پردہ سازی می کند
خاکِ بر باد اپنی بازی میں ہے ہاں	کج نمائی پردہ سازی میں ہے ہاں
خاک ہمچوں آلتے در دستِ باد	باد را داں عالی و عالی نژاد
خاک اک آلہ ہے دستِ باد میں	باد کے رتبے ہیں عالی دیکھ لیں
چشمِ خاکی را بخاک افتد نظر	باد بیں چشمے بود نوعِ دگر
خاک پر پڑتی ہیں آنکھیں خاک کی	باد بیں ہوتی ہیں آنکھیں دوسری
اینکہ بر کار است بیکار است و پوست	وآنکہ پنہان است مغز و اصل اوست
یہ جو ہے باکار ہے بیکار و پوست	اور پوشیدہ ہے مغز و اصل دوست!
اسپ داند اسپ را کو ہست یار	ہم سوارے داند احوالِ سوار
گھوڑے کو کرتا ہے گھوڑا تیز یار	جانتا اسوار ہے حالِ سوار
چشمِ حس اسپ است و نورِ حق سوار	بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار
چشمِ حس گھوڑا ہے نورِ حق سوار	بے سوار آئے گا کیا گھوڑا بکار
پس ادب کن اسپ را از خوئے بد	ورنہ پیشِ شاہ باشد اسپ رد
تو بری عادت سے گھوڑے کو بچا	ورنہ رد کر دے گا اس کو بادشا

چشمِ اسپ از چشمِ شہ رہبر بود　　چشمِ او بے چشمِ شہ مضطر بود

چشمِ شہ ہے اسپ کو بس خضرِ راہ　　اس کی آنکھیں زار ہیں بے چشمِ شاہ

چشمِ اسپاں جز گیاہ و جز چرا　　ہر کجا خوانی نیاید بے چرا

چشمِ اسپاں سوئے گہ۔ سوئے چرا[1]　　تو جہاں چاہے، نہ آئیں بے چرا

نورِ حق بر نورِ حس راکب شود　　وآنگہے جاں سوئے حق راغب شود

نورِ حس پر ہو جو راکب نورِ حق　　بعد ازآں یہ جان ہو مسرورِ حق ۲۲

اسپ بے راکب چہ داند رسم و راہ　　شاہ باید تا بداند شاہراہ

اسپ بے راکب نہ جانے رسم و راہ　　شاہ کو معلوم ہے ہر شاہ راہ

سوئے حسے رو کہ نورش راکب است　　حس را آں نور نیکو صاحب است

ڈھونڈ وہ حس نور ہو جس کا سوار　　ہے مصاحب حس کا وہ نور اور یار

نورِ حس را نورِ حق تزئیں بود　　معنیِ نورٌ علیٰ نور ایں بود

نورِ حق ہے نورِ حس کی آن بان　　معنیِ نورٌ علیٰ نور اس کو جان

نورِ حسی می کشد سوئے ثریٰ　　نورِ حقش می برد سوئے علا

نورِ حس تحت الثریٰ کو کھینچتا　　نورِ حق عرشِ علیٰ کو کھینچتا

زانکہ محسوسات دوں تر عالمے ست　　نورِ حق دریا و حس چوں شبنمے ست

یہ ہے محسوساتِ ادنیٰ کی مثال　　نورِ حق دریا ہے حس شبنم جمال

لیک پیدا نیست آں راکب برو　　جز بآثار و بگفتارِ نکو

روبرو ظاہر نہیں لیکن سوار　　ہیں عیاں صرف اس کے آثار و شعار

نورِ حسی کو غلیظ است و گراں　　ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں

نورِ حس کا جو ہے گدلا اور گراں　　وہ ہے آنکھوں کی سیاہی میں نہاں

[1] چراگاہ ۔

چونکہ نورِ حس نمی بینی زچشم
چوں ببینی نورِ آں دِہی زچشم

نورِ حس ہی جب نہیں آتا نظر
نورِ حق پھر کس طرح ہو جلوہ گر

نورِ حس با این غلیظی مختفی ست
چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست

نورِ حس گدلا ہے۔ پھر بھی ہے نہاں
صاف ہو کر نورِ حق کیا ہو عیاں

این جہاں چوں خس بدستِ بادِ غیب
عاجزی پیشہ گرفتہ از دادِ غیب

ہے جہاں جوں خس بدستِ بادِ غیب
عاجزی پیشہ بنا از دادِ غیب

گہ بحرش می برد گاہیش بر
گاہ خشکش می کند گاہیش تر

بحر میں لے جاتا ہے۔ بر میں کبھی
خشک میں رکھتا ہے اور تر میں کبھی

دست پنہان و قلم بیں خط گزار
اسپ در جولان و ناپیدا سوار

ہاتھ ہے پنہاں۔ قلم ہے خط گزار
دوڑ میں گھوڑا ہے۔ پنہاں ہے سوار

گہ بلندش می کند گاہیش پست
گہ درستش می کند گاہے شکست

پست کرتا ہے اُسے۔ گاہے بلند
گہ بنائے گاہ توڑے بند بند

گہ یمینش می برد گاہے یسار
گہ گلستانش کند گاہیش خار

دائیں بائیں اُس کو لے جاتا ہے وہ
پھول اور کانٹا بنا لاتا ہے وہ

تیر پرّاں بین و ناپیدا کماں
جانہا پیدا و پنہاں جانِ جاں

اُڑ رہا ہے تیر پنہاں ہے کماں
جانیں ظاہر اور نہاں ہے جانِ جاں

تیر را مشکن کہ ایں تیرِ شہیست
نیست پرتابے ز شستِ آگہیست

تیر کو مت توڑ یہ ہے تیرِ شہی
تیر ہے یہ شست سے آگاہ کی

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ گفت حق
کارِ حق بر کارہا دارد سبق

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ[1] پڑھ ذرا
کارِ حق سب پر ہے سبقت لے گیا

[1] قولہ تعالیٰ :- مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمیٰ - جب تو تیر پھینکتا ہے تو تو تیر نہیں پھینکتا، بلکہ خدا تیر پھینکتا ہے ؏

چشمِ خود بشکن تو مشکن تیر را
چشم خشمت خوں نماید شیر را
تیر کو مت توڑ، پھوڑ آنکھیں ذرا
خوں دکھائے شیر کو چشمِ جفا

بوسہ دہ بر تیر و پیشِ شاہ بر
تیر خوں آلودہ از خونِ تو تر
بوسہ دے اور تیر پیشِ شاہ لا
خون سے تر کر کے پیکاں تیر کا

آنچہ پیدا عاجز و بست و زبوں
وانچہ ناپیدا چناں تند و حروں
جو ہے پیدا، عاجز، اور پست و زبوں
اور جو ناپیدا ہے سرکش اور حروں

ما شکاریم ایں چنیں دامے کراست
گوئے چوگانیم چوگانی کجاست
صید ہیں ہم، دام ایسا ہے کہاں
گیند ہیں ہم۔ ہے وہ چوگاں کیوں نہاں

می دَرَد می دوزد ایں خیّاط کو
می دمد می سوزد ایں نفّاط کو
پھاڑتا سیتا ہے یہ خیّاط[1] کون
ہے جلاتا پھونکتا نفّاط[2] کون

ساعتے کافر کند صدّیق را
ساعتے زاہد کند زندیق را
اک گھڑی کافر کرے صدّیق کو
اک گھڑی زاہد کرے زندیق کو

زانکہ مخلص در خطر باشد مدام
تا ز خود خالص نگردد او تمام
رہتا ہے خطرے میں بس مخلص مدام
ہو نہ وہ جس وقت تک خالص تمام

زانکہ در راہ است و رہزن بیحد است
آں رہد کو در امانِ ایزد است
کیونکہ رہ میں ہیں بہت دزدانِ راہ
وہ بچا۔ لی جس نے خالق کی پناہ

آئنہ خالص نگشت او مخلص است
مرغ را نگرفتہ است و مقنص[3] است
آئنہ خالص نہیں، مخلص ہے وہ
مرغ کو پکڑا نہیں، مقنص ہے وہ

چونکہ مخلص گشت مخلص باز رست
در مقامِ امن رفت و برد دست
جبکہ مخلَص ہو گیا، مخلِص ہوا
پہنچا جائے امن میں غالب بنا

۱ درزی + ۲ آتش باز +
۳ گرفتار +

هیچ آئینه دگر آهن نشد ‌ ‌ ‌ هیچ نانے گندم خرمن نشد
کب کوئی آئینہ پھر لوہا بنا ‌ ‌ ‌ کب کوئی روٹی بنی گیہوں بتا

هیچ انگورے دگر غوره نشد ‌ ‌ ‌ هیچ میوه پخته باکوره نشد
کب ہوا انگور پختہ خام اجی! ‌ ‌ ‌ میوہ پک کر پھر نہ ہو کچا کبھی

پخته گرد و از تغیر دور شو ‌ ‌ ‌ رو چو برهان محقق نور شو
پختہ بن، تبدیلیوں سے دور ہو ‌ ‌ ‌ مثل برہان محقق[1] نور ہو

چون ز خود رستی همه برهان شدی ‌ ‌ ‌ چونکه گفتی بنده ام سلطان شدی
ہو رہا خود سے تو بن جائے دلیل ‌ ‌ ‌ بندہ کہنے سے ہو سلطان اے جلیل

ور عیان خواهی صلاح الدین نمود ‌ ‌ ‌ دیده‌ها را کرد بینا و گشود
گر عیاں چاہے، صلاح الدین[2] سے مل ‌ ‌ ‌ روشن آنکھوں کو کرے کھل جائے دل

فقر را از چشم و از سیمای او ‌ ‌ ‌ دید هر چشمے که دارد نور هو
چشم و پیشانی سے اس کی فقر کو ‌ ‌ ‌ دیکھا ان آنکھوں نے جو حق بیں تھیں جو

شیخ فعال است بے آلت چو حق ‌ ‌ ‌ با مریدان داده بے گفتے سبق
شیخ بے آلہ ہے فاعل مثل حق ‌ ‌ ‌ بے پڑھائے دے مریدوں کو سبق

دل بدست او چو موم نرم رام ‌ ‌ ‌ مهر او گه ننگ سازد گاه نام
دل ہے اس کے ہاتھ میں جوں موم رام ‌ ‌ ‌ مہر اس کی ننگ کر دے گاہ نام[3]

مهر مومش حاکی انگشتری ست ‌ ‌ ‌ باز آن نقش نگین حاکی کیست
مہر ہے بس مصلح انگشتری ‌ ‌ ‌ نقش کس کا ذکر کرتا ہے کبھی

[1] تحقیق کی ہوئی دلیل۔ یا حضرت سید برہان الدین محقق سے مراد ہے +

[2] حضرت صلاح الدین زرکوبؒ سے مراد ہے جو حضرت برہان الدین رح کے مریدوں اور مشائخ میں سے تھے +

[3] یہاں کشادہ سے مراد ہے +

حاکی اندیشۂ آں زرگر است — سلسلہ ہر حلقہ اندر دیگر ست

مصلح اندیشہ تو زرگر ہے وہ — سلسلہ در سلسلہ اکثر ہے وہ

ایں صدا در کوہِ دلہا بانگ کیست — گہ پُر ست از بانگ ایں گہ گہ تہی ست

کوہِ دل میں یہ صدا ہے گونجتی — پُر ہے گا ہے بانگ سے گا ہے تہی

ہر کجا ہست آں حکیم اوستاد — بانگ او زیں کوہِ دل خالی مباد

جس جگہ ہے وہ حکیم خوش کلام — کوہ پُر ہو بانگ سے اس کی مدام

ہست کہ کآوا مثنا می کند — ہست کہ کآواز صدتا می کند

بعض کوہوں کی صدا دُہری ہوئی — بعض کی بانگ و صدا ہے سَو گُنی

می رہاند کوہ ازاں آواز و قال — صد ہزاراں چشمۂ آبِ زلال

کرتی ہے ہر کوہ کی آواز و قال — لاکھوں پیدا چشمۂ آبِ زلال

چوں زکہ آں لطف بیروں میشود — آبہائے چشمہا خوں می شود

کوہ سے جب لطف ہوتا ہے بروں — چشموں کا پانی بھی ہوں جاتا ہے خوں

زاں شہنشاہِ ہمایوں نعل بود — کہ سراسر طور سینا لعل بود

چونکہ شاہنشہ ہمایوں فال تھا — سارا کوہ طور سینا لال تھا

جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ — ما کم از سنگیم آخر اے گروہ

زندہ و دانا ہوئے اجزائے کوہ — ہم ہیں پتھر سے بھی کمتر اے گروہ

نے زجاں یک چشمہ جوشاں میشود — نے بدن از سبز پوشاں میشود

جان سے آتا نہیں چشموں کو جوش — اور نہ ہوتا ہے بدن ہی سبز پوش

نے صدائے بانگِ مشتاقی درو — نے صفائے جرعۂ ساقی درو

ہے نہ آواز دل کی مشتاقی وہاں — اور نہ نورِ جرعۂ ساقی وہاں

کو حمیت تا ز تیشہ وز کلند — ایں چنیں کہ را بکلی برکنند

کس میں غیرت ہے کدال اور تیشے سے — کوہ کو جڑ سے اُٹھا کر پھینک دے

بو کہ براجزائے او تابد رہے
بو کہ در روئے تابِ خور یابد رہے

شاید اُس کے ٹکڑوں پر روشن ہو ماہ
شاید اُس میں پائے سورج اپنی راہ

چوں قیامت کوہہا را بر کند
پس قیامت ایں کرم کے می کند

جب قیامت اُن کو جڑ سے پھینک دے
دیکھئے کس دن کرم ایسا کرے

ایں قیامت زاں قیامت کے کم است
آں قیامت زخم و ایں چوں مرہم است

یہ قیامت کب ہے اُس محشر سے کم
زخم ہے وہ۔ یہ ہے مرہم ذوالکرم

ہر کہ دید آں مرہم از زخم ایمن است
ہر بدے کایں حسن دید او محسن است

زخم کا کیا غم جو یہ مرہم ملا
جس نے دیکھا حُسن محسن بن گیا

اے خنک زشتے کہ خوبش شد حریف
وائے گل روئیکہ جفتش شد خریف

واہ وہ بد رُو۔ ہے جس کی خو حریف ملا
آہ وہ گل رُو جو ہے جفتِ خریف

نانِ مُردہ چوں حریفِ جاں شود
زندہ گردد نان و عینِ آں شود

نانِ مُردہ جب حریفِ جاں ہوئی
زندہ ہو کر عینِ جاں وہ بن گئی

ہیزمِ تیرہ حریفِ نار شد
تیرگی رفت و ہمہ انوار شد

جب حریفِ نار اک لکڑی ہوئی
تیرگی کھو کر سراپا نور تھی

در نمکسار ار خرِ مُردہ فتاد
آں خری و مُردگی یکسو نہاد

خر گرا نانِ نمک میں جب کبھی
سب خری اور مُردگی جاتی رہی

صبغۃ اللہ ہست رنگِ خُم ہو
پیسہا یک رنگ گردد اندرو

ہے خدا کا رنگ رنگِ خُم ہو
ایک رنگ ابلق ہیں جس میں مُو بمُو

چوں دراں خُم افتد و گوئیش قُم
از طرب گوید منم خُم لا تلم

وہ گرے خُم میں۔ اُسے تو قُم کہے
بولے میں خُم ہوں۔ مجھے طعنے نہ دے

سلہ اور دل کے لئے سازگار +

آں منم خم خود انا الحق گفتنیست	رنگ آتش دارد الا آہنیست
خُم ہے کیا قائل انا الحق کا ہے وہ	رنگ ہے آتش کا۔ گو لوہا ہے وہ
رنگِ آہن محوِ رنگِ آتش است	ز آتشے میلافد و خامش وش است
رنگِ آہن آگ میں مدہوش ہے	لافِ آتش ہے، مگر خاموش ہے
چوں بسرخی گشت ہمچوں زرِ کاں	پس انا ناریست لافش بے زباں
سُرخ جب سونے کی صورت ہو گیا	بے زبانی سے انا نار[1] کہا
شد ز رنگ و طبع آتش محتشم	گوید او من آتشم من آتشم
آگ رنگ و طبع سے وہ ہو گیا	آگ ہوں میں آگ ہوں کہنے لگا
آتشم من گر ترا شک است و ظن	آزموں کن دست را بر من بزن
آگ ہوں، لیکن جو ہو شک اور گماں	آزما، رکھ ہاتھ مجھ پر جلد ہاں
آتشم من بر تو گر شد مشتبہ	روئے خود بر روئے من یکدم بنہ
آگ ہوں گر شک ہے اس میں کچھ تجھے	اپنا چہرہ مجھ پہ رکھ کر دیکھ لے
آدمی چوں نور گیرد از خدا	ہست مسجودِ ملائک ز اجتبا
آدمی جب خود خدا سے نور لے	وہ ہے مسجودِ ملائک دفر سے
نیز مسجودِ کسے کو چوں ملک	رستہ باشد جانش از طغیان و شک
اُس کا بھی مسجود، جو بے شبہ و شک	شک سے ہو جائے رہا مثلِ ملک
آتشِ چہ آہن چہ لب ببند	ریشِ تشبیہ و مشبہ را بخند
آگ کیسی، کیسا لوہا بے خبر	خندہ تشبیہ و مشبہ پہ تو کر
پائے در دریا منہ کم گو ازاں	بر لبِ دریا خمش کن لب گزاں
جا نہ سوئے بحر، کم کر یہ بیاں	ساحلِ دریا پہ رہ خاموش ہاں

[1] یعنی میں آگ ہوں +

گرچہ صد چوں من ندارد تابِ بحر ... لیک می نشکیبم از غرقابِ بحر

سیکڑوں مجھ سے نہ لائیں تابِ بحر ... صبر کیا۔ جب تک نہ ہوں غرقابِ بحر

جان و عقلِ من فدائے بحر باد ... خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد

عقل و جاں میری فدا ہے بحر پر ... عقل و جاں کا خونبہا دے گا مگر

تا کہ پایم می رود رانم درو ... چوں نماند پا چو بطّانم درو

پاؤں میں جب تک ہے دم آبی ہوں میں ... زور جب گھٹ جائے۔ مرغابی ہوں میں

بے ادب حاضر ز غائب خوشتر است ... حلقہ گرچہ کژ بود نے بر در است

بے ادب حاضر ہے غائب سے بھلا ... کنڈی گو ٹیڑھی ہے۔ در پر ہے سدا

اے تنِ آلودہ بگردِ حوض گرد ... پاک کے گردد برونِ حوض مرد

گندے! کیا حاصل طوافِ حوض سے ... پاک کب ہو مرد باہر حوض کے

پاک کو از حوض مہجور اوفتاد ... او ز طہر خویش ہم دور اوفتاد

حوض سے جو دور ہے کب پاک ہے ... دور پاکی سے وہ بے ادراک ہے

پاکی ایں حوض بے پایاں بود ... پاکی اجسام کم میزاں بود

حوض کی پاکی ہے پاکی کامیاب ... جسم کی پاکی کا ہے کچھ کم حساب

زانکہ دل حوضیست لیکن در کمیں ... سوئے دریا راہ پنہاں دارد ایں

کیونکہ دل اک حوض ہے بالکل چھپا ... اس سے دریا تک ہے پنہاں راستا

پاکیِ محدودِ تو خواہد مدد ... ورنہ اندر خرج کم گردد عدد

تیری پاکی چاہیے امداد اے فتا! ... ورنہ تو پاکی میں کم ہو جائے گا

پانی کا ناپاکوں کو پاکی کے لئے بلانا

آب گفت آلودہ را در من شتاب ... گفت آلودہ کہ دارم شرم از آب

پانی اک ناپاک سے بولا کہ آ ... بولا آلودہ، ہے پانی سے حیا

گفت آب این شرم بے من کے رود	بے من این آلودہ زائل کے شود
پانی بولا کھوؤں گا میں شرم بھی	بے مرے کب دور ہو آلودگی
ز آب ہر آلودہ گر پنہاں شود	اَلْحَیَاءُ یَمْنَعُ الْاِیْمَاں بود
پانی سے ناپاک اگر پنہاں رہے	یہ حیا دور اس کو ایماں سے رکھے
دل ز پایہ حوض تن گلناک شد	تن ز آب حوض دلہا پاک شد
دل جو حوض جسم سے گلناک ہے	جسم آب حوض دل سے پاک ہے
گرد پایہ حوض دل گرد اے پسر	ہاں ز پایہ حوض تن می کن حذر
حوض دل کے گرد پھر تو اے پسر	حوض تن کی گاد سے پرہیز کر
بحر تن بر بحر دل برہم زناں	در میاں شاں بَرْزَخٌ[١] لَّا یَبْغِیَاں
بحر دل پر تو ہے بحر تن رواں	بیچ میں حائل ہے اک پردہ گراں
گر تو باشی راست ور باشی تو کژ	پیشتر می غژ بدو واپس مغژ
خواہ تجھ میں ہو کجی یا راستی	آگے بڑھ، لیکن نہ پیچھے ہٹ کبھی
پیش شاہاں گر خطر باشد بجاں	لیک نشکیبند عالی ہمتاں
پیش شہ جانے میں گو ہے خوف جاں	اہل ہمت صبر کرتے ہیں کہاں
شاہ چوں شیریں تر از شکر بود	جان بشیرینی رود خوشتر بود
شاہ جو شیریں شکر سے ہے سوا	جان شیریں دے تو بہتر اس سے کیا
اے ملامت گو سلامت مر ترا	وے سلامت جو رہا کن تو مرا
اے ملامت گو سلامت تو رہے	اے سلامت جو مجھے تو چھوڑ دے
جان من کورہ است و با آتش خوش است	کورہ را این بس کہ خانہ آتش است
میری جاں بھٹی ہے، خوش ہے آگ سے	آگ گھر کافی ہے بھٹی کے لئے

[١] یعنی ایک پردہ ہے جس کے باعث وہ اپنی اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتے +

ہمچو کورہ عشق را سوزید نیست
ہر کہ او زیں کور باشد کودنے ست

عشق بھٹی کی طرح ہے سوز میں
اس سے جو اندھا ہو کودن جان لیں

برگ بے برگی ترا چوں برگ شد[۱]
جان باقی یافتی و مرگ شد

برگ بے برگی جو تیرا برگ ہو
جان باقی پائے، رخصت مرگ ہو

چوں ترا غم شادی افزودن گرفت
روضۂ جانت گل و سوسن گرفت

تھیں جو خوشیاں عین غم تیرے لئے
باغ میں جاں کے گل و سوسن اُگے

آنچہ خوف دیگراں آں امن تست
بط قوی در بحر و مرغ خانہ سست

امن تیرا، خوف اوروں کا، درست
بط قوی دریا میں، مرغ خانہ سست

باز دیوانہ شدم من اے طبیب!
باز سودائی شدم من اے حبیب!

ہو گیا دیوانہ پھر میں اے طبیب!
ہو گیا سودائی پھر میں اے حبیب!

حلقہائے سلسلہ تو ذو فنوں
ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنوں

حلقۂ زنجیر ہیں ہیں دو کمال
حلقے حلقے میں جنوں کا ہے وبال

داد ہر حلقہ فنونے دیگر ست
پس مرا ہر دم جنونے دیگر ست

حلقے حلقے میں فسوں ہے دوسرا
مجھ کو ہر لحظہ جنوں ہے دوسرا

پس جنوں باشد فنوں ایں شد مثل
خاصہ در زنجیر ایں میر اجل

ہے جنوں خود ہی "فنوں" یہ ہے مثل
خاص کر جب پھانس لے میر اجل

آنچناں دیوانگی بگسست بند
کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند

یوں جنوں نے توڑ ڈالی قید و بند
دیتے ہیں دیوانے بھی اب مجھ کو پند

۱ یعنی اگر بے سرو سامانی تیرا سامان ہو جائے +

دوستوں کی طرف سے ذوالنونؒ مصری کی عیادت

این چنین ذوالنونؒ مصری را فتاد ‎ ‎ ‎ کاندرو شور و جنون نو بزاد
ایسی ہی ذوالنونؒ مصری پر پڑی ‎ ‎ ‎ شور ان کا اور وحشت بڑھ گئی

شور چنداں شد کہ تا فوقِ فلک ‎ ‎ ‎ می رسد از وے جگرہا را نمک
شور اس درجہ بڑھا تھا، تا فلک ‎ ‎ ‎ واسطے جگروں کے گویا تھا نمک[1]

ہیں منہ تو شورِ خود اے شورہ خاک ‎ ‎ ‎ پہلوئے شورِ خداوندانِ پاک
شور اپنا رکھ نہ تو اے شورہ خاک ‎ ‎ ‎ اُن کے پہلو ہیں جو ہیں خاصانِ پاک

خلق را تاب جنونِ او نبود ‎ ‎ ‎ آتشِ او ریشہا شاں می ربود
خلق کو تاب اُس کی وحشت کی نہ تھی ‎ ‎ ‎ اُن کی ڈاڑھی آگ سے اُس کی جلی

چونکہ در ریشِ عوام آتش فتاد ‎ ‎ ‎ بند کردندش بزنداں المراد
آگ جب لوگوں کی ڈاڑھی میں لگی ‎ ‎ ‎ دی اسے تکلیف آخر قید کی

نیست امکاں واکشیدن این لجام ‎ ‎ ‎ گرچہ زین رہ تنگ می آیند عام
کس کے امکاں میں ہے روکے یہ لگام ‎ ‎ ‎ گرچہ اس سے تنگ آئیں خاص و عام

دید این شاہاں ز عامہ خوفِ جاں ‎ ‎ ‎ کایں گرہ کورند و شاہاں بے نشاں
دیکھا شاہوں نے جو خوفِ جانِ عام ‎ ‎ ‎ بے نشاں وہ - یہ گروہ اندھا تمام

حکم چون در دستِ رنداں اوفتاد ‎ ‎ ‎ لاجرم ذوالنونؒ بزنداں اوفتاد
حکم دینے والے اکثر رند تھے ‎ ‎ ‎ اس لئے ذوالنونؒ زنداں میں گئے

یک سوارہ می رود شاہِ عظیم ‎ ‎ ‎ در کفِ طفلاں چنیں دُرِّ یتیم
دیکھ تنہا ہوتا ہے شاہِ عظیم ‎ ‎ ‎ ہاتھ میں بچوں کے جوں دُرِّ یتیم

[1] بے چینی سے مراد ہے۔

دُر چہ دریا بُد نہاں در قطرہٗ | آفتابے مخفی اندر ذرہٗ
دُر تو کیا دریا ہے قطرے میں نہاں | اور ذرے میں ہے مہر ضو فشاں

آفتابے خویش را ذرہ نمود | واندک اندک روئے خود را بر کشود
پہلے ذرہ اپنے سورج کو کیا | تھوڑا تھوڑا چہرہ پھر کھلتا رہا

جملہ ذرّات در وے محو شد | عالم از وے مست گشت و صحو شد
جتنے ذرے تھے سب اُس میں محو تھے | مست بھی ہشیار سارے ہو گئے

چوں قلم در دستِ غدارے بود | لاجرم منصورؒ بر دارے بود
جب قلم ہو ہاتھ میں غدار کے | کیوں نہ ہوں منصورؒ اوپر دار کے

چوں سفیہاں را بود کار و کیا | لازم آمد یقتلون الانبیا
جب کمینوں کا ہو زور اے باوفا | لازم آئے انبیا کا مارنا

انبیا را گفتہ قوم راہ گم | از سفہ اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ
کہتے تھے، تھی جن کی عقل و راہ گم | نبیوں سے اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ [1]

جہلِ ترسا بیں اماں انگیختہ | زاں خداوندیکہ گشت آویختہ
جہلِ ترسا [2] دیکھ لیتے ہیں اماں | اُن سے لٹکاتے ہیں جن کو بے گماں

چوں بقولِ وست مصلوب جہود | پس مرا او را امن کے تاند نمود
جب یہود ان کو کریں مصلوب ہاں | ان سے پھر مل سکتی ہے کیونکر اماں

چوں دلِ آں شاہ زایشاں خوں بود | عصمتِ وَاَنْتَ فِیْہِمْ چوں بود
شاہ کا دل خون ہو جب قوم سے | عصمتِ وَاَنْتَ فِیْہِمْ [3] کیا کرے

۱ قولہ تعالیٰ: اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَہُوْا لَنَرْجُمَنَّکُمْ وَلَیَمَسَّنَّکُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ کفّار پیغمبروں سے کہتے ہیں، ہم نے تم سے شگون لیا، اگر تم باز نہ آؤ گے تو بیشک ہم تمہیں سنگسار کریں گے اور تم کو ہم سے سخت عذاب پہنچے گا +

۲ عیسائیوں کی بے وقوفی + ۳ قولہ تعالیٰ: وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ

زرِ خالص را و زرگر را خطر | باشد از قلّابِ خائن بیشتر

زر کو اور زرگر کو بے شک ہے خطر | کھوٹا کرنے والے سے اے باخبر

یوسفان از رشکِ زشتاں مخفی اند | کز عدو خوباں در آتش می زیند

ہیں بُرّدں کے رشک سے یوسفؑ نہاں | خوب رُو دشمن سے ہیں آتش بجاں

یوسفاں از مکرِ اخواں در چہند | کز حسد یوسفؑ بگرگاں می دہند

مکرِ اخواں سے ہیں یوسفؑ چاہ میں | جو حسد سے بھیڑیوں کو دیں انہیں

از حسد بر یوسفؑ مصری چہ رفت | ایں حسد اندر کمیں گرگے ست زفت

یوسفؑ مصری حسد میں مبتلا | یہ حسد ہے گھات کا اک بھیڑیا

لاجرم زیں گرگ یعقوبؑ حلیم | داشت بر یوسفؑ ہمیشہ خوف و بیم

لاجرم یعقوبؑ بھی اس گرگ سے | حال پہ یوسفؑ کے خائف رہتے تھے

گرگ ظاہر گردِ یوسفؑ خود نگشت | ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت

گردِ یوسفؑ تھا نہ ظاہر بھیڑیا | یہ حسد تو گرگ سے بھی بڑھ گیا

زخم کرد ایں گرگ و ز عذرِ لبق | آمدہ کاِنّا ذَھَبْنَا نَسْتَبِقْ

لے گیا تھا گو حسد۔ لیکن کہا | بھیڑیا اُن کو اُٹھا کر لے گیا

صد ہزاراں گرگ را ایں مکر نیست | عاقبت رسوا شود ایں مکر بایست

مکر ایسا لاکھوں گرگوں میں نہیں | ہوتا ہے آخر یہ رسوا مکر کیں

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۵۲) یعنی اے محمدؐ! خدا نہیں چاہتا کہ اُس قوم کو عذاب دے جس میں تو موجود ہو +

۱۵ قرآن شریف کی آیت یہ ہے "وَجَآءُ وْا اَبَاھُمْ عِشَآءً یَّبْکُوْنَ، قَالُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَکْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَکَلَهُ الذِّئْبُ" شام کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے چلّاتے آئے اور کہا اے باپ! ہم جنگل میں تیر چلانے اور شکار کے لئے چلے گئے تھے اور یوسفؑ کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ بھیڑیا اُس کو کھا گیا +

زانکہ حشر حاسداں روزِ گزند | بیگماں بر صورتِ گرگاں کنند
حاسدوں کا حشر روزِ حشر بھی | بھیڑیوں کی شکل میں ہو گا اخی

حشر پُر حرص خسِ مردار خوار | صورتِ خوکے بود روزِ شمار
حشر پُر حرص خس مردار خوار | خوک کی مانند ہو روزِ شمار

زانیاں را گندہ اندامِ نہاں | خمر خواراں را بود گندہ دہاں
زانیوں کا گندہ اندام نہاں | اور مے نوشوں کا گندہ ہو دہاں

گندِ مخفی کاں بدلہا می رسید | گشت اندر حشر محسوس و پدید
بوئے مخفی جو پہنچتی دل میں تھی | حشر میں بالکل عیاں ہو جائے گی

بیشۂ آمد وجودِ آدمی | پُر حذر شو زیں وجود ار آدمی
ایک جنگل ہے وجودِ آدمی | آدمی تو ہے۔ تو ڈر اس سے اخی!

ظاہر و باطن اگر باشد یکے | نیست کس را در نجات او شکے
جس کا ظاہر اور باطن ایک ہو | اس کی بخشش میں ہو شک کس شخص کو

در وجودِ ما ہزاراں گرگ و خوک | صالح و ناصالح و خوب و خشوک
ہیں ہمارے تن میں خوک اور بھیڑیے | نیک اور بد خوب صورت اور برے

حکم خود آں راست کو غالب تر است | چونکہ زر بیش از مس آمد آں زر است
حکم اس پر ہے جو غالب تر رہا | مس بھی پھر زر ہے۔ اگر زر بڑھ گیا

سیرتے کاں در وجودت غالب است | ہم بر آں تصویر حشرت واجب است
جو عمل غالب ہے ہستی پر تری | حشر اسی صورت پہ ہو گا واقعی

ساعتے گرگے در آید در بشر | ساعتے یوسف رخے ہمچوں قمر
دفعتاً ہے بھیڑیا انسان میں | دفعتاً یوسف ہے اس کی آن میں

می رود در سینہا از سینہا | از رہِ پنہاں صلاح و کینہا
سینوں سے جاتے ہیں سینوں کی طرف | چھپ چھپا کر کینہ و مکر اور شرف

بلکہ خود از آدمی در گاو و خر	می رود دانائی و علم و ہنر
آدمی سے بلکہ گاو و خر میں بھی	ہیں ہنر اور علم کی راہیں کھلی
اسپ سکسک میشود رہوار و رام	خرس بازی می کند بز ہم سلام
اسپ بے رہ ہوتا ہے رہوار و رام	کھیلتا ہے ریچھ۔ کرتا ہے سلام
رفت در سگ ز آدمی حرص و ہوس	یا شباں شد یا شکاری یا حرس
آدمی کی حرص ہے کتے میں ہاں	یا شکاری بن گیا یا پاسباں
در سگ اصحاب خوئے زاں رقود	رفتہ تا جویائے رحماں گشتہ بود
پڑ گیا پر تو جو اہل کہف کا	ہو گیا کتا بھی جو یائے خدا
ہر زماں در سینہ نوعے سر کند	گاہ دیو و گہ ملک گہ دام و دد
سینے میں اک نوع ہر لحظہ رہے	گہ فرشتہ گاہ دام و دد بنے
زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ است	تا بدام سینہا پنہاں رہ است
شیر سب آگاہ ہیں جس دشت سے	دام تک سینوں کے ہیں رستے چھپے
دزدئے کن از زر و مرجان جاں	اے کم از سگ از درون عارفاں
تو زر و مرجان جاں کو لے چرا	پیش عارف سگ سے کم رتبہ ترا
چونکہ دزدی بارئے آں در لطیف	چونکہ حامل می شوی بار شریف
تو چراتا ہے اگر موتی لطیف	ہوتا ہے تو حامل بار شریف
چونکہ ذوالنوں سوئے زنداں رفت شاد	بند بر پا دست بر سر زافتقاد
قید میں ذوالنونؒ گئے عشرت کے ساتھ	بیڑیاں تھیں پاؤں میں۔ سر پر تھے ہاتھ
دوستاں از ہر طرف بنہادہ رُو	بہر پرسش سوئے زنداں نزد او

دوست سب زنداں میں ان کے جمع تھے
پوچھتے تھے اُن سے سارے واقعے

ذوالنونؒ کے متعلق مُریدوں کا خیال

دوستاں در قصۂ ذوالنونؒ شدند ‌‌ ‌‌ سوئے زندان و دراں رائے زدند

دوستوں نے قصۂ ذوالنونؒ سنا ‌‌ ‌‌ رائے اپنی پھر ہر اک دینے لگا

کایں مگر قاصد کند یا حکمتے ست ‌‌ ‌‌ کو دریں دیں قبلۂ ما و آیتے ست

کام یہ قصداً ہے یا حکمت سے ہے ‌‌ ‌‌ اُن کو نسبت قبلۂ ملت سے ہے

دُور دُور از عقل چوں دریائے او ‌‌ ‌‌ تا جنوں باشد سفہ فرمائے او

اُن کا دریا ہے الگ ہر فہم سے ‌‌ ‌‌ کب جنوں اُن پر اثر اپنا کرے

حاش للہ از کمال جاہِ او ‌‌ ‌‌ کابر بیماری بپوشد ماہ او

ہے کمالِ جاہ سے ممکن کہاں ‌‌ ‌‌ اُن کا چاند ابر مرض میں ہو نہاں

او ز شرِ عامہ اندر خانہ شد ‌‌ ‌‌ او ز ننگِ عاقلاں دیوانہ شد

شر سے لوگوں کے وہ زنداں میں گئے ‌‌ ‌‌ عاقلوں کے ننگ سے مجنوں بنے

او ز عارِ عقلِ کندِ تن پرست ‌‌ ‌‌ قاصداً رفتست و دیوانہ شدست

تن پرستوں سے جو شرمندہ ہے ‌‌ ‌‌ ہو کے دیوانہ ہیں قصداً خود گئے

کہ بہ بندم اے فتیٰ و ساز گاو ‌‌ ‌‌ بر سر و پشتم بزن وایں را مکاو

یعنی مجھ کو قید کر کوڑے بھی مار ‌‌ ‌‌ راز یہ لیکن نہ کر تو آشکار

تا ز زخمِ لخت یابم من حیات ‌‌ ‌‌ چوں قتیل از گاوِ موسیٰؑ اے ثقات

زندگی مجھ کو بھی وہ حاصل ہو جو ‌‌ ‌‌ گاو موسیٰؑ سے ملی مقتول کو

تا ز زخمِ لخت گاوے خوش شوم ‌‌ ‌‌ ہمچو کشتہ گاوِ موسیٰؑ گش شوم

زخمِ لخت گاو سے ہوں شادماں ‌‌ ‌‌ مثلِ کشتہ گاو کا قاتل ہوں ہاں

زندہ شد کشتہ ز زخمِ دُمِّ گاو ‌‌ ‌‌ ہمچو مس از کیمیا شد زر ساو

کشتہ زندہ تازیانے سے ہوا ‌‌ ‌‌ جیسے مس کو زر بنا دے کیمیا

گشتہ برجست و بگفت اسرار را	وانمود آں زمرۂ خونخوار را
گشتہ اُٹھا بھید سب ظاہر کئے	قاتلوں کے نام اس نے لے دئے
گفت روشن کایں جماعت کشتہ اند	تخم ایں آشوب ایشاں کشتہ اند
یعنی مارا اس جماعت نے مجھے	بیج انہوں نے بوئے ہیں آشوب کے
چونکہ کشتہ گردد ایں جسم گراں	زندہ گردد ہستی اسرار داں
جبکہ مرجاتا ہے یہ جسم گراں	جاگتی ہے ہستی اسرار داں
جانِ او بیند بہشت و نار را	باز داند جملۂ اسرار را
دیکھتی ہے جاں بہشت و نار کو	اور سمجھتی ہے تمام اسرار کو
وانماید خونیانِ دیو را	وانماید دامِ خدعہ دیو را
قاتلانِ دیو کو ظاہر کرے	کھول دے جوہر فریب و مکر کے
گاو کشتن ہست از شرطِ طریق	تا شود از زخمِ دمش جاں مفیق[1]
مارنا ہے گائے کا شرطِ طریق	تا ہو اس کے زخمِ دُم سے جاں مفیق[1]
گاوِ نفسِ خویش را زوتر بکش	تا شود روحِ خفی زندہ بہش
مار ڈال اس اپنی گاوِ نفس کو	تاکہ تیری رُوح پنہاں زندہ ہو
ایں سخن را منقطع و پایاں مجو	حالِ ذوالنونؒ با مریداں باز گو
اس سخن کا ہو بھلا انجام کیا	حال ذوالنونؒ اور مریدوں کا سنا

ذوالنون مصریؒ اور اُن کے مرید

چوں رسیدند آں نفر نزدیکِ او	بانگ زد ہی کیستید اِتّقُوا[2]
پہنچے جب ذوالنونؒ کے وہ روبرو	بول وہ للکارے کہ ہو کون اِتّقُوا

[1] توفیق پانے والی +

[2] پرہیز کرو۔ دُور رہو +

بادب گفتند ما از دوستاں	بہر پرسش آمدیم ایں جا بجاں
دوستوں نے یہ ادب سے عرض کی	آپ کی پرسش کو آئے ہیں سبھی
چونی اے دریائے عقل ذوفنوں	ایں چہ بہتان است بر عقلت جنوں
حال کیا ہے بحرِ عقلِ ذوفنوں!	کیوں لگایا ہے یہ الزامِ جنوں
دودِ گلخن کے رسد در آفتاب	چوں شود عنقا شکستہ از غراب
کب دھواں سورج کا پائے راستا	کوّے سے عنقا شکستہ پر ہو گیا
وا مگیر از ما بیاں کن ایں سخن	ما محبّانیم با ما ایں مکن
ہم سے سچ سچ کہہ دے جو کچھ بات ہو	ہم سے پوشیدہ نہ رکھ اس حال کو
مر محبّاں را نشاید دور کرد	یا بہ روپوش و دغل مہجور کرد
دوستوں کو دور کرنا چاہیے؟	کیا یونہی مہجور کرنا چاہیے؟
راز را اندر میاں نہ با محب	ایکہ بحرِ علم و عقلی اے منتجب
راز اپنے دوستوں پہ کھول دے	بحرِ علم و عقل ہے تو مان لے
راز را اندر میاں آور شہا	رو مکن در ابر پنہانی مہا
دوستوں سے راز کہہ دے بے خطر	چاند کو اب ابر میں پنہاں نہ کر
ما محبِ صادق و دل خستہ ایم	در دو عالم دل بتو بربستہ ایم
ہم تو ہیں سچے محب دل خستہ ہیں	ہم کو دنیا میں کوئی تجھ سا نہیں
راز را از دوستاں پنہاں مکن	در میاں نہ راز و قصدِ جاں مکن
دوستوں سے راز کو پنہاں نہ کر	راز کہہ دے اور قصدِ جاں نہ کر
چونکہ ذوالنون ایں سخن ز ایشاں شنید	جز طریقِ امتحاں مخلص ندید
جب کہ یہ ذوالنون نے باتیں سنیں	کچھ نہ سوجھا امتحاں آیا یقیں ۲۲
فحش آغازید و دشنام از گزاف	گفت او دیوانگانہ زے و قاف
گالیاں دینے لگے اور فحش صاف	مثل دیوانوں کے بولے لام کاف

برجہید و سنگ پرّاں کرد و چوب
جملگاں بگریختند از بیم کوب
اُچھلے پتھر اور لکڑی پھینک دی
خوف سے لوگوں میں بھاگڑ پڑ گئی

قہقہہ خندید و جنبانید سر
گفت با درویش ایں یاراں نگر
قہقہہ مارا ہلا کر اپنا سر
بولے اک درویش سے، کرنا نظر

دوستاں بیں کو نشانِ دوستاں
دوستاں را رنج باشد ہمچو جاں
دیکھنا ان کو یہی ہیں دوست ہاں
دوستوں کو رنج ہو گا مثلِ جاں

کے گراں گیرد ز رنجِ دوست دوست
رنج مغز و دوستی او را چو پوست
دوست کو ہاں کب گراں ہو رنجِ دوست
رنج گودا دوستی ہے مثلِ پوست

نے نشانِ دوستی شد سرخوشی
در بلا و محنت و آفت کشی
سرخوشی کب ہے نشانِ دوستی
دوست ہو جب وقتِ رنج دیکھیے

دوست ہمچو زر بلا چوں آتش است
زرِ خالص در دلِ آتش خوش است
دوست زر ہے اور بلا اک آگ ہے
آگ ہی میں خوش ہے زر اے نیک رائے

حضرتِ لقمانؒ اور اُن کا آقا

نے کہ لقمانؒ را کہ بندہ پاک بود
روز و شب در بندگی چالاک بود
دیکھ لقمانؒ کو جو مردِ پاک تھا
بندگی میں رات دن چالاک تھا

خواجہ اش می داشتے در کار پیش
بہترش دیدے ز فرزندانِ خویش
خواجہ اپنے سامنے رکھتا اُسے
جانتا بیٹوں سے بھی اچھا اسے

زانکہ لقمانؒ گرچہ بندہ زادہ بود
بندہ بود و از ہوا آزادہ بود
کیونکہ لقمانؒ گو کہ بندہ زاد تھا
پر ہوا و حرص سے آزاد تھا

گفت شاہے شیخ[1] را اندر سخن
چیزے از بخشش ز من درخواست کن
گفتگو میں شاہ بولا شیخ سے
مجھ سے کوئی چیز بخشش مانگیے

[1] حضرتِ لقمانؒ سے مراد ہے۔

گفت اے شہ شرم ناید مر ترا	کہ چنیں گوئی مرا زیں بر ترا
بولا اے سلطان نہیں تجھ شرم کیا؟	مجھ سے تو کہتا ہے کیا سڑیا ذرا
من دو بندہ دارم وایشاں حقیر	داں دو بر تو حاکمانند و امیر
میرے دو بندے ہیں دو تو ہیں حقیر	تجھ پہ حاکم ہیں مگر مثل امیر
گفت شہ آں دو چہ انداین زلت ست	گفت آں یک خشم و دیگر شہوت ست
شاہ بولا کون ہیں وہ سچ بتا	بولا اک غصہ ہے شہوت دوسرا
شاہ آں داں کو زشاہی فارغ است	بر مہ و خورشید نورش بازغ است
شاہ وہ ہے جو ہو شاہی سے رہا	چاند سورج پر پڑے جس کی ضیا
مخزن اندازد کہ مخزن عار اوست	ہستی اندازد کہ ہستی را عدوست
چھوڑے مال و زر جو اس کو عار ہے	چھوڑے ہستی کو جو دشمن خوار ہے
خواجہ لقمان[1] بظاہر خواجہ وش	در حقیقت بندہ لقمان[1] خواجہ اش
خواجۂ لقمان[1] بظاہر خواجہ تھا	در حقیقت بندہ تھا لقمان[1] کا
در جہان باژگونہ زیں بسے ست	در نظر شاں گوہرے کم از خسے ست
ہیں بہت ایسے جہاں میں ذی حشم	جنکی نظروں میں ہیں موتی خس سے کم
مر بیاباں را مفازہ نام شد	نام و ننگے عقل شاں را دام شد
ان بیابانوں کا آبادی ہے نام	نام و ننگِ عقل ہے ان سب کا دام
یک گرہ را خود معرّف جامہ است	در قبا گویند کو از عامہ است
بعض کو تو اعتراف جامہ ہے	یہ قبا ان کو لباس عامہ ہے
یک گرہ را ظاہر سالوس زہد	نور باید تا بود جاسوس زہد
بعض کا ہے زہد مکر آشکار	نور ہو تو زہد میں ہو کامگار
نور باید پاک از تقلید و غول	تا شناسد مرد را بے فعل و قول
نور ہو وارستۂ تقلید و غول	جانے وہ ہر مرد کو بے فعل و قول

[1] پیروی اور عیال داری سے آزاد۔

ور رود در قلبِ او از راہِ عقل … نقد او بیند نباشد بند نقل

قلب میں جائے گا وہ از راہِ عقل … اصل دیکھے اُسکی توڑے بندِ نقل

بندہ کاں خاص علامِ الغیوب … در جہانِ جاں جواسیس القلوب

خاص ہیں جو بندگانِ بے نیاز … ہیں جہانِ جاں میں وہ جاسوسِ راز

در درونِ دل درآید چوں خیال … پیشِ شاں مکشوف باشد سرِّ حال

دل میں جب آئے کسی کے کچھ خیال … پہلے سے ہو جائے معلوم ان کو حال

در تنِ گنجشک چیست از برگ و ساز … کہ شود پوشیدہ آں بر عقلِ باز

چڑیوں کے پوٹے میں کیا ہے برگ و ساز … جس سے ناواقف بھلا ہو عقلِ باز

آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ہُو … سرِّ مخلوقات چہ بود پیشِ او

ہو گیا جو واقفِ اسرارِ ہُو … راز عالم کیا ہے اُس کے روبرو

آنکہ بر افلاک رفتارش بود … بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

جو فلک پر مائلِ رفتار ہو … اُسکو کیا چلنا زمین پر بار ہو

در کفِ داؤد کآہن گشت موم … موم چہ بود در کفِ او اے ظلوم

موم ہو لوہا کفِ داؤد میں … موم کا کیا حال ہو۔ خود سوچ لیں

بود لقماں بندہ شکلِ خواجہ … بندگی بر ظاہرش دیباجہ

صورتِ خواجہ میں لقماں بندہ تھا … بندگی ظاہر کی تھی اک ابتدا

چوں رود خواجہ بجائے ناشناس … بر غلامِ خویش پوشاند لباس

شہرِ نامعلوم میں خواجہ جو جائے … اپنے کپڑے اپنے خادم کو پہنائے

او بپوشد جامہائے آں غلام … مر غلامِ خویش را سازد امام

اور پہن لے آپ ملبوسِ غلام … اپنے بندے کو کرے اپنا امام

در پئش چوں بندگاں در رہ شود … تا نیابد زو کسے آگہ شود

پیچھے پیچھے ساتھ رستے میں ہو چلے … تا نہ کوئی شخص اسے پہچان لے

گوید اے بندہ تو رو در صدر شیں　　من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں
اور کہے جا بیٹھ خادم صدر میں　　تیرے جوتے لے گے ہم بیٹھے رہیں

تو درشتی کن مرا دشنام دہ　　مر مرا تو ہیچ توقیرے منہ
مجھ پہ سختی کر مجھے دشنام دے　　اور بزرگ اپنا نہ باور کر مجھے

ترکِ خدمت خدمتِ تو داشتم　　تا بغربت تخمِ حیلت کاشتم
چھوڑی خدمت، تیری خدمت کیلئے　　حیلتاً پردیس میں لایا تجھے؛

خواجگاں ایں بندگیہا کردہ اند　　تا گماں آید کہ ایشاں بردہ اند
خواجہ لوگوں نے یہ کی ہے بندگی　　تا غلام ان کو سمجھ لے ہر کوئی

چشم پُر بودند و سیر از خواجگی　　کارہا را کردہ اند آمادگی
سیر چشم خواجگی تھے یہ تمام　　اور کئے آمادگی سے اپنے کام

ویں غلامانِ ہوا بر عکسِ آں　　خویشتن بنمود خواجہ عقل و جاں
برخلاف اس کے غلامِ حرص کار　　خود کو خواجہ کر رہے ہیں آشکار

آید از خواجہ رہِ افگندگی　　ناید از بندہ بغیر از بندگی
خواجہ سے ہوتی ہے ظاہر عاجزی　　بندہ سے ہوتی ہے پیدا بندگی

پس ازاں عالم بدیں عالم چناں　　تعبیتہا ہست بر عکسِ ایں بداں
اُس جہاں سے اس جہاں تک مہرباں　　تعبیے[1] ایسے ہیں - تو برعکس جان

خواجۂ لقمانؑ بر احوالِ نہاں　　بود واقف دیدہ بود از وے نشاں
خواجۂ لقماں کو حالاتِ نہاں　　ہو گئے معلوم، کچھ پایا نشاں

راز می دانست خوش می راند خر　　از برائے مصلحت آں راہبر
جانتا تھا - کام لیتا تھا مگر　　مصلحت کے طور پر وہ راہبر؛

[1] بہروپ ۔

مرورا آزاد کردے از نخست — لیک خوشنودی لقمان را بجست

وہ تو آزاد اس کو کرتا پہلے ہی — پر اسے اس کی رضا منظور تھی

زانکہ لقمان را مراد ایں بود تا — کس نداند سرِ آں شیر فتے

تھی رضا لقمان کی ۔ اس کا خیال — ہو نہ ظاہر اہلِ دنیا پر کمال

چہ عجب گر سر ز بد پنہاں کنی — ایں عجب کہ سر ز خود پنہاں کنی

کیا عجب گر بھید بدخو سے چھپے — یہ عجب، پوشیدہ ہو راز اپنے سے

کار پنہاں کن تو از چشمانِ خود — تا بود کارت سلیم از چشمِ بد

اپنی آنکھوں سے بھی کر پوشیدہ کام — چشمِ بد سے تا ہو محفوظ اے ہمام

خویش را تسلیم کن بردار مزد — واں گہ از خوبی ز خود چیزے بدزد

کر حوالے خود کو تو تسلیم کے — خوبی اپنے سے چرائی جان لے

می دہند افیوں بمردِ زخم مند — تا کہ پیکاں از تنش بیروں کنند

زخمی کو افیون دیں اے خوش خصال — تا کہ پیکاں اسکے تن سے لیں نکال

وقتِ مرگ از رنج او را می درند — او بداں مشغول شد جاں می برند

موت کے وقت اسکو دیتے ہیں ملال — وہ ہوا مشغول، اور لی جاں نکال

چوں بہر فکرے کہ دل خواہی سپرد — از تو چیزے در نہاں خواہند برد

ہو جب تجھکو کرینگے فکر میں — کچھ نہ کچھ تجھ سے چھپا کر چھین لیں

ہر چہ اندیشی و تحصیلے کنی — می درآید دزد ازاں سو کایمنی

تو کرے حاصل جو ہو کر کامگار — راہ ایمن ہی سے آئے چور یار

پس بداں مشغول شو کاں بہتر ست — تا ز تو چیزے برد کاں کہتر ست

اس میں ہو مشغول بہتر ہے یہی — تا کہ چھوٹی چیزیں لے جائے تری

بارِ بازرگاں چو در آب اوفتد — کشتیِ عمرش بغرقاب اوفتد

مالِ سوداگر جو زیرِ آب ہو — عمر کی کشتی نہ کیوں غرقاب ہو

هرچه نازل تر بدریا افگنند — دست اندر کالهٔ بهتر زنند
پھینکتے دریا میں ہیں ساماں بُرا — اور رکھتے ہیں جو ہو بالکل کھرا

چونکه چیزے فوت خواهد شد در آب — ترک کمتر گیرد و بهتر را بیاب
جبکہ چیزیں تیری ہونگی غرق آب — لے لے بہتر - چھوڑ دے جو ہو خراب

نقدِ ایمان را بطاعت گوشدار — تا ز روئے حق نگردی شرمسار
نقدِ دیں کو بندگی سے تو بچا — تا نہ شرمندہ ہو تو پیش خدا

چونکه نقدت را نگهداری کنی — حرص و غفلت را برد دیو دُنی
تو بچائے نقد کو جب اے اخی! — نہ کرے گا حرص کو شیطان بھی

لقمانؑ کے فضل و ہنر کا ظاہر ہونا

خواجهٔ لقمان چو لقمان را شناخت — بنده بود او را و با او عشق باخت
خواجہ جب لقماں سے واقف ہوگیا — اُسکا بندہ ہوگیا اور شیفتا

هر طعامے کاوریدندے بوے — کس سوئے لقمان فرستادے زپے
کھانا آتا تھا جو کچھ اس کے لئے — بھیجتا تھا سامنے لقمان کے

تاکه لقمان دست سوئے آں برد — قاصدا تا خواجه پس خوردش خورد
تاکہ لقماں پہلے کھائے وہ طعام — اُسکے جھوٹے سے ہو خواجہ شادکام

سور او خوردے و شور انگیختے — هر طعامے کو نخوردے ریختے
جھوٹا پانی اس کا پیتا شوق سے — جو نہ کھاتا۔ پھینکدیتا تھا اُسے

ور بخوردے بیدل و بے اشتها — ایں بود پیوستگی بے منتها
اور جو کھاتا بھی باصد بے دلی — یہ محبت انتہائے عشق تھی

خربزه آورده بودند ارمغاں — لیک غائب بود لقمان زاں میاں
خربزے بھیجے کسی نے تحفتاً — تھا نہ لقمان۔ یاد آئی دفعتاً

گفت خواجہ با غلامے کاے فلاں ۔ زود رو فرزند لقمان را بخواں
فوراً اس کے پاس بھیجا اک غلام ۔ تا بلا لائے بہ تعجیل تمام

چونکہ لقمان آمد و پیشش نشست ۔ خواجہ پس بگرفت سکینے بدست
آیا لقماں اور بیٹھا سامنے ۔ لی چھری خواجہ نے اسکو دیکھ کے

چوں بریدا و داد اورا یک بریں ۔ ہمچو شکر خوردش و چوں انگبیں
کاٹ کر اک قاش پھر لقماں کو دی ۔ شہد و شکر کی طرح کھا اس نے لی

از خوشی کہ خورد داد اورا دوم ۔ تا رسید آں قسمہا تا ہفدہم
دیکھکر خوش اسکو دی اک دوسری ۔ سترہ پھانکیں اس طرح دیں اے اخی

ماند قسمے گفت ایں را من خورم ۔ تا چہ شیریں خربزہ است ایں بنگرم
بچ رہی اک اور وہ کھالی آپ ہی ۔ تا کہ چکھے خربزے کی چاشنی

او چناں خوش می خورد کز ذوق او ۔ طبعہا شد مشتہی و لقمہ جو
کھاتا تھا لقمان ایسے ذوق سے ۔ دوسروں کو جس سے آتے تھے مزے

چوں بخورد از تلخیش آتش فروخت ۔ ہم زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت
خواجہ نے کھائی - تو اک شعلہ اٹھا ۔ پڑ گیا چھالا زباں پر - منہ جلا

ساعتے بیخود شد از تلخی آں ۔ بعد ازاں گفتش کہ اے جان جہاں
دم بخود وہ اسکی تلخی سے ہوا ۔ پھر کہا لقماں سے اے جان وفا

نوش چوں کردی تو چندیں زہر را ۔ لطف چوں انگاشتی ایں قہر را
نوش کیونکر کر لیا اس زہر کو ۔ لطف کیوں سمجھا کیا اس قہر کو

ایں چہ صبر است ایں صبوری از چہ روست ۔ یا مگر پیشت تو ایں جانت عدوست
صبر یہ کیسا ہے اور کس نوع کا ۔ یا تو اپنی جان کا دشمن بنا

چوں نیاوردی بہانہ و حجتے ۔ کہ مرا عذرے ست بس کن ساعتے
کیوں بہانہ اور نہ حجت تو نے کی ۔ عذر کر دیتا نہ کھاؤں گا ابھی

گفت من از دستِ نعمت بخش تو　　خوردہ ام چندانکہ از شرمم دو تو
بولا نعمت دینے والے ہاتھ سے　　اتنا کھایا ہے کہ اب سر کیا اٹھے

شرمم آید کہ یکے تلخ از کفت　　می نخوردم اے تو صاحب معرفت
شرم یہ آئی کہ اک شے تلخ تر　　تیرے ہاتھوں سے نہ کھاؤں باخبر

چوں ہمہ اجزایم از انعامِ تو　　رستہ اند و غرقِ دانہ و دامِ تو
میرے اجزا تیری بخشش سے بنے　　غرق ہیں دام اور دانے میں ترے

گر زیک تلخی کنم فریاد و داد　　خاکِ صد رہ بر سرِ اجزام باد
ایک تلخی سے کروں فریاد اگر　　خاک سو رستوں کی میرے جسم پر

لذتِ دستِ شکر بخشِ تو داشت　　اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت
دستِ شیریں سے ترے شیریں ہوا　　تلخ ہو جاتا وہ کیونکر خربزا

از محبت تلخہا شیریں شود　　از محبت مسہا زریں شود
شیریں ہو جاتا ہے اس سے تلخ تر　　یہ محبت مِس کو کر دیتی ہے زر

از محبت دُردہا صافی شود　　وز محبت دردہا شافی شود
صاف کرتی ہے محبت دُرد کو　　دَرد بن جاتا ہے درماں دیکھ تو

از محبت خارہا گُل می شود　　وز محبت سرکہا مُل می شود
خار ہو جاتے ہیں سب الفت سے گُل　　اس کے ہاتھوں سرکہ ہو جاتا ہے مُل[1]

از محبت دار تختے می شود　　وز محبت بار بختے می شود
اور محبت سے ہے بنتی تخت دار　　اس سے ہو جاتی ہے قسمت سازگار

از محبت سجن گلشن می شود　　بے محبت روضہ گلخن می شود
یہ محبت باغ زنداں کو کرے　　یہ نہ ہو تو بھاڑ ہیں سب گُل کدے

[1] شراب ۱۲

از محبت نار نورے می شود	وز محبت دیو حورے می شود
نار ہوتی ہے محبت ہی سے نور	دیو بن جاتا ہے اس سے مثلِ حور
از محبت سنگ روغن می شود	بے محبت موم آہن می شود
تیل کر دیتی ہے الفت سنگ کو	بے محبت موم کیوں آہن نہ ہو
از محبت حزن شادی می شود	وز محبت غول ہادی می شود
ہاں محبت سے بنے ہر غم خوشی	غول[51] کرتا ہے اسی سے رہبری
از محبت نیش نوشے می شود	وز محبت شیر موشے می شود
نیش الفت ہی سے ہو جاتا ہے نوش	شیر بنتا ہے محبت ہی سے موش
از محبت سقم صحت می شود	وز محبت قہر رحمت می شود
ہاں محبت سقم[52] کو صحت کرے	ہاں محبت قہر کو رحمت کرے
از محبت مردہ زندہ می شود	وز محبت شاہ بندہ می شود
مُردوں کو ملتی ہے اس سے زندگی	شاہ کو دیکھا ہے کرتے بندگی
این محبت ہم نتیجہ دانش است	کے گزافہ بر چنیں تختے نشست
یہ محبت ہے نتیجہ عقل کا	لاف گو اس تخت پر کیا بیٹھتا
دانش ناقص کجا این عشق زاد	عشق زاید ناقص اما بر جماد
عقل ناقص عشق کب پیدا کرے	اور کرے بھی تو فقط مخلوق سے
بر جمادے رنگ مطلوبے چو دید	از صفیرے بانگ محبوبے شنید
اس پہ دیکھا رنگ جب محبوب کا	تو صدا سے نغمۂ جانان سنا
دانش ناقص نداند فرق را	لاجرم خورشید داند برق را
دانش ناقص نہ جانے فرق کو	لاجرم خورشید جانے برق کو

[51] چھلاوہ +
[52] بیماری +

چونکہ ملعون خواند ناقص را رسول ۔۔۔ هست در تاویلِ نقصانِ عقول
یعنی ناقص کو سمجھتے تھے رسولؐ ۔۔۔ اور ہے تاویل نقصانِ عقول

زانکہ ناقص تن بود مرجوم رحم ۔۔۔ نیست ہر مرحوم لائق لعن و زخم
جسمِ ناقص کو ہیں کرتے سنگسار ۔۔۔ قابلِ لعنت ہے ہر مردود۔ یار!

نقصِ عقل است آنکہ بد رنجوریست ۔۔۔ موجبِ لعنت سزائے دوریست
عقل کا ہے نقص بیماری بُری ۔۔۔ لعنت و دوری کے وہ لائق ہوئی

زانکہ تکمیلِ بدنہا دور نیست ۔۔۔ لیک تکمیلِ خرد مقدور نیست
سہل ہے تکمیلِ جسم اے خوش خصال! ۔۔۔ عقل کی تکمیل لیکن ہے محال

کفرِ فرعونی و ہر گبرِ عنید ۔۔۔ جملہ از نقصانِ عقل آمد پدید
کفر یہ فرعون اور کفار کا ۔۔۔ عقل کے نقصان سے ظاہر ہوا

بہرِ نقصانِ بدن آمد فرج ۔۔۔ در نبی کہ مَا عَلَی الْاَعْمٰی حَرَج
نقصِ تن کو ہے سہولت نیک پے! ۔۔۔ مَا عَلَی الْاَعْمٰی حَرَج [۵۱] قرآں میں ہے

برق آفل باشد و بس بے وفا ۔۔۔ آفل از باقی ندانند بے صفا
برق فانی بھی ہے اور ہے بے وفا ۔۔۔ فانی و باقی نہ جانے بے صفا

برق خندد بر کہ می خندد بگو ۔۔۔ بر کسے کہ دل نہد بر نورِ او
بجلیاں ہنستی ہیں کس پر غور کر ۔۔۔ اُس پہ جو مرتا ہے اُنکے نور پر

نورہائے برق ببریدہ پیست ۔۔۔ آں چو لاشرقی و لاغربی کیست
نور بجلی کا ہے فانی بے گماں ۔۔۔ اُس میں لاشرقی و لا غربی [۵۲] کہاں

۵۱ قولہ تعالیٰ عزوجل:- لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ یعنی اندھے، لنگڑے اور مریض پر جہاد نہ کرنے سے کوئی قصور اور حرج لازم نہیں آتا۔

۵۲ وہ جو نہ پورب میں ہے، نہ پچھم میں +

برق را خود یَخْطَفُ الْاَبْصَار[1] داں ‌ ‌ نورِ باقی را ہمہ ابصار داں
برق کو تو یَخْطَفُ الْاَبْصَار مان ‌ ‌ نورِ باقی کو سراسر آنکھ جان ہے

بر کفِ دریا فرس را راندن ‌ ‌ نامہ را در نورِ برقی خواندن
موج دریا میں جو گھوڑا چھوڑ دیں ‌ ‌ روشنی میں برق کی نامہ پڑھیں

از حریصی عاقبت نادیدن است ‌ ‌ بر دل و بر عقل خود خندیدن است
حرص کی ناعاقبت اندیشیاں ‌ ‌ عقل و دل پر ہیں تمسخر کیشیاں

عاقبت بین است عقل از خاصیت ‌ ‌ نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
خاصیت میں عقل ہے انجام بیں ‌ ‌ نفس میں لیکن یہ خاصیت نہیں

عقل کو مغلوبِ نفس او نفس شد ‌ ‌ مشتری مات زحل شد نحس شد
نفس ہے گر عقل ہو مغلوبِ نفس ‌ ‌ مشتری زیرِ زحل ہو جائے نحس

ہم دریں نحسے بگرداں ایں نظر ‌ ‌ در کسے کہ نحس کردت در نگر
ڈال تو اس نحس پر بھی اک نظر ‌ ‌ نحس جو تجھ کو کرے اے بے خبر

آں نظر کہ بنگرد ایں جزر و مد ‌ ‌ او ز نحسے سوئے سعدے نقب زد
جو نظر اس جزر و مد کو دیکھ لے ‌ ‌ سعد کی جانب ہے جاتی نحس سے

زاں ہمی گرداندت حالے بحال ‌ ‌ ضد بضد پیدا کناں در انتقال
دوسرے سے ہے بدلتا ایک حال ‌ ‌ ضد سے ضد پیدا کرے یہ انتقال

تاکہ از عسرے نہ بینی خوفہا ‌ ‌ کے ز یسرے باز یابی لطفہا
خوف اگر دیکھے نہ تو تکلیف کا ہے ‌ ‌ لطف راحت تجھکو کیونکر آئے گا

تاکہ خوفت زاید از ذات الشمال ‌ ‌ لذتِ ذات الیمیں یرجی الرجال
تاکریں خائف تجھے ذات الشمال[2] ‌ ‌ اور دیں ذات الیمیں[3] لطفِ کمال

[1] بینائی کو چھین لینے والی ۔ [2] جن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ہوگا۔ یعنی مقہور اور برے لوگ ۔ [3] جن کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ہوگا یعنی مغفور اور نیک لوگ ۔

تا دو پر باشی کہ مرغ یک پرہ | عاجز آمد از پریدن یک سرہ
تا دو پر ہو تو کہ طائر اِک پرا | اڑنے سے رہتا ہے عاجز اے فتا
یا رہا کن تا نیایم در کلام | یا بدہ دستور تا گویم تمام
یا تو مجھ کو چھوڑ دے تا چپ رہوں | یا اجازت دے کہ جو چاہوں کہوں
ورنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تراست | کس چہ داند مر ترا مقصد کجاست
گر نہ یہ چاہے نہ وہ - ہے اختیار | کون جانے کیا ترا مقصد ہے یار
جانِ ابراہیم باید تا بنور | بیند اندر نار فردوس و قصور
جانِ ابراہیمؑ ہو تو نور سے | نار میں بھی قصرِ جنت دیکھ لے
پایہ پایہ بر رود بر ماہ و خور | تا نماند ہمچو حلقہ بند در
سیڑھی سیڑھی جائے مہر و ماہ پر | مثلِ حلقہ تا نہ پائے بند در
چوں خلیل از آسمانِ ہفتمیں | بگذرد کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
گذرے ساتوں آسماں سے جوں خلیل | لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن، لائے دلیل
ایں جہانِ تن غلط انداز شد | جز مرآں را کوز شہوت باز شد
سب کو گمرہ یہ جہانِ تن کرے | ہر نہ اس کو شہوتوں سے جو بچے

غلامِ سلطان کے حاسدوں کا باقی قصہ

قصۂ شاہ و امیران و حسد | بر غلامِ خاص سلطانِ اَبد
قصۂ شہ کا اور امیروں کا جو تھا | حاسد بندہ ہوئے جو بر ملا
دور ماند از جرِّ جرّارِ کلام | باز باید گشت و کرد آں را تمام
کھینچا تانی سے بیاں کی رہ گیا | ختم کرنا چاہیئے اس کو ذرا

لے میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

باغبان ملک با اقبال و بخت — چوں درختے را نداند از درخت
باغبانِ ملک با اقبال و تخت — کیوں درختوں میں نہ پہچانے درخت

آں درختے را کہ تلخ ورد بود — واں درختے کہ یکیش ہفصد بود
ایک ہو پیڑوں میں کڑوا اور سخت — سات سو کے ہو برابر اک درخت

کے برابر دارد اندر مرتبت — چوں ببیند شاں بچشم عاقبت
رتبے میں کب ہوں برابر وہ شجر — ان پہ ڈالے جب وہ آخر بیں نظر

کاں درختاں را نہایت چیست بر — گرچہ یکسانند ایں دم در نظر
پھل الگ ہیں، اور نتیجے بھی نئے — گو نظر آئیں بظاہر ایک سے

شیخ کو ینظر بنورِ اللہ شد — از نہایت وز نخست آگاہ شد
شیخ ہے نورِ خدا سے دیکھتا — جانتا ہے ابتدا اور انتہا؛

چشمِ آخر بیں ببست از بہرِ حق — چشمِ آخر بیں کشاد اندر سبق
چشم بد بیں بند کی بہرِ خدا — چشمِ آخر بیں کو اس نے وا کیا

آں حسوداں[1] بد درختاں بودہ اند — تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند
تھے وہ حاسد فی الحقیقت بد درخت — اصل انکی تلخ تھی، تھے شور بخت

از حسد جوشان و کف می ریختند — در نہانی مکر می انگیختند
دشمنی کے جوش سے تھے منہ میں جھاگ — مکر کی چھپکر جلاتے تھے وہ آگ؛

تا غلامِ خاص را گردن زنند — بیخ او را از زمانہ بر کنند
مار ڈالیں تا غلامِ خاص کو — اُسکی جڑ بنیاد دنیا میں نہ ہو

چوں شود فانی چو جانش شاہ بود — بیخ او در عصمتِ اللہ بود
کیوں ہو فانی، جان اسکی شاہ تھا — حافظ اسکی اصل کا اللہ تھا

شاہ از اسرارِ شاں واقف شدہ — ہمچو بوبکرِ ربابی تن زدہ
بادشہ پر بھید ان کا کھل گیا — مثل بوبکرِ ربابی اے فتا؛

[1] حضرت بوبکر ربابیؒ صاحب جذب مشائخ میں سے تھے جو سات سال تک خاموش رہے تھے +

در تماشائے دلِ بدگوہراں	می زدے خنبک براں کوزہ گراں
دیکھتا تھا وہ یہ حالاتِ نہاں	مکر پر ان کے بجاتا تالیاں
مکر می سازند قومِ حیلہ مند	تا کہ شہ را در فقاعے افگنند
مکر کرتی تھی یہ قومِ حیلہ گر	تاکہ ہو بے ہوش شاہِ باخبر
پادشاہے بس عظیم و بیکراں	در فقاعے کے بگنجد اے خراں
تھا عظیم الشان وہ سلطان تو	بے ہشی میں کب سماتا اے گدھو!
از برائے شاہ دامے دوختند	آخر ایں تدبیر ازو آموختند
دام بہر شاہ وہ سیتے رہے	تھے اسی سے یہ مکر سیکھے ہوئے
نحس شاگردے کہ با استادِ خویش	ہمسری آغازد و آید بہ پیش
نحس وہ شاگرد جو استاد سے	سیکھ کر پھر سامنا کرنے لگے
باکدام استاد استادِ جہاں	پیش او یکساں ہویدا و نہاں
کونسا استاد استادِ جہاں	جسکے آگے ایک ظاہر اور نہاں
چشمِ او بینظر بنور اللہ شدہ	پردہائے جہل را خارق بدہ
دیکھتا ہے جو خدا کے نور سے	پھاڑ ڈالے جس نے پردے جہل کے
از دلِ سوراخ چوں کہنہ گلیم	پردہ بندد بہ پیشِ آں حکیم
دل تو سوراخوں سے ہے کہنہ[1] گلیم	اس کا پردہ تانے وہ پیشِ حکیم
پردہ می خندد برو با صد دہاں	ہر دہانے گشتہ اشگافے براں
پردہ سو منہ سے ہے اس پر خندہ زن	ہر شگاف اس کا بنا گویا دہن
گوید آں استاد مر شاگرد را	اے کم از سگ نیستت با من وفا
کہتا ہے استاد یوں شاگرد سے	تو ہے کتے سے بھی کم او بے رحے

[1] پُرانا اور پھٹا ہوا کمبل ۔

خود مرا استا نگیر آہن گسل ‌‌‌‌ ہمچو خود شاگرد گیرد کور دل

میں نہیں استاد جا ڈھونڈ اور کو ‌‌‌‌ کور دل کا کور دل شاگرد ہو

نہ از منت یاری ست در جان رواں ‌‌‌‌ بے منت آبے نمی گیرد رواں

کیا نہیں یاور میں تیری جان کا ‌‌‌‌ بے مرے تجھ میں نہ جاری آب تھا

پس دل من کارگاہ بخت تست ‌‌‌‌ چہ شکنی این کارگہ اے نادرست

تیری قسمت کی ہے یہ دل کارگاہ ‌‌‌‌ اسکو کیوں کرتا ہے ناحق تو تباہ

گو ہمیش نہان زنم آتش زنہ ‌‌‌‌ نے بقلب از قلب باشد روزنہ

تو کہے - ہے آگ الفت کی چھپی ‌‌‌‌ کیا نہیں اک دل کو دل سے آگہی

آخر از روزن ببیند فکر تو ‌‌‌‌ دل گواہی می دہد زیں ذکر تو

دیکھے اس روزن میں جلوہ فکر کا ‌‌‌‌ دل ہی خود شاہد ہے تیرے ذکر کا

لیک در رویت نمالد از کرم ‌‌‌‌ ہر چہ گوئی خندد و گوید نعم

سامنے تیرے نہ گو وہ کچھ کہے ‌‌‌‌ تیری باتوں پر کہے ہاں اور ہنسے

او نمی خندد ز ذوق مالشت ‌‌‌‌ او ہمی خندد برین اسگالشت

چاپلوسی پر تری ہنستا نہیں ‌‌‌‌ فکر پر تیری ہے خنداں بالیقیں

پس خداعے را خداعے شد جزا ‌‌‌‌ کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا

مکر کی بس مکر ہوتی ہے سزا ‌‌‌‌ مار کاسہ، مار پھر کوزے کی کھا

ور بدے با تو ورا خندہ رضا ‌‌‌‌ صد ہزاراں گل شگفتے مر ترا

تجھ سے خوش ہو کر جو وہ کرتا ہنسی ‌‌‌‌ پھول سو تیرے لئے کھلتے ابھی

چوں دل او در رضا آرد عمل ‌‌‌‌ آفتابے داں کہ آید در حمل

دل میں اسکے جب خوشی کا ہو عمل ‌‌‌‌ جان لے سورج ہے اور برج حمل

زو بخندد ہم بہار و ہم نہار ‌‌‌‌ درہم آمیزد شگوفہ سبزہ زار

دن ہو روشن اور ہو ساماں بہار ‌‌‌‌ اور لہرائیں شگوفے - سبزہ زار

چوں ندانی تو خزاں را از بہار — چوں بدانی رمزِ خندہ در ثمار
جب بہاروں سے خزاں سمجھے نہ تو — تو پھلوں کے خندہ کی کیا گفتگو

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا — افگنند اندر جہانِ بے نوا
بلبلیں اور قمریاں ہیں خوش نوا — اس جہاں میں سیکڑوں بے انتہا

چونکہ برگِ روح خود زرد و سیاہ — می ببینی چوں ندانی خشمِ شاہ
رُوح کا پتہ جو ہے زرد و سیاہ — دیکھے تو - تو کیوں نہ سمجھے خشمِ شاہ

آفتابِ شاہ در برجِ عتاب — می کند رُوہا سیہ ہمچوں کتاب
آفتابِ شاہ اور برجِ عتاب — چہرے کیوں کالے نہ ہوں مثلِ کتاب

آں عطارد را ورقہا جانِ ماست — آں سپیدی وآں سیہ میزانِ ماست
اس عطارد کا ورق ہے میری جان — ہے سپیدی اور سیاہی امتحان

باز منشورے نویسد سرخ و سبز — تا رہند ارواح از سودا و عجز
رکھتا ہے فرمان اکثر سرخ و سبز — تاکہ ہو روحوں سے باہر رنگِ عجز

سرخ و سبز افتاد نسخۂ نو بہار — چوں خطِ قوسِ قزح در اعتبار
سرخ اور سبز ایک نسخہ نو بہار — خط دھنک کا تو اسے کر لے شمار

اندریں معنی شنو تو قصۂ — تا بیابی از معانی حصۂ
سن اسی بارے میں اک قصہ نیا — تاکہ مقصد میں ملے حصہ ذرا

ہُدہُد، بلقیسؑ اور حضرتِ سلیمانؑ

رحمتِ صد تو بر آں بلقیسؑ باد — کہ خدایش عقلِ صد مرداں بداد
رحمتیں لاکھوں ہوں اُس بلقیسؑ پر — عقل مردوں کی جسے دے داد گر

ہُدہُد نامہ بیاورد و نشاں — از سلیمانؑ چند حرفے با بیاں
لایا ہُدہُد ایک نامہ اور نشاں — تھا سلیمانؑ کی طرف سے اک بیاں

خواند او آں نکتہائے باشمول	وز حقارت ننگرید اندر رسول
اس نے وہ نکتے پڑھے اور نامہ بھی	اور قاصد کی نہ کچھ تحقیر کی ۔
چشم ہدہد دید و جاں عنقاش دید	حس چو کفے دید دل دریاش دید
آنکھ نے ہدہد۔ تو عنقا جان نے	دل نے دریا۔ حس نے کف دیکھا ہی
عقل با حس زیں طلسمات دو رنگ	چوں محمدؐ با ابوجہلاں بجنگ
عقل و حس اس دہر میں جو ہے دو رنگ	یوں ہے جوں بوجہل اور احمدؐ کی جنگ
کافراں دیدند احمدؐ را بشر	چوں ندیدند از وے انشق القمر[1]
کافروں نے جانا احمدؐ کو بشر	اور نہ دیکھا ان سے انشق القمر
خاک زن بر دیدۂ حس بین خویش	دیدۂ حس دشمن عقل است و کیش
دیدۂ حس بین پہ اپنے خاک ڈال	یہ ہے دشمن عقل کا ای خوش خصال
دیدۂ حس را خدا اعماش خواند	بت پرستش خواند و ضد ماش خواند
چشم حس کو کور کہتا ہے خدا	بت پرست اور اپنی ضد اسکو کہا
زانکہ او کف دید و دریا را ندید	زانکہ حالے دید و فردا را ندید
اُسنے کف دیکھا مگر دریا نہیں	حال کو دیکھا، نہ فردا بالیقیں
خواجۂ فردا و حالے پیش او	او نمی بیند ز گنجے جز تسو
حال و فردا کا ہے مالک روبرو	وہ خزانے کو نہ دیکھے اک تسو[2]
ذرۂ زاں آفتاب آرد پیام	آفتاب آں ذرہ را گردد غلام
ذرہ اس سورج کا گر لائے پیام	آفتاب اس ذرے کا ہو اک غلام
قطرۂ کز بحر وحدت شد سفیر	ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر
قطرہ جو ہو بحر وحدت کا سفیر	اس کے پھر ساتوں سمندر ہوں اسیر

ف۱ تحقیق چاند شق ہوگیا ۔

ف۲ ایک نہایت کم وزن کا نام ہے ۔

گر کفِ خاکے شود چالاک او — پیش خاکش سر نہد افلاک او

اسکی مٹھی خاک اگر چالاک ہو — خاک پر اسکی سر افلاک ہو

خاکِ آدمؑ چونکہ شد چالاکِ حق — پیش خاکش سر نہد املاکِ حق

خاکِ آدمؑ چونکہ ہے چالاکِ حق — سجدے میں اُسکے ہیں سب املاکِ حق

السّمآء انشقّت آخر از چہ بود — از یکے چشمے کہ ناگہ بر گشود

السّمآء انشقّت ۱؎ آخر کیا یہ تھا — ایک چشمہ تھا جو ناگہ کھل گیا

خاک از دُردی نشیند زیرِ آب — خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب

دُرد بن کر خاک بیٹھی زیرِ آب — عرش سے یہ خاک گذری کامیاب

آں لطافت پس بداں کز آب نیست — جز عطائے مبدعِ وہاب نیست

وہ لطافت آب سے ہرگز نہیں — ہے عطائے خاص مولا بالیقیں

گر کند سفلی ہوا و نار را — ور ز گل او بگذراند خار را

گر کرے سفلی ہوا و نار کو — پھول سے آگے بڑھا دے خار کو

حاکم است و یفعل اللہ مایشا — او ز عینِ درد انگیزد دوا

وہ ہے حاکم اُسنے جو چاہا کیا — کر دی عینِ درد سے پیدا دوا

گر ہوا و نار را سفلی کند — تیرگی و دُردی و ثفلی کند

گر ہوا و نار کو سفلی کرے — کالا، گدلا، اور اسے ثفلی ۲؎ کرے

ور زمین و آب را علوی کند — راہِ گردوں را بپا مطوی کند

گر زمین و آب کو علوی کرے — راہ گردوں طے کرا دے پاؤں سے

۱؎ قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ: وَ السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ یعنی جس دن آسمان پھٹ جائیں اور حکم خدا سے آگاہ ہو کر مخلوق فرمانبرداری کرے۔ اور فرمانبرداری اُسے سزاوار بھی ہے ۔

۲؎ تلچھٹ والا ۔

نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں ‌‌ ‌ بس جگرہا کاندریں رہ گشت خوں

کس کی طاقت ہے کرے چون وچرا ‌ ‌ خون اس رہ میں جگر ہیں بر ملا

پس یقیں شد کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَا ‌ ‌ خاکیے را گفت پرہا بر کشا

پس یقینی ہے تُعِزُّ مَنْ تَشَا [۱] ‌ ‌ کھولدے پر اپنے خاکی سے کہا

آتشے را گفت رو ابلیس شو ‌ ‌ زیر ہفتم خاک با تلبیس شو

کہ دیا آتش سے جا ابلیس بن ‌ ‌ ہاں دکھا زیر زمیں تو مکر وفن

آدم خاکی برو تو بر سہا ‌ ‌ اے بلیس آتشی رو تا ثرای

آدم خاکی سُہا [۲] تک کر خرام ‌ ‌ آتشی شیطان ثریٰ [۳] میں کر قیام

چار طبع و علت اولی نیم ‌ ‌ در تصرف دائما من باقیم

چار طبع و علت اولی نہیں ‌ ‌ اور تصرف میں ہوں باقی بالیقیں

کارِ من بے علت است و مستقیم ‌ ‌ نیست تقدیرم بعلت اے سقیم

کام بے علت ہیں میرے اے سقیم ‌ ‌ کب مری قسمت میں علت ہی مقیم

عادتِ خود را بگردانم بوقت ‌ ‌ ایں غبار از پیش بنشانم بوقت

اپنی عادت کو بدل لوں وقت پر ‌ ‌ گرد کو اکثر بٹھا دوں وقت پر

بحر را گویم کہ ہیں پُر نار شو ‌ ‌ گویم آتش را کہ رو گلزار شو

بحر سے کہدوں کہ تو پُر نار ہو ‌ ‌ آگ سے کہدوں کہ ہاں گلزار ہو

کوہ را گویم سبک شو ہمچو پشم ‌ ‌ چرخ را گویم فرو رو پیش چشم

کوہ سے کہ دوں سبک ہو مثل پشم ‌ ‌ چرخ سے کہدوں فرو ہو پیش چشم

[۱] قولہ تعالیٰ عزوجل: تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی یا اللہ! تو جس کو چاہتا ہے عزیز کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ نیکیاں اور خوبیاں سب تیرے ہاتھ میں ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے +

[۲] ایک ستارے کا نام ہے ÷ [۳] خاک +

گویم اے خورشید مقرون شو بماہ
ہر دو را سازم چو دو ابر سیاہ

کہدوں سورج سے کہ ہو مہ کے قرین
کالے بادل دونوں بن جائیں وہیں

چشمۂ خورشید را سازیم خشک
چشمۂ خوں را بفن سازیم مشک

میں سکھادوں چشمۂ خورشید کو
خون کا چشمہ جو چاہوں مشک ہو

آفتاب و مہ چو دو گاوِ سیاہ
یوغ بر گردن ببندد شاں الٰہ

ہوں یہ مہر و ماہ دو گائیں سیاہ
ان کی گردن پر جُوا رکھدے الٰہ

آیتِ قرآنی سے ایک فلسفی کا انکار

مقریے می خواند از روئے کتاب
ماءُکم غوراً ز چشمہ بندم آب

ایک قاری پڑھ رہا تھا عقلمند
ماءُکم غوراً[1] کردوں چشمے کو بند

آب را در غور ہا پنہاں کنم
چشمہا را خشک و خشکستاں کنم

میں زمیں میں پانی کو پنہاں کروں
چشموں کو خشک اور خشکستاں کروں

آب را در چشمہ کہ آرد دگر
جز من بے مثل با فضل و خطر

پانی پھر چشموں میں لائے کون یوں
ماسوا میرے کہ میں بے مثل ہوں

فلسفیّ منطقیّ مستہاں
می گذشت از سوئے مکتب آں زماں

فلسفی تھا اک حقیر و منطقی
گذرا مکتب کی طرف سے اُس گھڑی

چونکہ بشنید آیہ او را بلند
گفت آریم آب را ما با کلند

جبکہ باآواز یہ فقرے سنے
بولا میں لے آؤں پانی کھود کے

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ : ——— اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ - اگر تمہارا پانی زمین پر پھیل جائے تو پھر کون ہے جو تمہارے لئے خوشگوار پانی مہیا کردے ؟

ماہر خم بیل و تیسہ ہی تبر — آب را آریم از پستی زبر
سے اور تبر سے کھود کر — پانی اوپر لائیں پستی سے ادھر

شب بخفت و دید او یک شیر مرد — زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد
رات کو سویا تو اک مردِ خدا — مار کر اک تھپڑ اندھا کر گیا

گفت زیں دو چشمہ چشم اے شقی — با تبر نورے بیار ار صادقی
بولا ان آنکھوں کے چشموں میں شقی — نور واپس لا - جو سچا ہے ' ابھی

روز بر جست و دو چشمش کور دید — نورِ فائض از دو چشمش ناپدید
دن نکل آیا تو دیکھا کور تھا — نور اسکی آنکھوں سے جاتا رہا

گر بنالیدے و مستغفر شدے — نورِ رفتہ از کرم ظاہر شدے
کرتا استغفار اور روتا اگر — نور پھر آنکھوں میں ہوتا جلوہ گر

لیک استغفار ہم در دست نیست — ذوقِ توبہ نقلِ ہر سرمست نیست
لیکن استغفار قابو میں نہیں — ذوقِ توبہ سب کو ہوتا ہے کہیں؟

زشتیِ اعمال و شومیِ جحود — راہِ توبہ بر دلِ او بستہ بود
زشتیِ اعمال اور انکار نے — بند توبہ کے کئے تھے راستے

از نیاز و اعتقادِ آں خلیل — گشت ممکن امرِ صعب مستحیل
اعتقاد و عجز ابراہیم ؑ سے — کام جو مشکل تھے ممکن ہو گئے

ہمچنیں بر عکسِ آں انکار مرد — مس کند زر را و صلحے را نبرد
اسکے برعکس اسکا انکار و درنگ — زر کو مس اور صلح کو کرتا ہے جنگ

دل بسختی ہمچو روئے سنگ گشت — چوں شگافد توبہ آں را بہر کشت
دل جو سختی پا کے پتھر ہو گیا — توبہ اب اس میں کریگی کاشت کیا

چوں شعیبے کو کہ تا او از دعا — بہرِ کشتن خاک سازد کوہ را
ہے شعیب ؑ اب کون جو کرکے دعا — کوہ کو مٹی کرے اور دے اُگا

لہ یا بدریوزہ مقوقس از رسولؐ	سنگلاخے مزرعے شد با وصول
یا مقوقس کو شفیع اللہ نہیں؟	کھیت کر دیں ایک پتھریلی زمین
کہربائے مسخ آمد این دعا	خاک قابل را کند سنگ و حصیٰ
کہربائے مسخ ہے گویا دعا	اچھی مٹی کو بھی پتھر دے بنا
ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست	مزدِ رحمت قسمِ ہر مزدور نیست
سجدہ ہر دل کے لئے ممکن نہیں	مزدِ رحمت سب کو ملتی ہے کہیں؟
ہیں بپشتی آں مکن جرم و گناہ	کہ کنم توبہ در آیم در پناہ
اس بھروسے پر نہ کر ہرگز گناہ	توبہ کر کے پھر ہیں لے لونگا پناہ
می بباید تاب و آبے توبہ را	شرط شد برق و سحابے توبہ را
چاہئے ہے بہر توبہ آب و تاب	شرط توبہ کے لئے برق و سحاب
آتش و آبے بباید میوہ را	واجب آمد ابر و برق این شیوہ را
آگ پانی میوہ کی ہیں زندگی	ابر و برق اس شیوہ کو ہیں لازمی
تا نباشد برقِ دل و آبِ دو چشم	کے نشیند آتشِ تہدید و خشم
گر نہ آنسو اور برقِ دل اٹھے	آگ غصے اور غضب کی کیا بجھے
تا نباشد گریۂ ابر از مطر	تا نباشد خندۂ برق اے پسر
ابر جب تک مائلِ گریہ نہ ہو	برق جب تک راغبِ خندہ نہ ہو
کے بروید سبزۂ ذوق و صال	کے بجوشد چشمہا زآبِ زلال
کب ہو پیدا سبزۂ ذوق وصال	چشموں سے کب ہو رواں آبِ زلال

لہ مقوقس اسکندریہ اور مصر کے بادشاہوں میں سے ایک مشہور بادشاہ تھا۔ جسے جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرتؐ کی دعا سے اُس کے لئے پتھریلی زمین سرسبز ہو گئی تھی ؞

کے گلستاں راز گوید با چمن	کے بنفشہ عہد بندد با سمن
راز داں کب ہو گلستاں کا چمن	عہد کب باندھے بنفشہ سے سمن
کے چنارے کف کشاید در دعا	کے درختے برفشاند میوہ را
ہاتھ کیوں بہرِ دعا کھولے چنار	پیڑ کب ہوں چار جانب میوہ بار
کے شگوفہ آستین پُر نثار	برفشاندن گیرد ایامِ بہار
آستیں کیونکر شگوفے کی کھلے	کب بہاروں میں وہ چھلکے اور کھلے
کے فروزد لالہ را رخ ہمچو خوں	کے گل از کیسہ برآرد زر بروں
کب ہو روشن روئے لالہ مثل خوں	جیب سے باہر زرِ گل آئے کیوں
کے بیاید بلبل و گل بو کند	کے چو طالب فاختہ کوکو کند
آئے کب بلبل، تو کب مہکیں یہ پھول	فاختہ کوکو کرے کیوں پھر فضول
کے بگوید لکلک آں لک لک بجاں	لک چہ باشد ملک لک یا مستعاں
بولے لکلک شوق سے لک لک کہاں	یعنی تیرا ملک ہے سارا جہاں
کے نماید خاک اسرارِ ضمیر	کے شود چوں آسماں بستاں منیر
کھول دے کب خاک اسرارِ ضمیر	باغ کب مثلِ فلک یوں ہو منیر
از کجا آوردہ اند ایں حُلّہا	مَن کریمٌ مَن رحیمٌ کُلّہا
لاتے ہیں کس جا سے یہ حلّے تمام	کون ہے راحم کریم نیک نام
آں لطافتہا نشانِ شاہدیست	کہ بہر ساعت دو صد جانش فدیست
وہ لطافت ہے نشانِ شاہدی	جس پہ سو جانیں فدا ہیں ہر گھڑی

لے لک لک سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہٗ یہ مفہوم پیدا کرتے ہیں کہ گویا لکلک جانور یوں کہتا ہے کہ "لَکَ المُلکُ" یعنی اے خدا! یہ سارا جہان تیرا ہی ہے +

آں شود شاد از نشاں کو دید شاہ ۔۔۔ چوں ندید او را نباشد انتباہ

ہو نشاں سے خوش جو دیکھے شاہ کو ۔۔۔ جب نہ دیکھے آگہی کس طرح ہو

روح آں کس کو بہنگام الست ۔۔۔ دید ربّ خویش و شد بیخویش مست

روح اسکی ہے جو ہنگام الست ۔۔۔ دیکھ کر رب کو ہوئی سرشار و مست

او شناسد بوئے مے کو مے بخورد ۔۔۔ چوں نخورد او مے چہ داند بوئے کرد

بوئے مے وہ جانے جو ہو بادہ خوار ۔۔۔ بے پئے کیا بوئے مے ہو آشکار

زانکہ حکمت ہمچو ناقہ ضالہ ست ۔۔۔ ہمچو دلّالاں شہاں را دالہ ست

کیونکہ حکمت ناقہ ہے بھٹکا ہوا ۔۔۔ مثل دلّالوں کے شہ کا رہنما

تو ببینی خواب در یک خوش لقا ۔۔۔ کو دہد وعدہ و نشانے مر ترا

خواب میں آئے نظر اک مہ لقا ۔۔۔ تجھ سے جو وعدہ کرے اور دے پتا

کہ مرادِ تو شود اینک نشاں ۔۔۔ کہ بہ پیش آید ترا فردا فلاں

ہو ترا مقصود وہ تیرا نشاں ۔۔۔ یعنی کل آئے گا ملنے کو فلاں

یک نشانے آنکہ او باشد سوار ۔۔۔ یک نشانے کہ ترا گیرد کنار

اک نشانی یہ کہ وہ ہوگا سوار ۔۔۔ اک نشانی یہ کہ ہوگا ہمکنار

یک نشانے کہ بخندد پیش تو ۔۔۔ یک نشاں کہ دست بندد پیش تو

اک نشانی یہ کہ وہ تجھ سے ہنسے ۔۔۔ اک نشانی ہاتھ جوڑے سامنے

یک نشانے آنکہ ایں خواب از ہوس ۔۔۔ چوں شود فردا نگوئی پیش کس

اک نشانی یہ کہ یہ خواب ہوس ۔۔۔ صبح کو ظاہر کسی پر ہو نہ بس

زاں نشاں با والدِ یحییٰ بگفت ۔۔۔ کہ نیائی تا سہ روز اصلاً بگفت

والد یحییٰ سے جیسے کہ دیا ۔۔۔ تین دن تک کچھ نہ کہنا برملا

تا سہ شب خامش کن ایں نیک و بدت ۔۔۔ ایں نشاں باشد کہ یحییٰ آیدت

تین راتوں تک نہ کہ اچھا برا ۔۔۔ یہ نشاں ہوگا کہ یحییٰ آئے گا

دم مزن سہ روز اندر گفت و گو | کہ سکوت ست آیتِ منصورِ تو
تین[1] دن تک تو نہ کر کچھ بھی بیاں | تیری خاموشی ہے نصرت کا نشاں

ہیں میاور این نشاں را تو بگفت | این سخن را دار اندر دل نہفت
تو نہ ظاہر کر کسی پر یہ نشاں | اپنے دل میں رکھ یہ باتیں تو نہاں

این نشانہا گویدش ہمچوں شکر | این چہ باشد صد نشانہائے دگر
مثل شکر ہوں گے یہ ظاہر نشاں | اور ایسے سیکڑوں نادر نشاں

این نشاں آں بود کاں ملک و جاہ | کہ ہمی جوئی بیابی از الٰہ
یہ نشان اسکا ہے تو ملک اور جاہ | پائے گا اللہ سے اے خوش نگاہ

آنکہ می گریی بشبہائے دراز | و آنکہ می سوزی سحرگہ در نیاز
رو کے کٹتی ہیں تیری راتیں دراز | ہر سحر کو ہے تجھے سوز نیاز

آنکہ بے آں روز تو تاریک شد | ہمچو دوکے گردنت باریک شد
ایک ہے تیرے دنوں میں تیرگی | تیری گردن سوکھ کر تکلا ہوئی

و آنکہ دادی آنچہ داری در زکوٰۃ | چوں زکوٰۃ پاکبازاں بر جہات
کر دیا خیرات جو کچھ پاس تھا | جیسے دنیا پر ہو پاکوں کی سخا

رختہا دادی خواب و رنگ و رو | سر فدے کردی و گشتی ہمچو مو
کھویا سب اسباب، نیند، اور رنگ و رو | سر فدا کر کے ہؤا تو مثلِ مُو

چند در آتش نشستی ہمچو عود | چند پیش تیغ رفتی ہمچو خود
عود بن کر آگ میں جلتا رہا | خود بن کر تیغ کے آگے گیا

[1] قولہ تعالیٰ عزّ وجلّ: آیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۔
جب اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا مژدہ دیا ۔ تو فرمایا کہ اُس کی پہچان یہ ہوگی کہ تم تین روز تک لوگوں سے رمز و اشارہ کے سوا گفتگو نہ کر سکو گے ۔

زانچنیں بیچارگیہا صد ہزار — خوئے عشاق ست ناید در شمار
ایسی بے سامانیاں ایسے فشار — خصلت عشاق میں ہیں بے شمار

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا — آنکہ بودی آرزویش سالہا
خواب میں وہ دیکھتا ہے حال تو — جسکی برسوں سے تجھے تھی آرزو

چونکہ شب آں خواب دیدی روز شد — از امید آن دلت پیروز شد
شب کو دیکھا خواب تو دن ہو گیا — دل ہؤا امید سے راحت فزا

چشم گرداں کردہ بر چپ و راست — کاں نشان و آں علامتہا کجاست
دائیں بائیں غور سے ہے دیکھتا — وہ نشانی اور علامت جا بجا

بر مثال برگ می لرزی کہ وائے — گر رود در روز و نشاں ناید بجائے
تجھکو پتے کی طرح ہیں لرزشیں — ہو نہ ایسا وہ نشاں جاتے رہیں

می دوی در کوی و بازار و سرا — چوں کسے کو گم کند گوسالہ
تو گلی کوچے میں یوں دوڑا پھرے — جیسے کوئی اپنا بچھڑا گم کرے

خواجہ خیرست ایں دوادو چیستت — گم شدہ ایں جا کہ داری کیستت
خیر تو ہے، یہ تگاپو کس لئے ہے — کھو گیا کیا، ڈھونڈتا ہے تو کسے

گوئیش خیرست لیک ایں خیر من — کس نشاید کہ بداند غیر من
تو کہے ہاں خیر ہے لیکن پتا ہے — بے مرے ہے کون اُس کا جانتا

گر بگویم یک نشانم فوت شد — چوں نشاں شد فوت وقتِ موت شد
گر کہوں میں اک نشانی فوت ہے — فوت ہونا اسکا وقتِ موت ہے

بنگری در روئے ہر مردے سوار — گویدت منگر مرا دیوانہ وار
تکتا پھرتا ہے تو روئے ہر سوار — وہ کہے مت دیکھ ادھر دیوانہ وار

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام — رو بجست و جوئے او آوردہ ام
تو کہے مالک مرا گم ہو گیا — اسلئے پھرتا ہوں اسکو ڈھونڈتا

دولتت پاینده بادا اے سوار
رحم کن بر عاشقاں معذور دار

روز افزوں تیری دولت اے سوار
عاشقوں پر رحم کر، سن عذر یار

چوں طلب کردی بجد آمد نظر
جد خطا نکند چنیں آمد خبر

گر کرے کوشش تو آجائے نظر
سعی[1] کب بے سود ہو۔ یہ ہے خبر

ناگہاں آمد سوارے نیک بخت
پس گرفت اندر کنارت سخت سخت

ناگہاں اک نیک بخت آئے سوار
اور وہ تجھ سے ہو لپٹ کر ہم کنار

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق
بیخبر گفت اینت سالوس و نفاق

تو گرے بے ہوش ہو کر خاک پر
بے خبر بولے۔ یہ دھوکا ہے مکر

او چہ می بیند درو ایں شور چیست
او نداند کاں نشان وصل کیست

کیا وہ دیکھے شور کیوں ہے ہو رہا
کیا وہ جانے ہے نشان وصل کیا

ایں نشاں در حق او باشد کہ دید
آں دگر را کے نشاں آید پدید

جس نے دیکھا ہو وہ پائے یہ نشاں
دوسرے پر ہو نشاں کیونکر عیاں

ہر زماں کز وے نشانے می رسید
شخص را جائے بجائے می رسید

ہر گھڑی ملتا ہے اُسکا کچھ پتا
جسم پر ہوتا ہے ظاہر جا بجا

ماہی بیچارہ را پیش آمد آب
ایں نشانہا تلک آیات الکتاب

جس طرح بے چاری مچھلی پائے آب
یہ نشانی تلک آیات الکتاب[2]

پس نشانہا کہ اندر انبیاست
خاص آں جاں را بود کو آشناست

یہ نشاں ہیں انبیاء ہیں بر ملا
ہیں انہیں جانوں کو جو ہیں آشنا

[1] یعنی حدیث شریف میں ہے کہ "من طلب شیئاً وجد وجد" جو کوئی کسی چیز کو ڈھونڈے اور اُس میں کوشش کرے۔ تو وہ اُسے ضرور پائیگا +

[2] یہ نشانیاں قرآن کی ہیں ÷

ایں سخن ناقص بماند و بیقرار
دل ندارم بے دلم معذور دار

بات یہ ناقص رہی - تشنہ رہی
میں ہوں بیدل - رکھ مجھے معذور اجی

ذرہ ہا را کے تواند کس شمرد
خاصہ آں کو عشق از وے عقل برد

کون گن سکتا ہے ذروں کو بتا
خاص کر جو عشق سے مجنوں ہوا

می شمارم برگہائے باغ را
می شمارم بانگ کبک و زاغ را

گن رہا ہوں برگ ہائے باغ کو
گن رہا ہوں بانگ کبک و زاغ کو

در شمار اندر نیاید لیک من
می شمارم بہر رشد اے ممتحن

گو نہیں آتے وہ گنتی میں - و لے
گن رہا ہوں میں ہدایت کے لئے

نحس کیواں یا کہ سعد مشتری
ناید اندر حصر اگرچہ بشمری

نحس کیواں یا ہو سعد مشتری
فی الحقیقت گن نہیں سکتا کوئی

لیک ہم بعضے ازیں ہر دو اثر
شرح باید کرد بہر نفع و ضر

پھر بھی ان دونوں کی کچھ تاثیر سے
شرح کر تو نفع و نقصاں کیلئے

تا شود معلوم آثار قضا
شمۂ مر اہل سعد و نحس را

تاکہ ہوں معلوم آثار قضا
کچھ تو پائیں حال سعد و نحس کا

طالع آں کس کہ باشد مشتری
شاد گردد از نشاط و سروری

جس کا طالع ہو ستارہ مشتری
پائے وہ بیشک نشاط و سروری

و آنکہ را طالع زحل از ہر شرور
احتیاطش لازم آمد در امور

جس کا طالع ہو زحل اے متقی
احتیاط اسکے لئے ہے لازمی

گر نگویم آں زحل استارہ را
ز آتشش سوزد مر آں بیچارہ را

گر نہ دوں حال زحل اسکو بتا
آگ اس بیچارہ کو دیگی جلا

بس کن اے بیہودہ تا زاں آفتاب
آتشے ناید بیک بارہ بتاب

بس کر اے ناداں کہ اس خورشید سے
یک بیک آتش نہ بھڑکے اور جلے

از کواکب در سپہر بیکراں	در دمے نے نور ماند نے نشاں
تاروں کا اس آسماں پر ہے فنا	ایک دم بھر میں نہیں ملتا پتا
آنچہ بردارد بداں مشغول شو	وز دگر گفتارہا معزول شو
کچھ نتیجہ جس کا ہے وہ کام کر	دوسری باتوں سے قطعاً کر حذر
جنبش اختر نیاید جز عقیم	بر ندارد جز کہ آں لطف رحیم
جنبش اختر سے کچھ پیدا نہیں	کچھ نہیں جز لطف رب العالمیں
اُذکُروا اللہ شاہ ما دستور داد	اندر آتش دیدہ ہا را نور داد
حکم شہ نے اُذکُروا اللہ[1] کا دیا	آگ میں بھی نور آنکھوں کو ملا
گفت اگرچہ پاکم از ذکر شما	نیست لائق مر مرا تصویرہا
کہتا ہے گو پاک ہوں میں ذکر سے	اور نہیں لائق کسی تصویر کے
لیک ہرگز مست تصویر و خیال	در نیابد ذات مارا بے مثال
پھر بھی جو ہیں مست تصویر و خیال	ذات کو کیا پائیں جو ہے بے مثال
ذکر جسمانہ خیال ناقص است	وصف شاہانہ ازآنہا خالص است
ذکرِ جسمانی ہے اک ناقص خیال	وصفِ شاہانہ ہے خالص باکمال
شاہ را گوید کسے جولاہ نیست	ایں چہ مدح است ایں مگر آگاہ نیست
گر کہے کوئی جلاہا کب ہے شاہ	کیا ہوئی تعریف ۔ ہے گم کردہ راہ

حضرتِ موسیٰ[21] اور ایک چرواہا

دید موسیٰ یک شبانے را براہ	کو ہمی گفت اے خدا و اے الٰہ
دیکھا اک چرواہا موسیٰؑ نے کہیں	کہ رہا تھا وہ کہ ربّ العالمیں!

[1] اللہ کا ذکر کرو ۔

تو کجائی تا شوم من چاکرت
تو کہاں ہے میں ترا نوکر بنوں

اے خدائے من فدایت جان من
اے خدا تجھ پر فدا ہو میری جاں

تو کجائی تا سرت شانہ کنم
تو کہاں - سر میں ترے کنگھا کروں

جامہ ات دوزم سپشہایت کشم
میں جوئیں دیکھوں - تری کپڑی سیوں

ور ترا بیماری آید بہ پیش
جبکہ تو بیمار ہو جائے ذرا

دستکت بوسم بمالم پایکت
پاؤں دابوں ہاتھ تیرے چوم لوں

گر ببینم خانہ ات را من دوام
دیکھ لوں تیرا جو میں گھر، تو مدام

ہم پنیر و نانہائے روغنیں
کچھ پنیر اور روٹیاں کچھ روغنیں

سازم آرم بہ پیشت صبح و شام
لیکے آؤں تیرے آگے صبح و شام

اے فدائے تو ہمہ بزہائے من
تجھ پہ ہوں قربان میری بکریاں

زیں نمط بیہودہ می گفت آں شبان
بیہودہ چرواہا تھا یوں بک رہا

چارقت دوزم کنم شانہ سرت
میں ترا جوتا سیوں، کنگھا کروں

جملہ فرزندان و خان ومان من
میرے بچے اور میرا خانماں

چارقت را دوزم و بخیہ زنم
میں تری جوتے سیوں، بخیا کروں

شیر پیشت آورم اے محتشم
دودھ بھی لاکر ترے آگے رکھوں

من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
میں بنوں غمخوار اے مولا ترا

وقت خواب آید بروبم جایکت
وقت خواب آئے تو بستر جھاڑ دوں

روغن و شیرت بیارم صبح و شام
دودھ گھی میں لے کر آؤں صبح و شام

خمرہا جغراتہائے نازنیں
کچھ شراب اور کچھ دہی اے نازنیں

از من آوردن ز تو خوردن طعام
لاؤں میں اور کھائے تو میرا طعام

اے بیادت ہی ہی ہیہائے من
میں ہوں تیری یاد میں صرف فغاں

گفت موسیٰ با کیستت اے فلاں
بولے موسیٰ کس سے ہے یہ التجا؟

گفت با آں کس کہ مارا آفرید — ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید

بولا وہ جس نے مجھے پیدا کیا — جس نے سب ظاہر کئے ارض و سما

گفت موسیٰؑ ہائے خیرہ سر شدی — خود مسلماں ناشدہ کافر شدی

بولے موسیٰؑ بے حیا ظاہر ہے تو — ہاں مسلماں تو نہیں کافر ہے تو

ایں چہ ژاژ ست ایں چہ کفرست و فشار — پنبۂ اندر دہان خود فشار

کفر کیا بکتا ہے۔ فقرے بے تکے — بیہدہ گو، اپنے منہ میں ڈاٹ دے

گندِ کفرِ تو جہاں را گندہ کرد — کفرِ تو دیبائے دیں را ژندہ کرد

گندگی سے تیری گندہ ہے جہاں — گدڑی تو نے کر دیا دیبا کو ہاں

چارق و پاتابہ لائق مر تراست — آفتابے را چنیں ہا کے رواست

جوتا اور موزہ ہے سب تیرے لئے — کب مناسب ہیں یہ سُورج کیلئے

گر نبندی زیں سخن تو حلق را — آتشے آید بسوزد خلق را

گر کرے گا تو نہ بند اس حلق کو — آگ آکر پھونک دیگی خلق کو

آتشے گر نامدست ایں دود چیست — جاں سیہ گشتہ رواں مردود چیست

گر نہ ہوتی آگ کیوں ہوتا دھواں — ہو گئی تاریک اور مردود جاں

گر ہمی دانی کہ یزداں داورست — ژاژ و گستاخی ترا چوں باورست

جانتا ہے جبکہ یزداں ہے خدا — پھر ہے ان گستاخیوں کی وجہ کیا

دوستی بے خرد چوں دشمنی ست — حق تعالیٰ زیں چنیں خدمت غنی ست

دوستی بے عقل کی ہے دشمنی — ہے خدا تو ایسی خدمت سے غنی

باکہ می گوئی تو ایں با عم و خال — جسم و حاجت در صفاتِ ذوالجلال

یا یہ خالو اور چچا سے ہے کلام — جسم کب رکھتا ہے۔ ربّ ذوالاکرام

شیر او نوشد کہ در نشو و نماست — چارق او پوشد کہ او محتاج پاست

دُودھ وہ پیتا ہے جو ہو بڑھ رہا — جوتے وہ پہنے جو ہو محتاج پا

ور برائے بندہ است ایں گفتگو — آنکہ حق گفت او منست و من خود او

یہ ہے بندے کے لئے اے نیک پے! — قول حق - وہ میں ہوں میں وہ اور ہے

آنکہ گفت اِنِّی مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْ — من شدم رنجور او تنہا نشد

اس نے ہے - اِنِّی مَرِضْتُ کو[1] کہا — میں بھی تھا بیمار وہ تنہا نہ تھا

آنکہ بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یُبْصِرْ شدہ ست — درحق آں بندہ ایں ہم بیہدہ است

بندہ جو بِیْ یَسْمَعُ وَ یُبْصِرُ[2] ہوا — اس کے حق میں بھی یہ کہنا ہے برا

بے ادب گفتن سخن با خاص حق — دل بمیراند سیہ دارد ورق

بے ادب ہو جانا با خاصانِ حق — دل کو مردہ اور سیہ کر دے ورق[3]

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ — گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ

فاطمہ کہ دے اگر تو مرد کو ؛ — گرچہ ہیں ہم جنس زن اور مرد - تو

قصدِ خون تو کند تا ممکن ست — گرچہ خوشخوئے و حلیم و مومن است

یہ ہے ممکن مار ڈالے وہ تجھے ؛ — تو حلیم و نیک گو سمجھے اُسے

فاطمہ مدح است در حقّ زناں — مرد را گوئی بود زخمِ سناں

فاطمہ تعریفِ عورت ہے یہاں — مرد سے کہ دے تو ہو زخمِ سناں

[1] حدیث شریف میں ہے کہ خدا قیامت کے دن دریافت کریگا۔ اے ابن آدم میں بیمار تھا، تو نے میری عیادت کیوں نہ کی؟ ابن آدم کہیگا کہ الٰہی! تو دونوں جہان کا بادشاہ ہے۔ بھلا تو کس طرح بیمار ہو سکتا ہے؟ ندا آئیگی کیا تجھے خبر نہ تھی کہ ہمارا فلاں بندہ بیمار ہے اگر تو اُس کی عیادت کے لئے جاتا تو یقیناً ہمیں وہاں پاتا ۔

[2] حدیث شریف میں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے متعلق فرماتا ہے۔ "وہ میرے ہی ساتھ سُنتے اور میرے ہی ساتھ دیکھتے ہیں۔" یعنی میں اُن کے کان اور آنکھیں بن جاتا ہوں ۔

[3] نامۂ اعمال ۔

دست و پا در حق ما آسائش است — در حق پاکی حق آلائش است

دست و پا سے ہیں ہمیں آسائشیں — حق کے حق میں ہیں یہ سب آلائشیں

لم یلد لم یولد اورا لائق است — والد و مولود را او خالق است

لم یلد لم یولد اسکو ہے بجا — وہ ہے خالق والد و مولود کا

ہر چہ جسم آمد ولادت وصف اوست — ہرچہ مولود یست او زیں سوئے جوست

جسم ہے جسکا وہی مولود ہے — اور جو مولود ہے موجود ہے

آنکہ از کون و فساد ست و مہین — حادث ست و محدثے خواہد یقین

اس جہاں میں جو بھی ہے اے نیک پے — وہ ہے حادث[1] اسکا پھر محدث[2] بھی ہے

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی — وز پشیمانی تو جانم سوختی

بولا وہ - موسیٰ ایسا تونے دہاں — ہاں پشیمانی سے اب جلتی ہے جاں

جامہ را بدرید و آہے کرد تفت — سر نہاد اندر بیابانے و رفت

اس نے کپڑے پھاڑے - گرم آہ کی — چلدیا - جنگل کی جانب راہ لی

حضرت موسیٰ پر عتاب کی وحی

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا — بندۂ ما را چرا کردی جدا

سوئے موسیٰ آئی یہ وحی خدا — کر دیا کیوں ہم سے بندے کو جدا

تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

وصل کرنے کے لئے آیا ہے تو — یا جدا کرنے اسے آیا ہے تو

تا توانی پا منہ اندر فراق — اَبغَضُ[3] الاَشیاءَ عِندی الطَّلاق

گر ہو ممکن چھوڑ دے راہِ فراق — بد ترین شے میں سمجھتا ہوں طلاق

---

[1] نئی پیدا شدہ چیز ۔ [2] نئی چیز پیدا کرنے والا ۔ [3] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یا معاذ

هر کسے را سیرتے بنهاده ایم	هر کسے را اصطلاحے داده ایم
ہم نے سب کو دی ہے اک سیرت نئی	اصطلاحیں سب کی ہیں بدلی ہوئی
در حق او مدح و در حقِّ تو ذم	در حق او شهد و در حقِ تو سم
اُس کے حق میں مدح تیرے حق میں ذم	اُس کے حق میں شہد، تیرے حق میں سم
در حق او نور و در حقِّ تو نار	در حق او ورد و در حقِّ تو خار
اُس کے حق میں نور۔ تیرے حق میں نار	اُس کے حق میں پھول، تیرے حق میں خار
در حق او نیک و در حقِّ تو بد	در حق او خوب و در حقِّ تو رد
اُس کے حق میں نیک۔ تیرے حق میں بد	اُس کے حق میں خوب۔ تیرے حق میں رد
ما بری از پاک و ناپاکی همه	از گران جانی و چالاکی همه
ہاں بری ہیں پاک و ناپاکی سے ہم	اور گران جانی و چالاکی سے ہم
من نکردم خلق تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم
میں نے بہر نفع کب پیدا کیا	بلکہ خود کرتا ہوں بندوں پر عطا
هندیاں را اصطلاحِ هند مدح	سندیاں را اصطلاحِ سند مدح
ہندیوں کو اصطلاحِ ہند مدح	سندھیوں کو اصطلاحِ سند مدح
من نگردم پاک از تسبیحِ شاں	پاک هم ایشاں شوند و دُر فشاں
پاک میں تسبیح سے ہوتا نہیں	پاک ہوتے ہیں وہ خود ہی بالیقیں
ما بروں را ننگریم و قال را	ما دروں را بنگریم و حال را
ہم نہ دیکھیں اُن کا ظاہر اور قال	دیکھتے ہیں اُن کا باطن اور حال

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۹۲) مَا خلق اللہ شیئاً علیٰ وجہ الارض احبّ من العتاق وما خلق شیئاً علیٰ وجہ الارض ابغض من الطلاق - یعنی اے معاذ! خدا نے دنیا میں کوئی چیز آزاد کرنے سے زیادہ محبوب نہیں بنائی اور کوئی چیز طلاق دینے سے زیادہ مبغوض (بُری مکروہ) پیدا نہیں کی +

ناظرِ قلبیم اگر خاشع بود — گرچہ گفتِ لفظ ناخاضع بود

دیکھتے ہیں دل اگر ہے باخشوع — گو ہو قول اس کا سراپا بے خضوع

زانکہ دل جوہر بود گفتن عرض — پس طفیل آمد عرض جوہر غرض

دل ہے جوہر اور باتیں ہیں عرض — پس طفیلی ہے عرض، جوہر غرض

چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز — سوز خواہم سوز با آں سوز ساز

کیا ہے یہ لفظ و ضمیر اور کیا مجاز — سوز چاہوں، سوز سے کر تو بھی ساز

آتشے از عشق در جاں برفروز — سر بسر فکر و عبادت را بسوز

آگ تو دل میں جلا دے عشق کی — اور جلا فکر و عبادت کو ابھی

موسیا آداب داناں دیگر اند — سوختہ جان و رواناں دیگر اند

اے کلیمؑ آداب داں ہیں اور ہی — سوختہ دل تفتہ جاں ہیں اور ہی

عاشقاں را ہر نفس سوزیدنی ست — بر دہِ ویراں خراج و عشر نیست

ہر نفس پُر سوز ہے عشاق کا — قریۂ ویراں پہ ہو محصول کیا

گر خطا گوید ورا خاطی مگو — گر شود پُر خوں شہیداں را مشو

وہ خطا گو ہو تو خاطی[1] مت کہو — غسل خوں سے پُر شہیدوں کو نہ دو

خون شہیداں را از آب اولیٰ ترست — ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست

اُن کا خوں پانی سے بہتر واقعی — یہ خطا سو نیکیوں سے ہے بھلی

در درون کعبہ رسم قبلہ نیست — چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست

رسم قبلہ کعبہ کے اندر نہیں — غوطہ زن کا ہو نہ جوتا ڈر نہیں

تو ز سرمستاں قلاؤزی مجو — جامہ چاکاں را چہ فرمائی رفو

رہنمائی ڈھونڈ مستوں سے نہ تو — جامہ چاکوں کی نہ کر فکرِ رفو

[1] خطا کرنے والا۔

ملت عشق از ہمہ دینہا جدا ست	عاشقاں را مذہب و ملت خدا ست
عشق کی ملت ہے دنیا سے جدا	عاشقوں کا صرف مذہب ہے خدا
لعل را گر مہر نبود باک نیست	عشق در دریائے غم غمناک نیست
لعل کو سورج نہ ہو۔ تو باک کیا	عشق بحرِ غم میں ہو غمناک کیا

چرواہے سے عذر خواہی کیلئے حضرت موسیٰؑ پر وحی

بعد ازاں در سر موسیٰؑ حق نہفت	رازہائے کاں نمی آید بگفت
رکھ دئے پر حق نے موسیٰؑ سے نہاں	راز وہ جو ہو نہیں سکتے بیاں
بر دلِ موسیٰؑ سخنہا ریختند	دیدن و گفتن بہم آمیختند
دل پہ موسیٰؑ کے سخن ظاہر کیا	دیکھنا اور بولنا باہم ملا
چند بیخود گشت و چند آمد بخود	چند پرید از ازل سوئے ابد
اُن پہ چھائی بے خودی و باخودی	اور ازل سے تا ابد پرواز کی
بعد ازاں گر شرح گویم ابلہی ست	زانکہ شرح ایں ورائے آگہی ست
اب کروں گر شرح تو ہے ابلہی	شرح ہے اس کی برونِ آگہی
گر بگویم عقلہا را بر کند	ور نویسم بس قلمہا بشکند
گر کہوں ہو عقل رخصت بیش و کم	اور اگر لکھوں شکستہ ہو قلم
ور بگویم شرحہائے معتبر	تا قیامت باشد آں بس مختصر
اور جو لکھوں شرح اس کی معتبر	تا قیامت ہو بیاں مختصر
لاجرم کوتاہ کردم من زباں	گر تو خواہی از درونِ خود بخواں
میں نے کی ناچار بند اپنی زباں	اپنے دل سے سُن جو چاہے یہ بیاں
چونکہ موسیٰؑ ایں عتاب از حق شنید	در بیاباں در پئے چوپاں دوید
جبکہ موسیٰؑ نے عتاب حق سُنا	دوڑے چرواہے کے پیچھے بادفا

برنشانِ پائے آں سرگشتہ راند ‏ — گرد از پرّہ بیاباں برفشاند

اس کے قدموں کے نشانوں پر چلے ‏ — گردِ دامانِ بیاباں جھاڑتے

گامِ پائے مردمِ شوریدہ خود ‏ — ہم زگامِ دیگراں پیدا بود

مردِ شوریدہ کے قدموں کا نشاں ‏ — دوسروں کے نقشِ پا سے ہو عیاں

یک قدم چوں رخ زبالا تا نشیب ‏ — یک قدم چوں پیل رفتہ بر اریب

اک قدم رُخ کی طرح سیدھے گئے ‏ — اک قدم جوں پیل وہ ٹیڑھے گئے

گاہ چوں موجے برافرازاں علم ‏ — گاہ چوں ماہی روانہ بر شکم

گاہ وہ جوں موج لہراتے گئے ‏ — پیٹ کے بل گاہ جوں ماہی چلے

گاہ بر خاکے نوشتہ حالِ خود ‏ — ہمچو رمّالے کہ رملے بر زند

حال اپنا گاہ مٹی پر لکھا ‏ — رمل پھینکے جیسے رمّال لے فنا

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں ‏ — گاہ غلطاں ہمچو گوے از صولجاں

دوڑتے تھے اور کبھی حیراں کھڑے ‏ — گاہ رلتے گیند جیسے بلّے سے

عاقبت دریافت او را و بدید ‏ — گفت مژدہ آنکہ دستورے رسید

مل گیا آخر اُنہیں وہ جگنتی ‏ — بولے مژدہ ہو، اجازت آگئی

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو ‏ — ہر چہ می خواہد دلِ تنگت بگو

فارغ آداب و ترتیب اب تو رہ ‏ — جو کچھ آئے تیرے دل میں خوب کہ

کفرِ تو دین است و دینت نورِ جاں ‏ — ایمنی و ز تو جہانے در اماں

کفر تیرا دین، دیں ہے نورِ جاں ‏ — تو ہے بے خوف اور دنیا کی اماں

اے معاف یَفعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا[1] ‏ — بے محابا رو زباں را بر گشا

ہے معافی۔ جو خدا چاہے کرے ‏ — بے دھڑک اپنی زباں اب کھول دے

---

[1] خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہیگا کریگا ❖

گفت اے موسیٰ ازاں بگذشتہ ام | من کنوں در خونِ دل آغشتہ ام

بولا اے موسیٰ میں آگے بڑھ گیا | خونِ دل میں اب ہوں آلودہ ہوا

من ز سدرہ منتہیٰ بگذشتہ ام | صد ہزاراں سالہ زاں سو گشتہ ام

مجھے چھوڑا میں نے سدرہ منتہیٰ | لاکھوں برسوں کی ہوں رہ آگے گیا

تازیانہ برزدی اسپم بگشت | گنبدی کرد و ز گردوں برگذشت

تیرے کوڑے سے مرا گھوڑا مرا | جست بھر کر چرخ سے آگے گیا

محرمِ ناسوت بالاہوت باد | آفریں بر دست و بر بازوت باد

ہو خبر ناسوت اور لاہوت سے | آفریں ہو دست و بازو پر ترے

حال من اکنوں بروں از گفتن است | آنچہ می گویم نہ احوالِ من است

حال میرا اب ہے کہنے سے بروں | حال یہ میرا نہیں، کہتا جو ہوں

نقش می بینی کہ در آئینہ ایست | نقشِ تست آں نقش بر آئینہ نیست

نقش آئینے میں آتا ہے نظر | نقش تیرا ہے، نہیں آئینے پر

دم کہ مردِ نائی اندر نائے کرد | در خورِ نائیست نے در خوردِ مرد

مرد نے جو دم نفیری میں بھرے | نے کے لائق ہے۔ نہ لائق مرد کے

ہان و ہاں گر حمد گوئی ور سپاس | ہمچو نافرجامِ آں چوپاں شناس

تو کرے گر حمد اور شکرِ خدا | مثل چرواہے کے یہ ہے نا سزا

حمد تو نسبت بداں گر بہتر ست | لیک آں نسبت بحق ہم ابتر ست

نسبتاً گو حمد یہ بہتر ہوئی | حق سے جب منسوب ہو، ابتر ہوئی

چند گوئی چوں غطا برداشتند | کہ نبودست آنچہ می پنداشتند

کیا کہے تو جبکہ پردہ اُٹھ گیا | وہ نہیں وہ، جیسے سمجھا نا گیا

ایں قبولِ ذکرِ تو از رحمت است | چوں نمازِ مستحاضہ رخصت است

ہے قبولِ ذکر رحمِ بے نیاز | حیض میں ہو جس طرح جائز نماز

در نمازِ او بیالود ست خوں ۔ ذکرِ تو آلودۂ تشبیہ و چوں
خون آگیں ہے نماز اس کی اگر ۔ ذکر تیرا منحصر تشبیہ پر ۔۔۔

خوں پلید است و بآبے می رود ۔ ایں پلیدی جہل قائم تر بود
پانی سے جائے لہو کی گندگی ۔ اور رہے تا قائم پلیدی جہل کی

کاں بغیرِ آب لطفِ کردگار ۔ کم نگردد از درونِ مرد کار
وہ بغیرِ آب لطفِ کردگار ۔ تیرے دل سے کم نہ ہوگی زینہار

در سجودت کاش رو گردانیے ۔ معنیِ سُبحانَ ربّی دانیے
سجدے میں اے کاش پھرتا رُخ ترا ۔ معنی سبحان ربّی جانتا

کاں سجودم چوں وجودم ناسزا ۔ مر بدی را تو نکوئی دہ جزا
تیرا تن اور سجدہ دونوں ناسزا ۔ تو برائی کی بھلائی دے جزا

ایں زمیں از حلمِ حق دارد اثر ۔ تا نجاست برد و گلہا داد بر
اس زمیں پر حلم حق کا ہے اثر ۔ بعدِ ناپاکی اُگیں گل ہائے تر

تا بپوشد او پلیدی ہائے ما ۔ در عوض بر روید از وے غنچہا
تا پلیدی وہ ہماری لے چھپا ۔ اُس کے بدلے دیتا ہے غنچے اُگا

پس چو کافر دید کو در داد و جود ۔ کمتر و بے مایہ تر از خاک بود
دیکھا داد وجود میں کافر نے جب ۔ کم ہوں اور بے مایہ مٹی سے بھی اب

از وجودِ او گل و میوہ نرست ۔ جز فسادِ جملہ پاکیہا نجست
کچھ نہ گل میوہ اُگا تن سے عیاں ۔ فتنے اُٹھے پر نہ چمکیں نیکیاں

گفت واپس رفتہ ام من در ذہاب ۔ حسرتا یا لیتنی کنتُ تراب
بولا۔ میں افسوس پیچھے رہ گیا ۔ کاشکے مٹی ہی ہوتا بر ملا

لہ قولہ تعالیٰ عزوجل یَومَ یَنظُرُ المَرءُ مَا قَدَّمَت یَدَاہُ وَیَقُولُ الکَافِرُ یٰلَیتَنِی کُنتُ تُرَابًا۔ یعنی جسدن لوگ اپنے اعمال و افعال اپنے سامنے دیکھیں گے۔ کافر کہیگا۔

کاش از خاکے سفر نگزیدمے	ہمچو خاکے دانۂ می چیدمے
میں سفر کرتا نہ ہر گز خاک سے	دانہ مثل خاک چنتا کاشکے
چوں سفر کردم مرا رہ آزمود	زیں سفر کردن رہ آوردم چہ بود
راہ نے یوں امتحاں میرا کیا	دیکھے تا میرا ہے رہ آورد کیا[۱]
زاں ہمہ میلش سوئے خاک ست کو	در سفر سودے نہ بیند پیش رو
اس لئے ہے میل اس کو خاک سے[۲]	کچھ نہیں دیکھے سفر میں فائدے
روئے واپس کردنش آں حرص و آز	روئے در رہ کردنش صدق و نیاز
اُس کا یہ رُخ پھیرنا ہے حرص و آز	راستے کو دیکھنا صدق و نیاز
ہر گیا را کش بود میل علا	در مزید ست و حیات و در نما
ہو جو اوپر کی طرف رُخ گھاس کا	زندگی ہے اس کی اور نشو و نما
چونکہ گرداند سر سوئے زمیں	در کمی و خشکی و نقص و غنیں
اور جھکا یا سر اگر سوئے زمیں	ہے کمی نقصان اور خشکی و ہیں
میل روحت چوں سوئے بالا بود	در تزاید مرجعت آنجا بود
مائل بالا جو تیری رُوح ہو	لوٹ جائے تو ترقی گاہ کو
ور نگوں ساری سرت سوئے زمیں	آفلی حق لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ
اور اگر ہو سر نگوں سوئے زمیں	فانی ہے اور حق کا تو پیارا نہیں

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۹۸) کہ اے کاش میں خاک ہوتا +

[۱] وہ تحفہ جو سفر سے دوستوں کے لئے لاتے ہیں +

[۲] میں ڈوبنے والوں کو دوست نہیں رکھتا +

غلبۂ ظالماں کے متعلق حضرت موسیٰؑ کا خدا سے سوال

گفت موسیٰؑ اے کریمِ کارساز ۔۔۔ ایکہ یکدم ذکرِ تو عمرِ دراز
بولے موسیٰؑ اے کریم کارساز ۔۔۔ ذکرِ یک لحظہ ترا ۔ عمرِ دراز

نقشِ کژمژ دیدم اندر آب و گِل ۔۔۔ چوں ملائک اعتراضے کرد دل
ٹیڑھے دیکھے میں نے نقشِ آب و گِل ۔۔۔ معترض مثلِ مَلک ہے اُس پہ دِل

کرچہ مقصود است نقشے ساختن ۔۔۔ وندراں تخمِ فساد انداختن
یوں بنانا نقش اے ربّ العباد ۔۔۔ اور اُس میں ڈالنا تخمِ فساد

آتشِ ظلم و فساد افروختن ۔۔۔ مسجد و سجدہ کناں را سوختن
شعلہ بھڑکانا فساد و ظلم کا ۔۔۔ مسجد اور سجدہ گردں کو پھونکنا

مایۂ خونابہ و زرداب را ۔۔۔ جوش دادن از برائے لابہ را
نُطفہ و علقہ کو اے مولا مرے ۔۔۔ جوش میں لانا خوشامد کے لئے

من یقیں دانم کہ عینِ حکمت است ۔۔۔ لیک مقصودم عیان و رویت است
بالیقیں حکمت ہے اس میں مستتر ۔۔۔ دیکھنا ظاہر میں مقصد ہے مگر

آں یقیں می گویدم خاموش کُن ۔۔۔ حرصِ رویت گویدم نے جوش کُن
مجھ سے کہتا ہے یقیں خاموش ہو ۔۔۔ حرصِ رویت کہتی ہے پُر جوش ہو

مر ملائک را نمودی سرِّ خویش ۔۔۔ کایں چنیں نوشے ہمی ارزد بہ نیش
راز یہ ظاہر فرشتوں پر کیا ۔۔۔ نوش یہ کیوں نیش کے قابل ہوا

عرضہ کردی نورِ آدمؑ را عیاں ۔۔۔ بر ملائک گشت مشکلہا بیاں
نورِ آدمؑ کر دیا اُن پر عیاں ۔۔۔ یوں فرشتوں کو ملیں آسانیاں

حشر تو گوید کہ سرِ مرگ چیست ۔۔۔ میوہا گویند سرِ برگ چیست
حشر کہتا ہے کہ رازِ مرگ کیا ۔۔۔ میوے کہتے ہیں کہ رازِ برگ کیا

سرِّ خونِ نطفہ حسنِ آدمی ست
سابق ہر بیشیے آخر کمی ست

راز ہے نطفے کا حسنِ آدمی
پہلے ہر بیشی ہے آخر ہے کمی

لوح را اوّل بشوید بے وقوف
آنگہے بر وے نویسد او حروف

لوح کو دھوتا ہے پہلے بے وقوف
اور پھر لکھتا ہے کچھ اس پر حروف

خوں کند دل را ز اشکِ مستہاں
بر نویسد بر وے اسرار آنگہاں

خون کر دے دل کو اشکِ خوار سے
بعد اس کے بھید کچھ اس پر لکھے

وقتِ شستن لوح را باید شناخت
کہ مر آں را دفترے خواہند ساخت

دھوئے جس دم لوح کو پہچان لے
ایک دن دفتر بنائیں گے اُسے

چوں اساسِ خانۂ نو افگنند
اوّلیں بنیاد را بر می کنند

اک نئے گھر کی جو رکھتے ہیں بنا
پہلی بنیاد دل کو دیتے ہیں گرا

گِل بر آرند اوّل از قعرِ زمیں
تا بآخر بر کشی ماءِ معیں

پہلے مٹی کو نکالیں چاہ سے
صاف پانی تاکہ تو حاصل کرے

از حجامت کودکاں گریند زار
کہ نمی دانند ایشاں سرِّ کار

روتے ہیں بچے حجامت سے مگر
بھید سے اس کے ہیں بالکل بے خبر

مرد خود زر می دہد حجّام را
می نوازد نیشِ خوں آشام را

مرد خود دیتا ہے زر حجّام کو
یوں نوازے نیشِ خوں آشام کو

می دود حمّال زیں بارِ گراں
می رباید مال را از دیگراں

بوجھ لے کر دوڑتا حمّال ہے
مال چھینے اوروں سے اے نیک پے!

جنگِ حمّالاں برائے بار بیں
اینچنیں ست اجتہادِ کار بیں

جنگ حمّالوں کی بہرِ بار دیکھ
اس طرح یہ اجتہادِ کار دیکھ

چوں گرانیہا اساسِ راحت ست
تلخہا ہم پیشوائے نعمت ست

رنج اور محنت ہے راحت کی بنا
تلخیاں ہیں نعمتوں کی پیشوا!

حفت الجنۃ بمکروھاتنا   حفت النیران من شھواتنا

بستۂ ہے فردوس مکروہات سے   واسطہ دوزخ کو ہے شہوات سے

تخم مایہ آتشت شاخ تر است   سوختہ آتش قرین کوثر است

تیری شاخ تر ہے تخم آتشیں[۲]   سوختہ آتش ہیں کوثر کے قریں

ہر کہ در زنداں قرین محنتے ست   آں جزائے لقمہا و شہوتے ست

قید خانے میں جو محنت ہے سوا   وہ ہے لقموں اور شہوت کی سزا

ہر کہ در قصرے قرین دولتے ست   آں جزائے کارزار و محنتے ست

مال جس کو قصر میں ہے مل گیا   وہ ہے اس کی سعی و محنت کی جزا

ہر کرا دیدی بزر و سیم فرد   وآنکہ اندر کسب کردن صبر کرد

دیکھے یکتا سیم و زر میں تو جسے   صبر اُس نے ہیں کمانے میں کئے

آنکہ بیروں از طبائع جان اوست   منصب خرق سببہا آن اوست

ہو طبائع سے فزوں تر جس کی جان   ترکِ اسباب اُس کے قابو میں تو جان

بے سبب بیند چو شد دیدہ گذار   توکہ در حسی سبب را گوش دار

بے سبب دیکھے جو چھوڑے چشم[۱] آنکھ کو   تجھ میں حس ہے ناظرِ اسباب ہو

بے سبب بیند نہ از آب و گیا   چشم چشمۂ معجزاتِ انبیا

بے سبب دیکھے نہ آب اور گھاس سے   بے شمار ان انبیا کے معجزے

ایں سبب ہمچوں مریض است و علیل   ایں سبب ہمچوں چراغ است و فتیل

ہے سبب بیمار کی صورت علیل   یہ ہے بتی اور چراغ اے بے دلیل

شب چراغت را فتیلے نو بتاب   پاک داں زینہا چراغ آفتاب

بتی رکھ اپنے چراغوں میں نئی   ہے چراغ مہر کو اک برتری رہا

[۱] ظاہر کو دیکھنے والی آنکھ ۔

رو تو کہگل ساز بہرِ سقفِ جاں
سقفِ گردوں را ز کہگل پاک داں
سقفِ جاں کے واسطے کہگل بنا
آسماں کو واسطہ کہگل سے کیا؟

وہ کہ چوں دلدارِ ما غمسوز شد
خلوتِ شب در گذشت و روز شد
جب ہُوا دلدار اپنا غم گسار
رات گذری ہو گیا دن آشکار

جز بشب جلوہ نباشد ماہ را
جز بدردِ دل مجو دلخواہ را
رات کو ہوتا ہے جلوہ ماہ کا
دردِ دل میں ہے مکاں دلخواہ کا

ترکِ عیسیٰؑ کردہ خر پروردۂ
لاجرم چوں خر بروں پردۂ
ترکِ عیسیٰؑ کر کے پالا تو نے خر
تو بروں پردہ خر ہے بے خبر

طالعِ عیسیٰؑ ست علم و معرفت
طالعِ خر نیست اے تو خر صفت
طالعِ عیسیٰؑ ہے علم و معرفت
طالعِ خر تو نہیں اے خر صفت

نالۂ خر بشنوی رحم آیدت
پس ندانی خرخری فرمایدت
خر کے نالے سن کے رحم آئے تجھے
تو ہے ناواقف، گدھا پن خر کرے

رحم بر عیسیٰؑ کن و بر خر مکن
طبع را بر عقلِ خود سرور مکن
رحم کر عیسیٰؑ پہ اور خر پر نہ کر
دے طبیعت کو نہ قابو عقل پر

طبع را ہل تا بگرید زار زار
تو ازو بستان و وامِ جاں گزار
چھوڑ اس کو تا یہ روئے زار زار
اس سے لے ہو قرضِ جاں سے رستگار

سالہا خر بندہ بودی بس بود
زانکہ خر بندہ ز خر واپس بود
بندۂ خر مدتوں ہے تو رہا
بندۂ خر خر کے بس پیچھے ہُوا

ز اخّروھُنّ مرادش نفسِ تست
کو بآخر باید و عقلت نخست
آخّروھُنّ[1] سے مقصد نفس ہے
عقل پہلے اور وہ آخر رہے

[1] جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عورتوں کو پیچھے کرو۔ اِس حیثیت سے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے پیچھے کیا ہے"۔

ہم مزاجِ خر شدست ایں عقلِ پست	فکرش اینکہ چوں علف آرد بدشت
عقل تیری ہم مزاج خر ہوئی	فکر میں چارے کی بیکل ہو گئی
آں خرِ عیسیٰؑ مزاجِ دل گرفت	در مقامِ عاقلاں منزل گرفت
خرِ عیسیٰؑ نے مزاج دل لیا	عاقلوں کے گھر میں وہ جا کر رہا
زانکہ غالب عقل بود و خر ضعیف	از سوارِ زفت گردد خر نحیف
کیونکہ غالب عقل تھی اور خر ضعیف	ہاں سوارِ فربہ سے ہو خر نحیف
در ضعیفیِ عقلِ تو اے خر بہا	ایں خرِ پژمردہ گشتست اژدہا
عقل کی کمزوریوں سے بن گیا	یہ خرِ کمزور تیرا اژدہا
گر ز عیسیٰ گشتۂ رنجور دل	ہم ازو صحت رسد اورا مہل
تو جو عیسیٰؑ سے کبیدہ دل ہوا	اس کو مت چھوڑ۔ اس سے صحت پائے گی
اے مسیحِ خوش نفس چونی زرنج	کہ نبود اندر جہاں بے رنج گنج
اے مسیحؑ نیک کیا ہے تجھ کو رنج	کب ہے دنیا میں کوئی بے رنج گنج
چونی اے عیسیٰؑ ز دیدارِ یہود	چونی اے یوسفؑ ز اخوانِ حسود
کیا ہے اے عیسیٰؑ تجھے فکرِ یہود	کیا ہے یوسفؑ حال اخوانِ حسود
تو شب و روز از پئے ایں قومِ غمر	چوں شب و روزے بدو بخشائی عمر
روز و شب تو قومِ جاہل کے لئے لہ	عمر بخشے مثل دن اور رات کے
چونی از صفرائیانِ بے ہنر	چہ ہنر زاید ز صفرا دردِ سر
بے ہنر صفرائیوں سے کیا ہے حال	دردِ سر صفرا کا ہوتا ہے آل

لہ یعنی تو احمق و جاہل قوم کی عمر بڑھا رہا ہے جس طرح رات اور دن انسان کی عمر کو زیادہ کرتے ہیں اور یہ قوم میری حاسد اور دشمن ہے +

تو ہماں کن کہ کند خورشید شرق | با نفاق و حیلہ و دزدی و زرق
تو بھی وہ کر جو کیا خورشید نے | ساتھ چوری اور نفاق و مکر کے

تو عسل ما سرکہ در دنیا و دیں | دفع ایں صفرا بود سرکنگبیں
شہد تو ہم سرکۂ دنیا و دیں | دُور صفرا کو کرے سرکنگبیں

سرکہ افزودیم ما قوم زحیر | تو عسل بفزا کرم را وا مگیر
سرکہ گو ہم نے بڑھایا برملا | تو کرم کر شہد ہی اس میں بڑھا

ایں سزید از ما چنیں آید زما | ریگ اندر چشم چہ افزاید عمیٰ
بس یونہی لائق تھے ہم اس کے لئے | ریت آنکھیں اور بھی اندھی کرے

آں سزد از تو ایا کحل عزیز | کہ بیابد از تو ہر ناچیز چیز
وہ ترے لائق ہے یا کحل عزیز | جس سے ہر ناچیز تجھ سے پائے چیز

ز آتش ایں ظالمانت دل کباب | از تو جملہ اِہْدِ قومی بد خطاب
ظالموں نے دل کیا تیرا کباب | اِہْدِ قومی[1] کا تجھی سے ہے خطاب

کانِ عودی در تو گر آتش زنند | ایں جہاں از عطر و ریحاں پُر کنند
عُود کی ہے کان، اگر تجھ کو جلائیں | عطر و ریحاں سے جہاں لبریز پائیں

تو نہ آں عودی کز آتش کم شود | تو نہ آں روحی کا سیرِ غم شود
تو نہیں وہ عُود کم ہو آگ سے | تو نہیں وہ رُوح پھر غم ہو جسے

عود سوزد کانِ عود از سوز دُور | باد کے حملہ برد بر اصلِ نور
عود سوزاں۔ کان خالی سوز سے | نور پر کیونکر ہوا حملہ کرے

اے ز تو مر آسمانہا را صفا | اے جفائے تو نکوتر از وفا
آسمانوں کو تجھی سے ہے صفا | ہے وفا سے خوب تر تیری جفا

[1] یعنی جب جناب رسول کریمؐ اپنی قوم سے کوئی ظلم دیکھتے تھے تو فرماتے تھے کہ الٰہی ان کو ہدایت دے۔

زانکه از عاقل جفائے گر رود ... از وفائے جاہلاں آں بہ بود
کیونکہ جب کرتا ہے اک عاقل جفا ... جاہلوں کی ہے وفا سے وہ سوا
عاقل آرد معرفت را در میاں ... جاہل آرد معرفت را بر زباں
معرفت کو رکھے عاقل تو نہاں ... اور جاہل اس کو لائے بر زباں
گفت پیغمبر عداوت از خرد ... بہتر از مہرے کہ از جاہل رسد
بولے پیغمبر عداوت عقل کی ... جاہلوں کی مہربانی سے بھلی
دوستی با مردم دانا نکوست ... دشمن دانا بہ از نادان دوست
دوستی دانا کی اچھی اے فتا! ... خصم دانا یار ناداں سے بھلا

ایک امیر کا ایک سونے والے کو رنجیدہ کرنا

عاقلے بر اسپ می آمد سوار ... در دہان خفتہ می رفت مار
عاقل اک گھوڑے پہ آتا تھا سوار ... منہ میں اک خفتہ کے جاتے دیکھا مار
آں سوار آں را بدید و می شتافت ... تا رماند مار را فرصت نیافت
دوڑا اس کو دیکھ کر پھر وہ سوار ... پر نہ مہلت تھی - بھگا دیتا جو مار
چونکہ از عقلش فراواں بد مدد ... چند دبوسے قوی بر خفتہ زد
چونکہ تھا عقل و خرد سے بہرہ مند ... سونے والے کے لگائے گرز چند
خفتہ از خواب گراں چوں بر جہید ... یک سوار ترک با دبوس دید
سونے والا ہو گیا جب ہوشیار ... گرز ہاتھوں میں لئے دیکھا سوار
بے محابا ترک دبوسے گراں ... چونکہ افزوں کوفت او شد زو رواں
بے محابا گرز مارے ترک نے ... سونے والا اٹھ کے بھاگا خوف سے
برد او را زخم آں دبوس سخت ... زود گریزاں تا بزیر یک درخت
گرز کی چوٹیں جو سختی سے لگیں ... دوڑتا اک پیڑ کے پہنچا قریں

سیب پوسیدہ بسے بُد ریختہ
گفت ازیں خور اے بدرد آویختہ

سیب بوسیدہ پڑے تھے بر ملا
بولا کھا یہ سیب اے درد آشنا

سیب چنداں مرد را در خورد داد
کز دہانش باز بیروں می فتاد

اس قدر اس کو کھلائے سیب ہاں
منہ سے اُس کے باہر آئے بیکماں

بانگ می زد کاے امیر آخر چرا
قصدِ من کردی چہ کردم مر ترا

بولا آخر کس سلئے مردِ خدا
مارنا مجھ کو ہے، کیا میں نے کیا

گر ترا از اصل ہست با جانم ستیز
تیغ زن یکبارگی خونم بریز

ہے حقیقت میں جو خواہش جان کی
تیغ لے اور قتل کر یکبارگی

شوم ساعت کہ شدم بر تو پدید
اے خنک آں را کہ روئے تو ندید

وہ گھڑی بد بختی کہ میں تجھ کو ملا
وہ ہے اچھا۔ دُور جو تجھ سے رہا

بے خیانت بے گنہ بے بیش و کم
ملحداں جائز ندارند ایں ستم

بے خیانت بے گنہ بے بیش و کم
اتنا ملحد بھی نہیں کرتے ستم

می جہد خوں از دہانم با سخن
اے خدا آخر مکافاتش تو کن

بات کرنے میں ٹپکتا ہے لہو
اس کا بدلہ اس سے لے اللہ تو

ہر زماں می گفت او نفرین نو
اوش می زد کاندریں صحرا بدو

لعنتیں جتنی وہ اُس پر بھیجتا
مارتا اسوار اسے۔ دوڑاتا تھا

زخم دبوس و سوار ہمچو باد
می دوید و باز بر روئے فتاد

تاب کب اُس گرز کی لاتا تھا وہ
دَوڑتا تھا اور گر جاتا تھا وہ

زو برآمد خوردہ ہا زشت و نکو
مار با آں خوردہ بیروں جست ازو

نکلا سب کھایا تھا جو اچھا بُرا
ساتھ ہی وہ سانپ باہر آ گیا

چوں بدید از خود بروں آں مار را
سجدہ آورد آں نکو کردار را

جب دیکھتے اُس نے دیکھا سانپ کو
سجدے کرتا تھا اُسے ممنون ہو

سہمِ آں مارِ سیاہ زشت زفت
چوں بدید آں دردہا از وے برفت

ڈر سے اُس مارِ سیاہ و تُند کے
درد جتنے بھی تھے سب جاتے رہے

گفت تو خود جبرئیلِ رحمتی
یا خدائی کہ ولیِ ہر نعمتی

بولا وہ جبریلؑ ہے رحمت ہے تو
یا خداوندِ ولیِ نعمت ہے تو

اے مبارک ساعتے کہ دیدیم
مُردہ بودم جانِ نو بخشیدیم

تو نے کس اچھی گھڑی دیکھا مجھے
مُردہ تھا میں کر دیا زندہ مجھے

اے خنک آں را کہ بیند روئے تو
یا درافتد ناگہاں در کوئے تو

وہ مبارک جس نے دیکھا رُخ تیرا
یا وہ جاکر تیرے کوچے میں پڑا

تو مرا جویاں مثالِ مادراں
من گریزاں از تو مانندِ خراں

مثلِ مادر میرا جویا تھا مگر
بھاگتا تھا تجھ سے میں مانندِ خر

خر گریزد از خداوند از خری
صاحبش در پے زنیکو اختری

خر اگر مالک سے بھاگے، ہے خری
مالک اُس کے پیچھے پیچھے ہر گھڑی

از پئے سود و زیاں می جویدش
لیک تا گرگش ندرّد یا ددش

ڈھونڈتا ہے ہر گھڑی سود و زیاں
جانور اس کو نہ پھاڑیں بیگماں

اے روانِ پاک بستودہ ترا
چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا

اے کہ رُوحِ پاک ہے عالی تری
میں بھلا کب تک کروں تیری بدی

اے خداوند و شہنشاہ و امیر
من نگفتم جہلِ من گفت آں مگیر

اے خداوند اے مرے فرماں روا
جہل سے تھا میں نے جو کچھ بھی کہا

شمۂ زیں حال اگر دانستمے
گفتنِ بیہودہ کے تانستمے

حال اگر تھوڑا بھی میں یہ کچھ جانتا
بیہدہ گوئی نہ کرتا بر ملا

بس ثنایت گفتمے اے خوشخصال
گر مرا یک رمز می گفتی زحال

میں تری تعریف کرتا خوش خصال
گر بتا دیتا مجھے تو کچھ بھی حال

لیک خامش کردہ می آشوفتی ۔۔۔ خامشانہ بر سرم می کوفتی

میں پریشاں تیری خاموشی سے تھا ۔۔۔ چپکے چپکے تو مجھے تھا مارتا

شد سرم کالیوہ عقل از سر بجست ۔۔۔ خاصہ ایں سر را کہ مغزش کمتر ست

سر پھرا۔ گم عقل تھی اے نیک پے! ۔۔۔ خاص یہ سر جس میں تھوڑا مغز ہے

عفو کن اے خوبروئے خوب کار ۔۔۔ آنچہ گفتم از جنوں اندر گذار

عفو کر اے خوب رو اے خوب کار ۔۔۔ میری باتوں کو تو کر وحشت شمار

گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں ۔۔۔ زہرہ تو آب گشتے آں زماں

بولا وہ، کچھ بھی میں کہہ دیتا اگر ۔۔۔ پانی ہو کر تیرا بہ جاتا جگر

گر ترا من گفتمے اوصاف مار ۔۔۔ ترس از جانت بر آوردے دمار

سانپ کے اوصاف اگر کرتا بیاں ۔۔۔ خوف سے دے بیٹھتا تو اپنی جاں

مصطفیٰؐ گوید اگر گویم براست ۔۔۔ شرح آں دشمن کہ در جان شماست

مصطفیٰؐ بولے جو میں کر دوں بیاں ۔۔۔ شرح دشمن کی جو دل میں ہے نہاں

زہر ہائے پردلاں برہم درد ۔۔۔ نے رہ و درہ نے غم کارے خورد

اہل دل کے یک بیک پتے پھٹیں ۔۔۔ کام ہو کوئی نہ رستہ چل سکیں

نے دلش را تاب ماند در نیاز ۔۔۔ نے تنش را قوت صوم و نماز

اُس کے دل میں ہو نہ پھر تاب نیاز ۔۔۔ یا بدن کو قوتِ صوم و نماز

ہمچو موشے پیش گربہ لا شود ۔۔۔ ہمچو میشے پیش گرگ از جا رود

چوہا بن کر پیش گربہ ہو فنا ۔۔۔ جیسے بکری دیکھ لے اک بھیڑیا

اندر و نے حیلہ ماند نے روش ۔۔۔ پس کنم ناگفتہ تاں من پرورش

بھول جائیں اپنے سب مکر و روش ۔۔۔ بے کہے کرتا ہوں ان کی پرورش

ہمچو بوبکرِ ربابی تن زنم ۔۔۔ دست چوں داؤد در آہن زنم

مثل بوبکرِ ربابی چپ رہوں ۔۔۔ ہاتھ میں داؤد ساں لوہے کو لوں

تا محال از دستِ من حالے شود | مرغ پر بر کندہ را بالے شود
تاکہ آساں ہو مرے ہاتھوں محال | مرغِ بے پر پائے اپنے پر و بال

چوں یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ بود | دستِ ما را دستِ خود فرمود احد
ہے ید اللہ فوق ایدیہم[۱] بجا | ہاتھ میرا کیوں نہ ہو دستِ خدا

پس مرا دستِ دراز آمد یقیں | بر گذشتہ ز آسمانِ ہفتمیں
ہاتھ لمبا ہے مرا اے دردمند | آسمانِ ہفتمیں سے ہے بلند

دستِ من بنمود بر گردوں ہنر | مقریا بر خواں کہ انشقّ القمر
آسماں پر ہاتھ دکھلائے ہنر | پڑھ تو اے مقری[۲]! کہ انشقّ القمر

ایں صفت ہم بہرِ ضعفِ عقلہاست | با ضعیفاں شرحِ قدرت کے رواست
یہ صفت ہے بہرِ ضعفِ عقل ہاں | شرحِ قدرت کب ضعیفوں پر عیاں

خود بدانی چوں بر آری سر ز خواب | ختم شد واللہ اعلم بالصواب
جانے گا تو۔ ہو گا جب بیدار خواب | ختم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

گر ترا من گفتمے ایں ماجرا | آں دم از تو جانِ تو گشتے جدا
تجھ سے گر دیتا جو میں یہ ماجرا | جان سے اپنی تو ہو جاتا جدا

مر ترا نے قوّتِ خوردن بُدے | نے رہ و پروائے قے کردن بُدے
ہوتی کیونکر کھانے کی قوت تجھے | ہوتی قے کرنے کی کب ہمت تجھے

می شنیدم فحش و خر می راندم | رَبِّ یَسِّرْ زیرِ لب می خواندم
فحش سنتا تھا، ہانکتا تھا گدھا | ربِّ یسّر[۳] زیرِ لب پڑھتا ہوا

۱؎ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے +

۲؎ (قرآن شریف کا) پڑھانے والا +

۳؎ اے رب! آسان کر دے +

از سبب گفتن مرا دستور نیست	ترک تو کردن مرا مقدور نیست
ہاں سبب کہنا مجھے تھا ناروا	چھوڑ دینے کا بھی کب مقدور تھا
ہر زماں می گفتم از دردِ درول	اِهْدِ قَوْمِي إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
درد دل سے ہر گھڑی کہتا تھا یوں	اِهْدِ قَوْمِي إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ؎۱
سجدہا می کرد آں رستہ ز رنج	کاے سعادت وے مرا اقبال و گنج
کر رہا تھا سجدے وہ آزادِ رنج	اے سعادت میری! اے اقبال و گنج!
از خدا یابی جزاہائے شریف	قوتِ شکرت ندارد ایں ضعیف
دے خدا تجھ کو جزا اس کی شریف	شکر کی قوت کہاں میں ہوں ضعیف
شکر حق گوید ترا اے پیشوا	آں لب و چانہ ندارم واں نوا
تیرے حق کا شکر ادا ہو پیشوا	وہ دہان و لب کہاں ہوں بے نوا
دشمنی عاقلاں زیں ساں بود	زہرِ ایشاں ابتہاجِ جاں بود
اس طرح ہے عاقلوں کی دشمنی	جان کی راحت ہے ان کا زہر بھی
دوستی ابلہاں رنج و ضلال	ایں حکایت بشنو از بہر مثال
دوستی ناداں کی ہے رنج و ضلال ؎۲	یہ حکایت سن تو از روئے مثال

ایک احمق اور ریچھ

اژدہائے خرس را در می کشید	شیر مردے رفت و فریادش رسید
اژدہا اک ریچھ کو تھا کھینچتا	شیر مرد اک اُس کا حامی ہو گیا
شیر مردانند در عالم مدد	آں زماں کافغانِ مظلوماں رسد
ہیں مدد دنیا کی کرتے شیر مرد	سنتے ہیں مظلوم کی جب آہِ سرد

؎۱ یاالٰہی! میری قوم کو ہدایت کر کہ یہ ناواقف ہے۔

؎۲ گمراہی۔

بانگِ مظلوماں زہر جا بشنوند   آں طرف چوں رحمت حق می دوند
سنتے ہیں مظلوم کی جس دم صدا   دوڑتے ہیں مثلِ رحم کبریا

آں ستونہائے خللہائے جہاں   آں طبیبانِ مرضہائے نہاں
وہ جہانِ پرخلل کے ہیں ستوں   وہ ہیں چارہ سازِ امراضِ دروں

محض مہر و داوری و رحمتند   ہمچو حق بے علت و بے رشوتند
سر بسر، مطلقاً رحمت ہیں وہ   مثلِ حق بے علت و رشوت ہیں وہ

ایں چہ یاری می کنی یکبار گیش   گوید از بہر غم و بیچارگیش
تو مدد کرتا ہے کیا یکبار گی   وہ کہے بہر غم و بے چارگی

مہربانی شد شکارِ شیر مرد   در جہاں دارو نجوید غیر درد
مہربانی ہے شکارِ شیر مرد   ڈھونڈتا پھرتا ہے وہ دنیا میں درد

ہر کجا دردے دوا آں جا رود   ہر کجا فقرے نوا آں جا رود
درد ہو جس جا، پہنچتی ہے دوا   ہو غریبی جس جگہ - پہنچے نوا

ہر کجا پستی ست آب آں جا رود   ہر کجا مشکل جواب آں جا رود
ہو جہاں پستی - وہاں جاتا ہے آب   ہو جہاں مشکل - وہاں پہنچے جواب

آب کم جو تشنگی آور بدست   تا بجوشد آبت از بالا و پست
ڈھونڈ مت پانی، ہو صرفِ تشنگی   پست و بالا سے بہے آب اے اخی!

تا سقاہم ربہم[1] آید خطاب   تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
تا سقاہم ربہم پائے خطاب   تشنہ رہ - واللہ اعلم بالصواب

آبِ رحمت بایدت رو پست شو   وانگہاں خور خمرِ رحمت مست شو
آبِ رحمت چاہیے، جا پست ہو   خوب پی صہبائے رحمت، مست ہو

رحمت اندر رحمت آید تا بسر   بر یکے رحمت فرو ما اے پسر
تاکہ رحمت پر ہو رحمت اے پسر   ایک رحمت پر توقف تو نہ کر

[1] قولہ تعالیٰ: وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۔ اُن کا خدا اُن کو شرابِ طہور پلاتا ہے +

چرخ را در زیر پا آر اے شجاع | بشنو از فوق فلک بانگ سماع
چرخ کو لا زیر پا تو اے شجاع | اور بالائے فلک سے سن سماع

پنبۂ وسواس بیروں کن ز گوش | تا بگوشت آید آں بانگ خروش
وسوسوں کی روئی کانوں سے نکال | تا سنے بانگ خروش اے خوش خصال

پاک کن دو چشم را از موئے عیب | تا ببینی باغ و سروستان غیب
پاک کر آنکھوں سے اپنی موئے عیب | تاکہ دیکھے باغ اور بستان غیب

دفع کن از مغز و از بینی زکام | تاکہ ریح اللہ در آید در مشام
دور کر مغز اور بینی سے زکام | تاکہ بوئے ذات سے مہکے مشام

ہیچ مگذار از تب صفرا اثر | تا بیابی از جہاں طعم شکر
چھوڑ صفرا کا نہ کچھ باقی اثر | تاکہ دنیا میں ملے تجھ کو شکر

داروئے مردی کن و عنّین مبو | تا بروں آیند صد گوں خوبرو
کر دوا مردی کی - مت نامرد بن | تاکہ پیدا تجھ سے ہوں سو گل بدن

کندۂ تن را ز پائے جاں بکن | تا کند جولاں بپائے ایں چمن
پائے جاں سے تن کی بیڑی دور کر | تاکرے اس باغ کی جانب گذر

غلّ بخل از دست و گردن دور کن | بخت نو دریاب از چرخ کہن
دور کر گردن سے پھندا بخل کا | تاکہ پائے چرخ سے حصّہ نیا

ورنمی تانی بکعبہ لطف پر | عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر
سمت کعبہ اڑ نہیں سکتا اگر | چارہ گر سے عجز اپنا عرض کر

زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست | رحمت کلّی قوی تر دایہ ایست
رونا چلّانا قوی سرمایہ ہے | رحمت کلّی قوی تر دایہ ہے

دایہ و مادر بہانہ جو بود | تاکہ کے آں طفل گریاں می شود
دایہ اور ماں ڈھونڈتی رہتی ہیں ڈھب | دیکھتی رہتی ہیں بچہ روئے کب

طفلِ حاجات شمارا آفرید	تا بنالید و شود شیرش مزید
حاجتوں سے طفل کو پیدا کیا	رونے سے تا ہو اضافہ شیر کا
گفت اُدْعُوا اللهَ بے زاری مباش	تا بجوشد شیرہائے مہرہاش
حکم ادعوا اللہ[1] ہے زاری کم نہ کر	تاکہ شیر لطف آئے جوش پر
ہائے ہوئے باد شیر افشانِ ابر	در غمِ مائند یک ساعت تو صبر
شیرِ ابر اور یہ ہوا کی ہاؤ ہو	سب ہمارے غم میں ہیں کر صبر تو
فِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ بشنیدۂ	اندریں پستی چہ بر چفسیدۂ
فِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ[2] جب سُن لیا	پھر تو کیوں پستی میں ہے ڈڈ با ہوا
ترس و نومیدیت آں آوازِ غول	می کشد گوشِ تو تا قعرِ سفول
خوف و نومیدی ہیں نغمے غول کے	کھینچتے ہیں جانبِ پستی تجھے
ہر ندائے کہ ترا بالا کشید	آں ندائے داں کہ از بالا رسید
سوئے بالا جو صدا کھینچے تجھے	عالمِ بالا سے اُس کو جاں لے
ہر ندائے کہ ترا حرص آورد	بانگِ گرگے داں کہ او مردم درد
جس ندا سے حرص بڑھ جائے تری	ہے ندائے گرگِ مردم در وہی
ایں بلندی نیست از روئے مکاں	ایں بلندیہاست سوئے عقل و جاں
یہ بلندی کب ہے از روئے مکاں	یہ بلندی ہے بسوئے عقل و جاں

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل: قُلِ ادْعُوا اللهَ وَادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى - اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ دو کہ جو کچھ مانگو خدا اور رحمٰن سے مانگو کہ اُس کی ذات کے لئے تمام اسمائے نیک ہیں +

[2] قولہ تعالیٰ عزوجل: وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُوْنَ - تمہارے رزق اور جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے - آسمان اور لوح میں محفوظ ہے +

ہر سبب بالاتر آمد از اثر	سنگ و آہن فائق آمد بر شرر
ہر سبب بالا اثر سے جان لے	لوہا اور پتھر شرر سے بڑھ گئے
آں فلانے فوق آں سرکش نشست	گرچہ در صورت بپہلویش نشست
اونچا اُس سرکش سے بیٹھا وہ فلاں	ظاہرا پہلو میں بیٹھا گو عیاں
فوقیِ آں جاست از روئے شرف	جائے دور از صدر باشد مستخف
ہے شرف یاب اس جگہ کا مرتبا	ہے سبک جو صدر سے ہے دور جا
سنگ و آہن زیں جہت کہ سابقند	در عمل ہنگام فوقی لائق اند
سنگ و آہن چونکہ سابق ہو گئے	فوقیت پانے کے لائق ہو گئے
واں شرر از روئے مقصودی خویش	ز آہن و سنگ ست زیں رو بیش بیش
اور شرر، از روئے مقصد دیکھ لے	سنگ و آہن پر ہے فائق اس لئے
سنگ و آہن اوّل و پایاں شرر	لیک ایں ہر دو تنند و جاں شرر
سنگ و آہن اوّل اور آخر شرر	وہ ہیں دونوں تن، شرر ہے جاں مگر
کاں شرر کاندر زماں واپس ترست	در صفت از سنگ و آہن برترست
پھر شرر جو آخری سمجھا گیا	سنگ و آہن سے صفت میں ہے بڑا
در زماں شاخ از ثمر سابق ترست	در ہنر از شاخ او فائق تراست
شاخ دنیا میں ہے پہلے پھر ثمر	شاخ سے ہیں کچھ سوا اُس کے ہیں ہنر
چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر	پس ثمر اوّل بود آخر شجر
اور شجر سے چونکہ مقصد ہے ثمر	اس لئے پہلے ثمر ہے پھر شجر
سوئے خرس و اژدہا گردیم باز	زانکہ طولے دارد اضمار و مجاز
پھر چلیں ہم سوئے خرس و اژدہا	قصہ لمبا ہے مجاز و راز کا
خرس چوں فریاد کرد از اژدہا	شیر مردے داد از چنگش رہا
اژدہے سے ریچھ نے فریاد کی	مرد نے آکر رہائی اُس کو دی

حیلت و مردی بہم داد ند پشت	اژدہا را او بدیں قوت بکشت
حیلہ و مردانگی رسنے کی مدد	اژدہے کی قوتیں کیں اس نے رد
اژدہا را او بدیں حیلت ببست	تاکہ آں خرس از ہلاک تن برست
اژدہے کو اُس نے باندھا مکر سے	تا کہ ریچھ اس طرح جانبر ہو سکے
اژدہا را ہست قوت حیلہ نیست	لیک فوق حیلہ تو حیلتے ست
اژدہے میں زور تھا حیلہ نہ تھا	حیلے سے بالا ہے حیلہ دوسرا
ماکراں بسیار لیکن باز بیں	در نبی وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن
مکر کرنے والے گو تھوڑے نہیں	پھر بھی ہے وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن [1]
حیلۂ خود را چو دیدی باز رو	کز کجا آمد سوئے آغاز رو
جب تو حیلہ اپنا دیکھے لوٹ جا	دیکھ آغاز اس کا کس جا سے ہوا
ہر چہ در پستی ست آمد از علا	چشم را سوئے بلندی نہ ہلا
ہے عُلا سے ہے جو کچھ پستی میں بند	رکھ نظر اپنی جہاں تک ہو بلند
روشنی بخشد نظر اندر علا	گرچہ اول خیرگی آرد بلا
ہے بلندی روشنی بخش نظر	گو چکا چوند اول اول ہو پسر!
چشم را در روشنائی خوئے کن	گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن
آنکھ کو تو خوگر بینائی کر	ہے نہ چمگادڑ، رکھ اُس جانب نظر
عاقبت بینی نشانِ نورِ تست	شہوتِ حالی حقیقت گورِ تست
عاقبت بینی نشاں ہے نور کا	شہوت دخواہش سے کوری دیکھے گا
عاقبت بینے کہ صد بازی بدید	مثل آں نبود کہ یک بازی شنید
عاقبت بیں بازی سو جو دیکھ لے	کب ہے مثل اس کے جو اک بازی سنے

[1] خدا سب سے بڑا مکر کا جاننے والا ہے ۔

زاں یکے بازی چناں مغرور شد ۔ کز تکبر ز استاداں دُور شد
ایک بازی سے غرور اتنا گیا ۔ اپنے استادوں سے گویا بڑھ گیا

سامریؔ از آں ہنر در خود چو دید ۔ او ز موسیٰؑ از تکبر سر کشید
سامری بھی ہو گئے مغرورِ ہنر ۔ سرکشی موسیٰؑ سے کرتا تھا مگر

او ز موسیٰؑ آں ہنر آموختہ ۔ وز معلم چشم را بر دوختہ
اُس نے موسیٰؑ ہی سے سیکھے تھے ہنر ۔ پھیر لی تھی اب معلّم سے نظر

لاجرم موسیٰؑ دگر بازی نمود ۔ تا کہ او بازی او جانش ربود
کھیل موسیٰؑ نے دکھایا دوسرا ۔ آخر اُس بازی سے وہ مُردہ ہُوا

اے بسا دانش کہ اندر سر دود ۔ تا شود سرور بداں خود سر رود
سر میں ہوتی ہیں بہت سی دانشیں ۔ سرداری کے ظن میں وہ خود جان لیں

سر نخواہی کہ رود تو پائے باش ۔ در پناہِ قطبِ صاحب رائے باش
سر کو گر چاہے سلامت پاؤں ہو ۔ ڈھونڈ امنِ قطبِ صاحب رائے کو

گرچہ شاہی خویش فوقِ او مبیں ۔ گرچہ شہدی جز نباتِ او مچیں
ہو جو سلطاں، خود کو فوقیت نہ دے ۔ شہد بھی ہو تو، تو شکر اس سے لے

فکرِ تو نقش است و فکرِ اوست جاں ۔ نقدِ تو قلب ست و نقدِ اوست کاں
فکر تیرا نقش، فکر اُس کا ہے جان ۔ تیرا کھوٹا[1] نقد، اُس کا نقد کان

او توئی خود را بجو در روئے او ۔ گوے کو کو فاختہ ساں سوئے او
خود کو اس میں ڈھونڈ۔ وہ تو ہے تو ہی ۔ فاختہ ساں کہتا جا کُو کُو اخی!

ور نخواہی خدمتِ اہلِ صفا ۔ ہمچو خرسی در دہانِ اژدہا
گر نہ چاہے خدمتِ اہلِ صفا ۔ اژدہے کے منہ میں ہے تو ریچھ سا

بو کہ استادے رہاند مر ترا ۔ وز خطر بیروں کشاند مر ترا
کر دے گا استاد ہی تجھ کو رہا ۔ اور خطر سے کھینچ لے گا برملا

[1] کھرا

زارئے می کن چو زورت نیست ہا ۔ چونکہ کوری سرمکش از راہ بیں
زور اگر ممکن نہیں زاری ہی کر ۔ کور ہے تو رہنما پر رکھ نظر

تو کم از خرسی نمی نالی ز درد ۔ خرس رست از درد چوں فریاد کرد
ریچھ سے کم ہے۔ کہ تو روتا نہیں ۔ دیکھ رونے ہی سے چھوٹا بالیقیں

اے خدا آں سنگ دل را موم کن ۔ نالہ اش را تو خوش و مرحوم کن
اے خدا اُس سنگ دل کو موم کر ۔ رحم اُس کے نالۂ جاں کاہ پر

ایک اندھا فقیر

آں یکے کورے ہمی گفت الاماں ۔ من دو کوری دارم از اہل زماں
ایک اندھا کہہ رہا تھا ۔ الاماں ۔ دُہرا اندھا ہوں میں اے اہل جہاں

پس دو بارہ رحمتم آرید ہاں ۔ چوں دو کوری دارم اے اہل زماں
لطف مجھ پر آپ دو بارہ کریں ۔ میں ہوں دہرا اندھا اس کو مان لیں

از تعجب مردماں گفتند لیک ۔ ایں دو کوری را بیاں کن نیک نیک
پھر تعجب سے یہ لوگوں نے کہا ۔ دُہرا اندھا ہے تو، یہ کہتا ہے کیا؟

زانکہ یک کوریت می بینیم ما ۔ آں دگر کوری کدام آں وانما
تیرا اندھا پن تو ہم ہیں دیکھتے ۔ دوسری کوری دکھانا چاہیئے

گفت زشت آوازم و ناخوش نوا ۔ زشتی آواز کوری شد دوتا
بولا بد آواز ہوں میں بے نوا ۔ بد نوائی اندھا پن ہے دوسرا

بانگ زشتم مایۂ غم می شود ۔ مہر خلق از بانگ من کم می شود
ہے بُری آواز میری وجہ غم ۔ مہر خلقت اس سے ہو جاتی ہے کم

زشت آوازم بہر جا کہ رود ۔ مایۂ خشم و غم و کیں میشود
جاتی ہے جس جا بُری میری صدا ۔ غصّہ و غم اس سے ہوتا ہے سوا

بر دو کوری رحم را دو تا کنید
این چنیں ناگنج را گنجا کنید

دُہرا اندھا ہوں، تو دُہرا رحم ہو
مجھ سے اک مفلس کو صاحب زر کرو

کرد نیکو چوں بگفت ایں از را
لطف آواز دلش آواز را

یہ بیاں جب کر رہا تھا وہ گدا
ل گئی آواز میں دل کی صدا

زشتیٔ آواز کم شد زیں گلہ
خلق شد با وے برحمت یکدلہ

زشتیٔ آواز بھی کم ہو گئی ؎
خلق اُس پر مہرباں ہونے لگی

وانکہ آواز دلش ہم بد بود
آں سہ کوری زشتی سرمد شود

اور اگر ہو بد نما آواز دل
تگنی کوری، ہو گی لعنت مستقل

لیک وہّابان کہ بے علت دہند
بو کہ دستے بر سر زشتش نہند

وہ سخی جو بے سبب بخشش کریں
اس کے سر پر ہاتھ شاید رکھ سکیں

چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد
زو دل سنگیں دلاں چوں موم شد

خوشگوار اُس کی صدا تھی پاکباز
ہو گئے سنگیں دلوں کے دل گداز

نالۂ کافر چو زشت ست و شہیق
زاں نمی گردد اجابت را رفیق

نالۂ کافر ہے بد، جوں بانگِ خر
اس لئے ہوتا نہیں اُس کا اثر

اُخسئوا بر زشت آواز آمدست
کو ز خونِ خلق چوں سگ بود مست

اخسئوا[1] ہے بد صدائی کے لئے
مست جوں سگ تھا وہ خونِ خلق سے

چونکہ نالہ خرس رحمت کش بود
نالۂ تو نبود ایں ناخوش بود

ریچھ کا نالہ تو رحمت کش ہوا
تیرا نالہ گر نہ ہو، یہ ہے بُرا

---

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جل ؛ اخسئوا فیہا و لا تکلّمون۔ یعنی خداوند تعالیٰ دوزخیوں اور اُن کی نالہ وزاری کے جواب میں فرمائے گا کہ "آگ میں چلے جاؤ اور منہ سے کچھ نہ کہو"۔

وانکہ با یوسف تو گرگی کردۂ ۔۔۔ یا ز خون بے گناہے خوردۂ

گرگی تو نے کی ہے یوسف سے اگر ۔۔۔ خون ناحق ہے کیا تو نے اگر

توبہ کن وز خوردہ استفراغ کن ۔۔۔ ور جراحت کہنہ شد رو داغ کن

توبہ کر جو کچھ ہے کھایا۔ ڈال دے ۔۔۔ داغ دے گر زخم کہنہ ہیں ترے

باز گرد از گرگی اے روباہ پیر ۔۔۔ نصرت از حق می طلب نعم النصیر

باز آ گرگی سے اے روباہ پیر ۔۔۔ لے مدد حق سے وہ بہتر ہے نصیر[1]

احمق اور ریچھ کا باقی قصہ

خرس ہم از اژدہا چوں وا رہید ۔۔۔ واں کرم زاں مرد مردانہ بدید

ریچھ جب اُس اژدھے سے چھٹ گیا ۔۔۔ اور دیکھا یہ کرم اُس مرد کا

چوں سگ اصحاب کہف آں خرس زار ۔۔۔ شد ملازم از پئے آں بُرد بار

چوں سگ اصحاب کہف اب ریچھ بھی ۔۔۔ اُس کا خادم ہو گیا اے متقی

آں مسلماں سر نہاد از خستگی ۔۔۔ خرس حارس گشت از دلبستگی

خستگی سے وہ مسلماں سو گیا ۔۔۔ ریچھ پھر اس کا نگہباں ہو گیا

آں یکے بگذشت و گفتش حال چیست ۔۔۔ اے برادر مر ترا ایں خرس کیست

ایک نے آ کر کہا، ہے بات کیا ۔۔۔ بھائی تیرا ریچھ سے کیا واسطا

قصہ وا گفت و حدیث اژدہا ۔۔۔ گفت بر خرسے منہ دل ابلہا

اس نے قصہ اژدہے کا کہہ دیا ۔۔۔ بولا ناحق ہے بھروسہ ریچھ کا

دوستی ز ابلہ بتر از دشمنی ست ۔۔۔ او بہر حیلہ کہ دانی راندنی ست

دوستی ناداں کی ہے دشمنی ۔۔۔ جس طرح جانے، ہو ثابت لعنتی

گفت و اللہ از حسودی گفت ایں ۔۔۔ ورنہ خرسی چہ نگری ایں مہر بیں

بولا واللہ ہے حسد سے یہ بیاں ۔۔۔ ریچھ ہی دیکھا، نہ دیکھا لطف ہاں

[1] مددگار ۔

گفت مہر ابلہاں عشوہ دہ است ۔۔۔ ایں حسودی من از مہرش بہ است
بولا ہے ناداں کی الفت عشوہ گر ۔۔۔ دشمنی میری ہے اس سے خوب تر

ہی بیا با من براں ایں خرس را ۔۔۔ خرس را مگزیں مہل تو جنس را
میرے ساتھ آ ٹال دے اس ریچھ کو ۔۔۔ چھوڑ دے اس کو شریک جنس ہو

گفت رو رو کار خود کن اے حسود ۔۔۔ گفت کارم ایں بد و زرقت بود
بولا جا جا دشمن! اپنا کام کر ۔۔۔ بولا تھا یہ فرض میرا اے خبر

من کم از خرسے نباشم اے شریف ۔۔۔ ترک او کن تا منت باشم حریف
ریچھ سے تو میں نہیں کم اے شریف ۔۔۔ چھوڑ اس کو تا بنوں تیرا حریف

بر تو دل می لرزدم ز اندیشۂ ۔۔۔ با چنیں خرسے مرو در بیشۂ
میں اس اندیشے سے ہوں کانپا ہوا ۔۔۔ ریچھ کے ساتھ اب تو جنگل میں نہ جا

ایں دلم ہرگز نلرزید از گزاف ۔۔۔ نور حق است ایں نہ دعوی و نہ لاف
دل میں یہ لرزش نہیں کچھ جھوٹ سے ۔۔۔ نور حق ہے یہ، نہ دعوے لاف کے

مومنم ینظر بنور اللہ شدہ ۔۔۔ ہاں و ہاں بگریز ازیں آتشکدہ
دیکھتا ہوں میں خدا کے نور سے ۔۔۔ بھاگ آتش خانۂ مستور سے

ایں ہمہ گفت و بگوشش در نرفت ۔۔۔ بدگمانی مرد را سدیست زفت
سب کہا لیکن نہ کچھ اُس نے سُنا ۔۔۔ بد گمانی سدِّ محکم ہے فتا!

دست او بگرفت و دست از وے کشید ۔۔۔ گفت رفتم چوں نۂ یار رشید
پھر ملا کر ہاتھ ہو کر ایک سُو ۔۔۔ بولا جاتا ہوں جو ہے بیزار تو

گفت رو با من تو غمخوارہ مباش ۔۔۔ بو الفضولا معرفت کمتر تراش
بولا جا، میرا نہ تو غم خوار ہو ۔۔۔ چھوڑ اپنے معرفت کے درس کو

باز گفتش من عدوے تو نیم ۔۔۔ لطف باشد گر بیائی در پیم
پھر کہا اُس نے کہ میں دشمن نہیں ۔۔۔ ساتھ چل میرے، کرم کر، بالیقیں

گفت خوابستم مرا بگذار و رو ‏— گفت آخر یار را منقاد شو

بولا میں سوتا ہوں تو ہو راہ گیر ‏— بولا ہو جا دوست کا فرماں پذیر

تا بخسپی در پناہِ مقبلے ‏— در جوارِ دوستے صاحبدلے

اس میں تا سوئے خوش اقبال کے ‏— دوست کی ہمسائگی میں شوق سے

در خیال افتاد مرد از جدِّ او ‏— خشمگیں شد زود بگردانید رو

اُس کی کوشش سے وہ بگڑا اور بھی ‏— ہو کے غصے، آنکھ اس سے پھیر لی

کیں مگر قصدِ من آمد خونی است ‏— یا طمع دارد گدائے تونی است

سوچا شاید جان لے گا یہ مری ‏— یا کوئی سفلہ گدا ہے لالچی

یا گرو بستست با یاراں بدیں ‏— کہ بترساند مرا زیں ہمنشیں

یا کسی سے شرط ہے باندھے ہوئے ‏— میرے ساتھی سے ڈرائے گا مجھے

یا حسد دارد ز مہرِ یارِ من ‏— کایں چنیں جد می کند در کارِ من

یا حسد ہے اس کو مہر یار سے ‏— سعی کرتا ہے جو منع کار سے

خود نیامد ہیچ از خبثِ سرش ‏— یک گمانِ نیک اندر خاطرش

خبث اُس کے سر میں تھا شعلہ فشاں ‏— دل میں نیک اُس کے نہ آیا اک گماں

ظنِ نیکش جملگی بر خرس بود ‏— او مگر مر خرس را ہم جنس بود

اُس کا ظن نیک تھا بس ریچھ پر ‏— ریچھ کا ہم جنس تھا شاید وہ خر

بدگمان و ابلہ و نا اہل بود ‏— وز شقاوت او مطیعِ جہل بود

بدگماں تھا، ابلہ و نا اہل تھا ‏— بد نصیبی سے مطیع جہل تھا

بد رگ و خود رائے و بدبخت ابد ‏— گمرہ و مغرور و کور و خوار و رد

تھا وہ بدبخت اور پھر بدکار تھا ‏— گمرہ و مغرور کور اور خوار تھا

خرس را بگزید بر صاحب کمال ‏— رُو سیہ حاصل تبہ فاسد خیال

باہنر پہ ریچھ کو ترجیح دی ‏— رُو سیہ تھا۔ تھی خیالوں میں بدی

عاقلے را از خری تہمت نہاد ‎ ‎ خرس را دانست اہلِ مہر و داد

عقل والے کو خری سے بد کہا ‎ ‎ ریچھ کو جانا کہ یہ ہے باوفا

حضرت موسیٰؑ اور ایک بچھڑا پوجنے والا

گفت موسیٰؑ با یکے اہلِ خبال ‎ ‎ کاے بد اندیش از شقاوت در ضلال

بولے موسیٰؑ ایک بد اندیش سے ‎ ‎ گمرہی ہے بدخیالوں میں ترے

صد گمانت بود در پیغمبرم ‎ ‎ با چنیں برہان و ایں خلقِ کریم

سو گماں میری نبوّت پر تجھے ‎ ‎ باوجود ایسی دلیل اور خُلق کے

صد ہزاراں معجزہ دیدی زمن ‎ ‎ صد خیالت می فزود و شک و ظن

مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے عیاں ‎ ‎ اور بڑھائے سیکڑوں دل شک اور گماں

از خیال و وسوسہ تنگ آمدی ‎ ‎ طعنہ بر پیغمبری ام می زدی

تنگ آکر وسوسوں سے تو کبھی ‎ ‎ طعن کرتا تھا نبوّت پر مری

گرد از دریا بر آوردم عیاں ‎ ‎ تا رہیدید از شرِ فرعونیاں

میں نے دریا خشک بالکل کر دیا ‎ ‎ کر دیا فرعون کے شر سے رہا

ز آسماں چل سال کاسہ و خواں رسید ‎ ‎ وز دعایم جوئے از سنگے دوید

خواں آیا چرخ سے چالیس سال ‎ ‎ نہر اک پتھر سے دی میں نے نکال

چوب شد در دستِ من نر اژدہا ‎ ‎ آب خوں شد بر عدوئے ناسزا

میرے ہاتھوں میں تھی لکڑی اژدہا ‎ ‎ پانی دشمن کے لئے خوں ہو گیا

شد عصا مار و کفم شد آفتاب ‎ ‎ آفتاب از عکسِ نورم شد شہاب

سانپ تھا میرا عصا، ہاتھ آفتاب ‎ ‎ عکس سے میرے تھا سورج بھی شہاب

ایں دو صد چندیں و چندیں گرم و سرد ‎ ‎ از تو اے سرد آں توہّم کم نکرد

اس قدر گرم اور سرد آئے نظر ‎ ‎ کم نہیں کیوں وہم تیرا فتنہ گر

بانگ زد گوسالۂ از جادوئی   سجدہ کردی کہ خدائے من توئی

بچھڑا اک جادو سے گویا بول اُٹھا   تو نے رب گر کر اسے سجدہ کیا

وان توہمات را سیلاب برد   زیرکی باردت را خواب برد

لے گیا اُن وہموں کو سیلاب ایک   چھا گیا دانش پہ تیری خواب ایک

چوں نبودی بدگماں در حق او   چوں نہادی سر چناں اے زشت خو

اُس کے حق میں کیوں نہ تھا تو بدگماں   زشت خو، کیوں رکھ دیا تھا سر وہاں

چوں خیالت نامد از تزویر او   وز فساد سحر احمق گیر او

کیوں نہ اس کے مکر کا آیا خیال   فتنۂ جادو سے وہ چلتا ہے چال

سامری خود کہ باشد اے مہاں   کہ خدائے بر تراشد در جہاں

سامری میں خود کہاں یہ زور تھا   دہر میں ہاں وہ تراشے اک خدا

در خدائی گاو چوں یکدل شدی   وز ہمہ اشکالہا غافل شدی

بیل کو سمجھا خدا۔ یک دل ہوا   اور ہر مشکل سے تو غافل ہوا

گاو می شاید خدائی را بلاف   در رسولی ام تو چوں کردی خلاف

کیا مناسب ہے خدائی بیل کی   اور جھوٹی ہے مری پیغمبری؟

پیش گاوے سجدہ کردی از خری   گشت عقلت صید سحر سامری

بیل کو سجدہ گدھے پن سے کیا   سامری کے سحر میں خود پھنس گیا

چشم دزدیدی ز نور ذوالجلال   اینت جہل وافر و عین ضلال

آنکھ نورِ حق سے تو نے لی چرا   جاہلی سے اپنی گمرہ ہو گیا

شہ بر آں عقل و گزینش کہ تراست   چوں تو کان جہل را کشتن سزاست

جو ہے تجھ میں، تف تری اُس عقل پر   تجھ سے جاہل کی ہلاکت خوب تر

گاو زرّیں بانگ زد آخر چہ گفت   کاحمقاں را ایں ہمہ رغبت شگفت

بیل سونے کا جو بولا۔ کیا کہا   ہو گئے احمق جو سب اس پر فدا

زاں عجب تر دیدۂ از من بسے ۔۔۔ لیک حق را کے پذیرد ہر خسے

تو نے میرے کام دیکھے ہیں عجیب ۔۔۔ حق کو ماننے، یہ نہیں سب کو نصیب

باطلاں را چہ رباید باطلی ۔۔۔ عاطلاں را چہ خوش آید عاطلی

اہل باطل کو فقط باطل پسند ۔۔۔ عاطلی کرتا ہے ہر عاطل پسند

زانکہ ہر جنسے رباید جنس خود ۔۔۔ گاو سوئے شیر نر کے رو نہد

جنس کی رغبت ہے اپنی جنس پر ۔۔۔ بیل کب آتا ہے سوئے شیر نر

گرگ بر یوسف کجا عشق آورد ۔۔۔ جز مگر از مکر تا او را خورد

گرگ کو کب عشق یوسف ہو سکے ۔۔۔ پر سوائے مکر، تا کھائے اُسے

چوں ز گرگی وارہد محرم شود ۔۔۔ چوں سگ کہف از بنی آدم شود

چھوڑ دے گرگی تو محرم ہو ذرا ۔۔۔ جیسے کتا کہف کا انساں بنا

چوں محمدؐ را ابوبکرؓ بگو ۔۔۔ دید صدقش گفت ہذا صادقٌ

صدق احمدؐ دیکھا جب بوبکرؓ نے ۔۔۔ بالیقیں صادق ہیں یہ کہنے لگے

چوں ابوبکرؓ از محمدؐ برد بو ۔۔۔ گفت ھذا لیس وجہٍ کاذبٌ

آئی جب بوبکرؓ کو بوئے نبیؐ ۔۔۔ بولے یہ صورت نہیں کاذب کبھی

چوں نبد بوجہل از اصحاب درد ۔۔۔ دید صد شق القمر باور نکرد

درد والوں میں نہ جو بوجہل تھا ۔۔۔ اُس نے کب شق القمر باور کیا

دردمندے کش زبام افتاد طشت ۔۔۔ زد نہاں کردیم حق پنہاں نگشت

دردمند دل سے جو تھے راز آشنا ۔۔۔ حق چھپایا ہم نے۔ لیکن کھل گیا

وانکہ او جاہل بد از دردش بعید ۔۔۔ چند بنمودیم و او آں را ندید

تھا جو جاہل دُور ذوقِ درد سے ۔۔۔ اُس پہ کھولے راز، اور پنہاں رہے

آئنہ دل صاف باید تا درو ۔۔۔ واشناسی صورت زشت از نکو

صاف رکھ تو اپنے دل کا آئنہ ۔۔۔ تا نظر آئے تجھے اچھا برا

ناصح کا احمق کو ترک کرنا

آں مسلماں ترکِ آں ابلہ گرفت ۔۔۔ زیرِ لب لاحول گویاں رہ گرفت
آخر اُس نے ترک ناداں کو کیا ۔۔۔ زیرِ لب لاحول پڑھتا چل دیا

گفت چوں از جدِ پند و از جدال ۔۔۔ در دلِ او بیش می زاید خیال
بولا جب کوشش سے میری اور بھی ۔۔۔ بدگمانی تیری بڑھتی ہے شقی

پس رہِ پند و نصیحت بستہ شد ۔۔۔ امرِ اَعْرِضْ عَنْهُمْ پیوستہ شد[۱]
بند رستہ پند کا بس ہو گیا ۔۔۔ حکم اعرض عنہم اب تو ہے روا

چوں دوایت می فزاید درد پس ۔۔۔ قصۂ طالب بگو برخواں عبس
جب دوا تیری بڑھائے درد پس ۔۔۔ قصۂ طالب سے تو کہ اور پڑھ عبس[۲]

چونکہ اعمیٰ طالبِ حق آمد است ۔۔۔ بہرِ فقرِ او نشاید سینہ خست
طالبِ حق جب کہ نابینا ہوا ۔۔۔ دیکھ کر مفلس نہ اس کا دل دکھا

تو حریصی بر رشادِ مہتراں ۔۔۔ تا بیاموزند علم از سروراں
حرص تعلیم رئیساں کی تجھے ۔۔۔ تا وہ سیکھیں علم ہر سردار سے

احمدا دیدی کہ قومے از ملوک ۔۔۔ مستمع گشتند گشتی خوش کہ بوک
اے محمد بادشاہوں کو مگر ۔۔۔ تو یہ سمجھا سننے والا دیکھ کر

ایں رئیساں یارِ دیں گردند خوش ۔۔۔ بر عرب اینہا سرند و بر حبش
دین کو دیں گے مدد ہو شادماں ۔۔۔ ہیں عرب پر اور حبش پر حکمراں

---

[۱] قولہ تعالیٰ عزوجل فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْنَ۔ اے محمدؐ! ان سے اعراض (قطع نظر) کر اور ہماری نصرتوں کا منتظر رہ۔ کہ وہ بھی اپنے معبودوں سے مدد کے منتظر ہیں ✦

[۲] آیۂ عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (وہ ترش رو ہوئے اور منہ پھیر لیا کہ اُن کے پاس اندھا آیا) کی طرف اشارہ ہے ✦

اگبذرد ایں صیت از بصرہ و تبوک ‌ زانکہ النّاسُ علیٰ دینِ ملوک
جائے یہ آواز بصرہ اور تبوک ‌ ہے رعیت تابع دینِ ملوک

زیں سبب از تو ضریرے مہتدے ‌ رو بگرداند بیدے و تنگ آمدے
اس لئے اندھا ہدایت یافتا ‌ تنگ آکر تجھ سے آخر پھر گیا

کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ ‌ تو ز یارانی و وقت تو فراخ
بولا تو - فرصت نہیں اب واقعی ‌ یار تو - تجھ کو فراخی وقت کی

مزدحم می کردیم در وقتِ تنگ ‌ ایں نصیحت می کنم نز خشم و جنگ
تو نے زحمت دی مجھے ہے وقت تنگ ‌ یہ نصیحت ہے، نہیں کچھ خشم و جنگ

احمدا نزدِ خدا ایں یک ضریر ‌ بہتر از صد قیصر است و صد وزیر
ہے یہ اندھا اے نبیؐ پیشِ خدا ‌ قیصروں سے اور وزیروں سے سوا

یاد النّاسُ معادِن ہیں بیار ‌ معدنی باشد فزوں از صد ہزار
یاد النّاس معادن کر ذرا ‌ معدنی سونا ہے سب سے بے بہا

معدنِ لعل و عقیقِ مقتبس ‌ بہتر ست از صد ہزاراں کانِ مس
ہے عقیق و لعل کی کان اے فتا ‌ لاکھ کانِ مس سے بہتر بر ملا

احمدا ایں جا ندارد مال سود ‌ سینہ باید پُر ز عشق و درد و دود
مال ہے کیا مال اس جا اے نبیؐ ‌ عشق کی ہو آگ سینے میں لگی

اعمیِ روشن دل آمد در مبند ‌ پند او را دِہ کہ حق اوست پند
اندھا روشن دل ہے آیا در نہ بند ‌ پند اس کو دے کہ ہے حق دار پند

سلہ حدیث شریف میں ہے کہ "النّاسُ معادن کمعدن الذہب والفضۃ" یعنی آدمی ایسی کانیں ہیں جیسی سونے چاندی کی +

گر دو سہ ابلہ ترا منکر شوند
تلخ کے گردی چو ہستی کانِ قند

تیرے منکر ہوں جو دو اک بے تمیز
قند ہے تو تلخ کیوں ہو لے عزیز!

گر دو سہ احمق ترا تہمت نہند
حق برائے تو گواہی می دہد

رکھیں ناداں تجھ پہ کچھ تہمت تو کیا
دیتا ہے تیری گواہی خود خدا

گفت از اقرارِ عالم فارغم
آنکہ حق باشد گواہ او را چہ غم

بولے ہوں اقرارِ عالم سے رہا
اُس کو کیا غم جس کا شاہد ہو خدا

گر خفاشے را ز خورشیدے خرسیت
آں دلیل آمد کہ او خورشید نیست

ہے جو چمگادڑ کو وحشت شمس سے
وُہ نہیں سورج۔ اسی سے جان لے

نفرتِ خفاشگاں باشد دلیل
کہ منم خورشید تابانِ جلیل

ہو گی چمگادڑ کی نفرت یہ دلیل
میں ہوں خود خورشیدِ تابان و جلیل

گر گلابے را جعل راغب شود
آں دلیل ناگلابی می بود

کیڑا گوبر کا اگر ہو گُل پسند
ہے دلیل اس کی نہیں گُل۔ دردمند!

گر شود قلبے خریدارِ محک
در محکی اش در آید نقص و شک

کوئی کھوٹا گر کسوٹی مول لے
تو کسوٹی پن میں نقص و شک رہے

دزد شب خواہد نہ روز این را بداں
شب نیم روزم کہ تابم در جہاں

رات چاہے چور، دن چاہے کہاں
میں نہیں شب، دن ہوں تابانِ جہاں

فارقم فاروقم و غربیل وار
تا کہ کاہ از من نمی یابد گذار

فرق جوں چھلنی ہوں کرتا بالیقیں
بھوسی مجھ میں سے نکل سکتی نہیں

آرد را پیدا کنم من از سبوس
تا نمایم این نقوش است آں نفوس

آٹے کو بھوسی سے کرتا ہوں عیاں
فرق نقش و نفس کرتا ہوں بیاں

من چو میزانِ خدایم در جہاں
وانمایم ہر سبک را از گراں

میں ہوں میزانِ خدائے دو جہاں
ہوں بتاتا یہ سبک ہے یہ گراں

گاؤ را داند خدا گوسالۂ — خر خریدارے و در خور کالۂ

گائے کو بچھڑا ہی جانے گا خدا — لینے والا جانے کیسا ہے گدھا

من نہ گاوم تا کہ گوسالہ ام خرد — من نہ خارم کاشترے از من چرد

بس نہیں ہوں گائے۔ گوسالہ جو لے — خار کب ہوں اونٹ جو مجھ کو چرے

او گماں دارد کہ بر من جور کرد — بلکہ از آئینۂ من روفت گرد

ہے گماں اس کو ستم مجھ پر کیا — گرد میرے آئنے سے کی جدا

جالینوس اور ایک خوشامدی دیوانہ

گفت جالینوس با اصحاب خود — مر مرا تا آں فلاں دارو دہد

بولا جالینوس یہ احباب سے — وہ دوا فی الفور لاکر دو مجھے

پس بدو گفت آں یکے کائے ذو فنون — ایں دوا خواہند از بہر جنوں

دوستوں میں سے کہا یہ ایک نے — وہ دوا تو ہے جنوں کے واسطے

دور از عقل تو ایں دیگر مگو — گفت در من کرد یک دیوانہ رو

عقل سے ہے دور جو تو نے کہا — بولا اک دیوانہ تھا مجھ سے ملا

ساعتے در روئے من خوش بنگرید — چشمکم زد آستینِ بردرید

اک گھڑی تک چار آنکھیں مجھ سے کیں — کرکے چشمک پھاڑ ڈالی آستیں

گر نہ جنسیت بدے در من ازو — کے رخ آوردے بمن آں زشت رو

مجھ سے ہم جنسی نہ گر ہوتی اُسے — اس طرح کیوں سامنے آتا مرے

گر ندیدے جنس خود کے آمدے — کے بغیر جنس خود را بر زدے

گر نہ تھا ہم جنس کیوں آتا یہاں — ہوتا غیر جنس سے کیوں شادماں

چوں دو کس برہم زند بے ہیچ شک — در میاں شاں ہست قدر مشترک

دو جب آپس میں ملیں بے شبہ و شک — درمیاں ان کے ہے قدر مشترک[1]

[1] باہم مشابہ بنانے والی بات +

کے پرد مرغے بجز با جنس خود — صحبت نا جنس گورست و لحد

مرغ کب بے جنس اڑتا ہے کبھی — صحبت نا جنس ہے گور اے اخی

دو ناجنس مرغوں کا باہم اڑنا اور چگنا

آں حکیمے گفت دیدم در تکے — در بیاباں زاغ را با لکلکے

بولا وہ دانا نظر آیا ہمیں — کوے کے ہمراہ لک لک دشت میں

در عجب ماندم بجستم حال شاں — تا چہ قدر مشترک یابم نشاں

مجھ کو حیرت سے تلاش اس کی ہوئی — مشترک ہے بات ان میں کون سی

چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ — خود بدیدم ہر دواں بودند لنگ

جب گیا حیرت سے میں نزدیک تر — دونوں لنگڑے وہ مجھے آئے نظر

خاصہ شہبازے کہ او عرشی بود — با یکے جغدے کہ او فرشی بود

خاص کر شہباز وہ عرشی ہو جو — ساتھ اُس الو کے ہو فرشی ہو جو

آں یکے خورشید علیین بود — دیں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند

ایک ہو خورشید علیین کا — ایک وہ کیڑا جو ہو سرگین کا

آں یکے یوسف رخے عیسیٰ نفس — دیں دگر کرمے دیا خر یا جرس

ایک ہو یوسف رخ و عیسیٰ نفس — اور اک کیڑا ہو یا خر یا جرس

آں یکے پراں شدہ در لامکاں — دیں یکے در کاہداں ہمچوں سگاں

ایک وہ ہو لامکاں پرداز جو — ایک کتوں کی طرح گھورے پہ ہو

آں یکے سلطان عالی مرتبت — دیں یکے در گلخنے در تعزیت

ایک ہو سلطان عالی مرتبت — ایک ہو گلخن میں حرفِ تعزیت

آں یکے خلقے ز اکرامش خجل — دیں دگر از بینوائی منفعل

ایک کی بخشش سے خلقت ہو خجل — دوسرا خود بے نوا منفعل

آں یکے سر رشتہ زاہل زماں ‌ ‌ ‌ وین دگر در خاک و خواری بس نہاں

ایک ہو سلطان و سردار جہاں ‌ ‌ ‌ ایک ہو خاک اور خواری ہیں نہاں

بلبلاں را جائے می زیبد چمن ‌ ‌ ‌ مر جعل را در چمیں خوشتر وطن

بلبلوں کو زیب دیتا ہے چمن ‌ ‌ ‌ گھورے کے کیڑے کا گھورا اپنے وطن

باز بان معنوی گل با جعل ‌ ‌ ‌ این ہمی گوید کہ اے گندہ بغل

پھول کیڑے سے، زبان حال سے ‌ ‌ ‌ کہتا ہے یوں اے نجاست سے بھرے

گر گریزانی زگلشن بیگماں ‌ ‌ ‌ ہست آں نفرت کمال گلستاں

تو اگر بھاگے چمن سے بے گماں ‌ ‌ ‌ تو وہ نفرت ہے کمال گلستاں

غیرت من بر سر تو دور باش ‌ ‌ ‌ می زند کائے خس ازیں در دور باش

میری غیرت مارے چوب دور باش[۱] ‌ ‌ ‌ اور کہے تجھ سے کمینے! دور باش

ور بیامیزی تو با من اے دنی ‌ ‌ ‌ ایں گماں آید کہ از کان منی

اور اگر مل جائے تو مجھ سے گلے ‌ ‌ ‌ یہ گماں ہو تو ہے میری جنس سے

گر در آمیزد ز نقصان من ست ‌ ‌ ‌ زانکہ پندارند کو زان من ست

تیرے ملنے سے مرا نقصان ہے ‌ ‌ ‌ تجھ کو مجھ کو جانیں گے سب ایک شے

گر در آمیزد بمن آں زہرناک ‌ ‌ ‌ موش و دریا باشد و ماہی و خاک

مجھ سے مل جائے اگر وہ زہرناک[۲] ‌ ‌ ‌ موش اور دریا ہو، ماہی اور خاک

حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت ‌ ‌ ‌ چوں سزد بر من پلیدی را گماشت

گندگی سے پاک حق نے ہے رکھا ‌ ‌ ‌ مجھ سے پھر ناپاک کا ہو میل کیا

یک رگم زایشاں بُد و آں را برید ‌ ‌ ‌ در من آں بدرگ کجا خواہد رسید

اُن کی اک رگ مجھ میں تھی وہ کاٹ دی ‌ ‌ ‌ مجھ میں اب کس طرح بدرگ آئے گی

[۱] دوشاخہ نیزہ جو بادشاہوں کی سواری کے آگے آگے رہتا ہے ۔

[۲] زہر سے بھرا ہوا ۔

یک نشانِ آدمؑ آں بود از ازل — کہ ملائک سر نہندش از محل

تھا ازل سے اک یہ آدمؑ کا نشان — سب فرشتے ہوں اُسے سجدہ کناں

یک نشانِ دیگر آنکہ آں بلیس — ننہدش سر کہ منم شاہ و رئیس

اک نشاں یہ تھا کہ ابلیس لعیں — کبر و نخوت سے نہ ہو سجدہ گزیں

پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے — او نبودے آدمؑ او غیرے بدے

پس اگر ابلیس دیتا سر جھکا — ہوتا کوئی اور آدمؑ کے سوا

ہم سجودِ ہر ملک میزانِ اوست — ہم جحودِ آں عدو برہانِ اوست

ہر ملک کا سجدہ بھی میزان ہے — اور انکارِ عدو برہان ہے

ہم گواہِ اوست اقرارِ ملک — ہم گواہِ اوست کفرانِ سگک

شاہد اقرارِ ملک بھی ہے اسی — نیز ناشکری گواہ اُس کتے کی

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تا چہ کرد آں خرس با آں شیر مرد

لوٹ اس جا سے، یہ قصہ ہے بڑا — سن تو قصہ شیر مرد اور خرس کا

احمق اور ریچھ کے قصے کا انجام

شخص خفت و خرس می راندش مگس — وز ستیز آمد مگس زو باز پس

سو یا وہ اور ریچھ مکھی جھلتا تھا — ضد سے مکھی واپس آتی بر ملا

چند بارش راند از روئے جواں — آں مگس پس باز می آمد دواں

ریچھ نے اُس کو اُڑایا چند بار — لیکن آجاتی تھی پھر وہ نابکار

خشمگیں شد با مگس خرس و برفت — بر گرفت از کوہ سنگے سخت زفت

غصے ہو کر ریچھ لایا - بر ملا — ایک پتھر کوہ سے سخت اور بڑا

سنگ آورد و مگس را دید باز — بر رخِ خفتہ گرفتہ جائے ساز

سنگ لایا، دیکھا۔ مکھی پھر وہی — منہ پر اُس خفتہ کے ہے بیٹھی ہوئی

برگرفت آں آسیا سنگ و بزد | برمگس تا آں مگس واپس خزد
مارا وہ پتھر اُٹھا کر ریچھ نے | تاکہ اُس مکھی کو وہ بے جاں کرے

سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد | ویں مثل برجملہ عالم فاش کرد
اُس کی صورت سنگ نے خشخاش کی | یہ مثل سارے جہاں پر فاش کی

مہر ابلہ مہر خرس آمد یقیں | کین او مہرست و مہر اوست کیں
مہر ناداں ریچھ کی سی کر یقیں | کینہ اُس کا مہر ہے اور مہر کیں

عہد او سست است و ویران و ضعیف | گفت او زفت و وفائے او نحیف
عہد اُس کا سست و ویراں اور ضعیف | باتیں محکم اور وفا بالکل نحیف

گر خورد سوگند ہم باور مکن | بشکند سوگند مرد کژ سخن
وہ قسم بھی کھائے تو باور نہ کر | گیا قسم کے توڑنے سے اس کو ڈر

چونکہ بے سوگند گفتش بد دروغ | تو میفت از مکر سوگندش بدوغ
کیونکہ بے سوگند کہنا جھوٹ تھا | تو نہ ہو مکر قسم میں مبتلا

نفس او میرست و عقل او اسیر | صد ہزاراں مصحفش خود خوردہ گیر
نفس اُس کا میر عقل اُس کی اسیر | سیکڑوں مصحف کا ہے وہ خوردہ گیر

چونکہ بے سوگند پیماں بشکند | گر خورد سوگند او بدتر کند
بے قسم کھائے جو پیماں توڑ دے | گر قسم کھائے، تو بدتر ہی کرے

زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں | کہ کند بندش بزنجیر گراں
کیونکہ نفس آشفتہ تر ہو بے گماں | ہے قسم کا بند زنجیر گراں

چوں اسیرے بند بر حاکم نہد | حاکم آں را بردرد بیروں جہد
جب اسیر اک بند حاکم پر رکھے | حاکم اُس سے باہر آئے، توڑ دے

بر سرش کوبد زخشم آں بند را | می زند بر روئے او سوگند را
اُس کے سر غصے سے مارے بند کو | اُس کے منہ پر مارے وہ سوگند کو

توڑ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدْ شُد سُست شو	اِحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ بادِ نگو
ہاتھ اوفوا بالعقود[1] سے تو دھو	احفظوا ایمانکم[2] کے سر نہ ہو
ہر کہ او گوید بنزدِ ما دروغ	درنگیرد گفت سوگندش دروغ
جو ہمارے سامنے بولے دروغ	ہے قسم کو اس کی ناممکن فروغ
وآنکہ داند عہد باکہ می کند	تن کند چوں تار و گرد او تند
جو یہ جانے عہد ہے کس ذات سے	تار بن کر اس سے وہ لپٹا رہے

رسولِ خدا کی طرف سے ایک صحابی کی بیمار پرسی

از صحابہ خواجۂ بیمار شد	واندر آن بیماری او چوں تار شد
اک صحابیؓ خستہ و بیمار تھا	اور بیماری سے مثلِ تار تھا
مصطفیٰؐ آمد عیادت سوئے او	چوں ہمہ لطف و کرم بُد خوئے او
مصطفیٰؐ آئے، عیادت اس کی کی	کیونکہ تھی لطف و کرم خو آپ کی
در عیادت رفتنِ تو فائدہ ست	فائدہ آں باز با تو عائدہ است
ہے عیادت سے تجھے اک فائدا	فائدہ وہ پھر ہے تجھ پر لوٹتا
فائدہ اوّل کہ آں شخصِ علیل	بو کہ قطبے باشد و شاہِ جلیل
فائدہ پہلا کہ وہ شخصِ علیل	قطب ہو شاید کہ ہو شاہِ جلیل
چوں تو چشمِ دل نداری اے عنود	کہ نمی دانی تو ہیزم را ز عُود
چشمِ دل رکھتا نہیں تو اے فتنا	عود سے ہیزم کو پھر جانے گا کیا

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ اے ایمان والو! اپنے وعدے پورے کرو۔

[2] اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

چونکہ گنجے ہست در عالم مرنج — ہیچ ویرانہ مدان خالی ز گنج
گنج اسی دُنیا میں ہے تو کر نہ رنج — کوئی ویرانہ نہیں محرومِ گنج

قصدِ ہر درویش می کن از گزاف — چوں نشاں یابی بجد می کن طواف
ڈھونڈ ہر درویش کو، اے قلبِ صاف — جب ملے کوشش سے، کر اس کا طواف

چوں ترا آں چشم باطن بیں بود — گنج می پندار اندر ہر وجود
جب کہ تجھ میں چشم باطن بیں نہیں — ہر بدن میں گنج کا کر لے یقیں

ور نباشد قطبِ یارِ رہ بود — شہ نباشد فارسِ اسپہ بود
گر نہ ہوگا قطب ہوگا رہ کا یار — شہ نہیں، تو ہوگا شاید شہ سوار

پس صلہ یارانِ رہ لازم شمار — ہر کہ باشد گر پیادہ ور سوار
دوستوں سے فرض ہے پیوستگی — ہو پیادہ یا سوار اے متقی!

ور عدو باشد ہم ایں احساں نکوست — کہ باحساں بس عدو گشتست دوست
ہو جو دشمن بھی۔ تو تو احسان کر — دوست ہو جاتے ہیں دشمن بے خبر

ور نگردد دوست کینش کم شود — زانکہ احساں کینہ را مرہم شود
گر نہ ہوگا دوست، کینہ ہوگا کم — مرہمِ کینہ ہے احساں بیش و کم

بس فواید ہست غیر ایں ولیک — از درازی خائفم اے یارِ نیک
ماسوا اس کے ہیں بے حد فائدے — مجھ کو ڈر لگتا ہے لیکن طول سے

حاصل ایں آمد کہ یارِ جمع باش — ہمچو بت گر از حجر یارے تراش
تو غرض ہر ایک کا ہو یار باش — یار پتھر ہی کا جوں بت گر تراش

زانکہ انبوہے و جمعِ کارواں — رہزناں را بشکند پشتِ سناں
کیونکہ مجمع اور جمعِ کارواں
رہزنوں کی توڑ دے پشتِ سناں

حضرتِ موسیٰؑ اور وحیِ حق تعالیٰ

آمد از حق سوئے موسیٰؑ ایں عتیب — کاے طلوعِ ماہ دیدہ نورِ جیب
آئی یہ موسیٰؑ کو اک آوازِ غیب — اے کہ ضوئے مہ ہے تیرا نورِ جیب

مشرقت کردم زنورِ ایزدی — من حقم رنجور گشتم نامدی
میں نے تجھ کو نور سے مشرق کیا — کیوں عیادت کو نہ میری آسکا

گفت سبحانا تو پاکی از زیاں — ایں چہ رمز ست ایں بکن یارب بیاں
بولے اے سبحاں تجھے کب ہے زیاں — بھید اس میں کیا ہے کر مجھ سے بیاں

باز فرمودش کہ در رنجوریم — چوں نپرسیدی تو از روئے کرم
پھر یہ حکم آیا کہ میں بیمار رہوں — کیوں نہ پوچھا لطف سے ناچار ہوں

گفت یارب نیست نقصانے ترا — عقل گم شد ایں گرہ را برکشا
بولے یارب تجھ کو ہو نقصان کیا — عقل گم ہے ہو معمّا حل ذرا

گفت آرے بندۂ خاصِ گزیں — گشت رنجور او منم نیکش ببیں
حکم آیا بندۂ خاص اک مرا — ہے مریض اور میں ہی وہ ہوں برملا

ہست معذوریش معذوریّ من — ہست رنجوریش رنجوریّ من
اس کی معذوری ہے معذوری مری — اس کی رنجوری ہے رنجوری مری

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا — او نشیند در حضورِ اولیاؒ
ہاں جو چاہے ہم نشینیِ خدا — وہ کرے حاصل حضورِ اولیا

از حضورِ اولیاؒ گر بگسلی — تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی
گر حضورِ اولیا سے ہو گا پاک — جزو ہے تو کل نہیں، ہوگا ہلاک

ہر کرا دیو از کریماں وابرد — بے کسش یابد سرش را وابرد
جس کو دیو اہلِ کرم سے چھین لے — جان کر بے کس سر اس کا کاٹ دے

تنگ بدست از جمع رفتن یکزماں	مکرِ شیطاں باشد این نیکو بداں
دُوری اک لحظہ بھی جمعیت سے ہاں	مکرِ شیطاں ہے یقیں کر بے گماں

باغبان ۔ صوفی ۔ فقیہ اور شریف

باغبانے چوں نظر در باغ کرد	دید چوں دزداں بباغ خود سہ مرد
باغباں نے جب نظر کی باغ پر	چور سے تین آدمی آئے نظر
یک فقیہ و یک شریف و صوفیے	ہر یکے شوخے فضولے لوفیے
ایک صوفی، ایک عالم، اک شریف	شوخ تھے تینوں، طبیعت تھی لطیف
گفت با اینہا مرا صد حجت است	لیک جمع اند و جماعت رحمت است
بولا ان سے ہیں مجھے سو حجتیں	پر جماعت پہ ہیں حق کی رحمتیں
بر نیایم یک تنہ با سہ نفر	پس ببرم شاں نخست از یکدگر
غالب ان پر میں نہ تنہا آؤں گا	ان میں سے ہر ایک کو کردوں جدا
ہر یکے را من بسوئے افگنم	چونکہ شد تنہا سبالش بر کنم
تینوں کو میں تین جانب بھیج دوں	جب ہو تنہا، تو سزا کا نام لوں
حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ	تا کند یارانش را با او تباہ
پھر بتائی حیلے سے صوفی کو راہ	تا کرے ساتھ اس کے یاروں کو تباہ
گفت صوفی را برو سوئے وثاق	یک گلیم آور برائے این رفاق
بولا صوفی سے کہ تو گھر سے مرے	ایک کمبل لا رفیقوں کے لئے
رفت صوفی گفت خلوت با دو یار	تو فقیہی وین شریفِ نامدار
جب گیا صوفی، تو بولا ایک بار	تو ہے عالم، یہ شریفِ نامدار

سلہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (۱) الجماعۃ رحمۃٌ ۔ جماعت رحمت ہے +
(۲) ید اللہ علی الجماعۃ ۔ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے +

ما بفتوائے تو نانے می خوریم | ما بہ پرِّ دانش تو می پریم
ہم ترے فتوے سے کھاتے ہیں طعام | اڑتے ہیں تیرے پرِ دانش سے عام

وین دگر شہزادہ و سلطانِ ماست | سیّد ست از خاندانِ مصطفیٰ ست
دوسرا شہزادہ و سلطاں ۔ رہے | اور سیّد مصطفیٰ کی آل سے

کیست آں صوفی شکمخوارِ خسیس | تا بود با چوں شما شاہاں جلیس
ہے وہ صوفی کیا شکم خوارِ خسیس | ہو جو تم سے بادشاہوں کا جلیس

چوں بیاید مرورا پنبہ کنید | ہفتۂ بر باغ و راغِ من تنید
اب جو آئے اُس کے تم منکر بنو | ایک ہفتہ باغ میں میرے رہو

باغ چہ بود جانِ من آنِ شماست | اے شما بودہ مرا چوں چشمِ راست
باغ کیا ہے جان بھی ہے آپ کی | آپ گویا آنکھ ہیں سیدھی مری

وسوسہ کرد و مر ایشاں را فریفت | آہ کز یاراں نمی باید شکیفت
ان کو شیدا کر لیا یوں مکر سے | صبر یاروں سے نہ کرنا چاہئے

چوں برہ کردند صوفی را و رفت | خصم شد اندر پیش با چوب زفت
جب انھوں نے صوفی کو رخصت کیا | باغباں لکڑی سے لئے پیچھے گیا

گفت اے سگ صوفیے کو از ستیز | اندر آید باغِ مردم تیز تیز
بولا اے صوفی سگِ دنیا ہے تو | کیوں پرائے باغ میں آتا ہے تو

ایں جنیدت رہ نمود و بایزید | از کدامیں شیخ و پیرت ایں رسید
رہنما ہے کیا جنیدؒ و بایزیدؒ | کون ہے پیر، اور کس کا ہے مرید

کوفت صوفی را چو تنہا یافتش | نیم کشتش کرد و سر بشکافتش
پیٹا صوفی کو جو وہ تنہا ملا | پھاڑا سر اور ادھ مؤا سا کر دیا

گفت صوفی آنِ من بگذشت لیک | اے رفیقاں پاسِ خود دارید نیک
بولا صوفی وقت میرا تو کٹا | اے رفیقو! ہوش میں رہنا ذرا

مر مرا اغیار دانستید هان | نیستم اغیار تر زین قلتبان

تم نے تو اغیار سے جانا مجھے | غیر تر کب ہوں میں اس دیوث سے

آنچه من خوردم شما را خوردنیست | ور چنین ضربت جزای هر دنیست

میں نے جو کھایا ہے تم بھی کھاؤ گے | چوٹ ہے یہ ہر کمینے کے لئے

رفت بر من بر شما هم رفتنیست | اینچنین غصه شما را خوردنیست

مجھ پہ گذری ۔ تم پہ گذرے گی ابھی | ایسا غصہ تم بھی کھاؤ گے کبھی

این جهان کوهست گفت و گوی تو | از صدا هم باز آید سوی تو

کوہ یہ دنیا ہے ۔ تیری گفتگو | جوں صدا آئے گی پھر کر ہو بہو

چون ز صوفی گشت فارغ باغبان | یک بهانه کرد زان پس جنس آن

صوفی سے فارغ ہؤا جب باغباں | ساتھیوں سے اس کے تھا حیلہ کناں

کای شریف من برو سوی وثاق | کز برای چاشت پختستم رقاق

اے شریف اب تو بھی جا گھر میرے ہاں | میں نے اس جا ہیں پکائیں روٹیاں

بر در خانه بگو قیماز[۱] را | تا بیارد آن رقاق و قاز را

گھر کے دروازے پہ کہ قیماز سے | گوشت روٹی لاکے وہ دے دے تجھے

چون بره کردش بگفت ای مرد دین | تو فقیهی ظاهرست این و یقین

بھیج کر اُس کو، کہا اے مرد دیں | تو فقیہہ با صفا ہے بالیقیں

او شریفی می کند دعوی سرد | مادر او را که داند تا چه کرد

ہے شریف اس طرح ڈینگیں مارتا | کون جانے ماں نے اُس کی کیا کیا

بر زن و بر فعل زن دل می نهید | عقل ناقص و آنگهانی اعتمید

زن پہ ہے اور فعل زن پر اعتبار | عقل ناقص پر بھروسہ واہ یار

[۱] غلام کا نام +

خویشتن را بر علیؑ و بر نبیؐ بستہ است اندر زمانہ ہر غبی
خود کو اولادِ علیؑ آلِ نبیؐ جانتا ہے اس جہاں میں ہر غبی

ہر کہ باشد از زنا و ز زانیاں ایں برد ظن در حق ربانیاں
جو زنا اور زانیوں سے ہے یہاں ہے خدا والوں پہ کرتا یہ گماں

ہر کہ برگردد سرش از چرخہا ہمچو خود گردندہ بیند خانہ را
چکروں سے جس کا پھر جاتا ہے سر گھر بھی پھرتا اس کو آتا ہے نظر

آنچہ گفت آں باغبانِ بوالفضول حالِ او بُد دُور ز اولادِ رسولؐ
باغباں نے حال اپنے تھے کہے دُور اولادِ رسولِ اللہؐ سے

گر نبودے او نتیجہ مرتداں کے چنیں گفتے برائے خانداں
مرتدوں سے گر نہ ہوتا وہ شقی کیوں یہ کہتا از پئے آلِ نبیؐ

خواند افسونہا شنید آں فقیہ در پئش رفت آں ستمگارِ سفیہ
سُن چکا اُس کے فسوں جب وہ فقیہ اس کے پیچھے وہ گیا ظالم سفیہ[لہ]

گفت اے خر اندریں باغت کہ خواند دزدی از پیغمبرت میراث ماند
بولا اے خر راہ کیوں لی باغ کی چوری میراثِ پیمبرؐ سے ملی؟

شیر را بچہ ہمی ماند بدو تو بہ پیغمبرؐ چہ می مانی بگو؟
شیر بچہ ہو، نمونہ شیر کا تجھ کو پیغمبرؐ سے کیا نسبت بتا

با شریف آں کرد آں دُوں از کجی کہ کند با آلِ یٰسینؐ خارجی
کی کمینے نے وہ سیّد سے کجی آلِ احمدؐ سے کرے جو خارجی

تا چہ کیں دارند آں دیو و غول چوں یزید و شمر با آلِ رسولؐ
کینہ یوں رکھتے ہیں یہ دیو پلید آلِ پیغمبرؐ سے جوں شمر اور یزید

شد شریف از زخمِ آں ظالم خراب با فقیہ او گفت با چشمِ پُر آب
تھا شریف اُس کے ستم سے بس خراب بولا یوں عالم سے با چشمِ پُر آب

لہ کمینہ ۔

پایدار اکنوں کہ گشتی فرد و کم | چوں دہل شو زخم می خور بر شکم

رہ گیا تنہا - تو اب اس جا ٹھہر | زخم کھا مثل ڈھل اب پیٹ پر

گر شریف و لائق و ہمدم نیم | از چنیں ظالم ترا من کم نیم

گو شریف اور لائق و ہمدم نہیں | ایسے ظالم سے تجھے میں کم نہیں

مر مرا دادی بدیں صاحب غرض | احمقی کردی ترا بئس العوض

مجھ کو تو نے کر دیا صید غرض | پائے گا اس جہل کا تو بد عوض

شد از و فارغ بیامد کاے فقیہ | چہ فقیہی اے تو ننگ ہر سفیہ

اس سے فارغ ہو کے بولا اے فقیہ | کیا ہے عالم، تو ہے ننگ ہر سفیہ

فتوی ایں است اے بریدہ دست | کاندر آئی و نگوئی امر ہست

ہے بریدہ دست یہ فتویٰ ترا | بے اجازت اندر آئے تو چلا

بو حنیفہؒ داد ایں فتویٰ ترا | شافعیؒ گفت است ایں اے ناسزا

بو حنیفہؒ نے تجھے فتویٰ دیا | شافعیؒ نے یا تجھے ایسا کہا؟

ایں چنیں رخصت بخواندی از وسیط | یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط

کیا اجازت تجھ کو دیتی ہے وسیط[1] | یا ہے ایسا مسئلہ درس محیط[2]

ایں بگفت و دست بر وے بر گشاد | دست او کیں دلش را داد داد

یہ کہا اور جھک پڑا اس پر لعیں | خوب دی ہاتھوں نے اس کے داد کیں

گفت حق است بزن دست رسید | ایں سزائے آنکہ از یاراں برید

بولا ہاں تو مار، قدرت ہے تجھے | یہ سزا اس کی جو یاروں سے پھرے

من سزاوارم باین و صد چنیں | تا چرا ببریدم از یاراں بکیں

میں سزاوار سزا ہوں سو گنا | کیوں ہوا میں اپنے یاروں سے جدا

۱ ـ ۲ ـ فقہ کی کتابیں +

گوش کردم آں ہمہ افسوسِ تو | بر زنم بر سر کہ شد ناموسِ تو

سن لئے ہیں میں نے سب حیلے ترے | مار مجھ کو تا کہ ہو راحت تجھے

زد ورا القصہ بسیار و بخست | کرد بیروں نش ز باغ و در بہ بست

اس کو مارا اور کیا بے حد نڈھال | در کیا بند اور دیا اس کو نکال

ہر کہ تنہا ماند از یارانِ خود | ایں چنیں آید مر او را جملہ بد

اپنے یاروں سے جو تنہا رہ گیا | وہ بُرائی ایسی دیکھے گا سدا

رسولِ خدا اور صحابیؓ کا قصہ

ایں عیادت از برائے ایں صلہ است | ویں صلہ از صد محبت حاملاست

ہے عیادت اس صلے کے واسطے | اس محبت میں صلے سو دیکھ لے

چوں عیادت رفت پیغمبرؐ بدید | آں صحابی را کہ در نزعے رسید

پہنچے جب بہرِ عیادت مصطفیٰؐ | وہ صحابیؓ نزع کے عالم میں تھا

چوں شوی دُور از حضورِ اولیاءؒ | در حقیقت گشتۂ دُور از خدا

اولیاء سے دُور جب تو ہو گیا | پھر حقیقت میں خدا سے ہے جُدا

چوں نتیجہ ہجرِ ہمراہاں غم است | کے فراقِ روئے شاہاں زاں کم است

ہجرِ یاراں کا ہے جب انجام غم | کب بھلا ہے ہجرِ شاہاں اس سے کم

سایۂ شاہاں طلب ہر دم شتاب | تا شوی زاں سایہ بہتر ز آفتاب

سایہ شاہوں کا طلب کر ہر گھڑی | تا کہ سورج سے ہو بہتر اے اخی!

رَو بجنسپ اندر پناہے مُقبلے | بو کہ آزادت کند صاحبدلے

مقبلوں کے حفظ میں تو جا کے سو | تا طفیلِ اہلِ دل آزاد ہو

گر سفر داری بدیں نیّت بَرو | ور حضر باشد ازیں غافل مشو

جب سفر کو جائے اس نیّت سے جا | گر رہے گھر میں تا نہ کر غفلت ذرا

فاختہ ساں روز و شب کو کو و کو ۔ گنج پنہانی ز درویشے بجو
بول مثل فاختہ کو کو و کو ۔ گنج پنہاں ڈھونڈ درویشوں میں تو

دربدر می گرد و می رو کو بکو ۔ جستجو کن جستجو کن جستجو
دربدر جا اور پھر تو کو بکو ۔ جستجو کر جستجو کر جستجو ۲۲۲

تا توانی ز اولیا رو بر متاب ۔ جہد کن واللہ اعلم بالصواب
اولیا سے منہ نہ پھیرا ے خوش خطاب ۔ سعی کر واللہ اعلم بالصواب

حضرتِ بایزید بسطامی رح کا کعبہ کو جانا

سوئے مکہ شیخ امت بایزیدؒ ۔ از برائے حج و عمرہ می دوید
بایزیدؒ اک روز مکہ کو چلے ۔ اپنے گھر سے حج و عمرہ کے لئے

از بہر شہرے کہ رفتے از نخست ۔ مر عزیزاں را بکردے باز جست
جاتے تھے جس شہر میں وہ نیک خو ۔ کرتے تھے اہل خدا کی جستجو

گرد می گشتے کہ اندر شہر کیست ۔ کو بر ارکان بصیرت متکی ست
شہر میں پھرتے تھے اکثر دیکھتے ۔ ہے بصیرت پر بھلا تکیہ کسے

گفت حق اندر سفر ہر جا روی ۔ باید اول طالب مردے شوی
قول حق ہے جب سفر میں جائے تو ۔ مرد حق کی کر طلب اے نیک خو

قصد گنجے کن کہ ایں سود و زیاں ۔ در تبع آید تو آں را فرع داں
گنج حاصل کر کہ یہ سود و زیاں ۔ محض فرعی ہے جب اس میں ہو عیاں

ہر کہ کارد قصد گندم باشدش ۔ کاہ خود اندر تبع می آیدش
بونے والا قصد گندم کا کرے ۔ گھاس اپنے آپ پھر اس میں آگئے

کہ بکاری بر نیاید گندمے ۔ مردمے جو مردمے جو مردمے
گھاس بو کر تو نہ گندم پائے گا ۔ مرد ہی کو ڈھونڈ تا رہ اے فتا

قصدِ کعبہ کن چو وقتِ حج بُوَد — چونکہ رفتی مکہ ہم دیدہ شود
وقتِ حج کا ہو۔ تو قصد کعبہ کر — مکہ خود آجائے گا تجھ کو نظر

قصد در معراج دیدِ دوست بُود — در تبع عرش و ملائک ہم نمود
قصد دیدِ یار تھا معراج سے — ساتھ ہی عرش و ملک دیکھے گئے

سیّد اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات گفت — نیّتِ خیرت بسے گلہا شگفت
سُن تو الاعمال بالنیات[1] کو — گُل کھلیں لاکھوں جو نیت نیک ہو

نیّتِ مومن بُود بہ از عمل — ایں چنیں فرمود سلطانِ دول
نیّتِ مومن عمل سے ہے بھلی — ہے حدیثِ مصطفیٰؐ اے مُتقی!

پیر اور مرید کی حکایت

خانۂ نو ساخت روزے نو مرید — پیر آمد خانۂ او را بدید
گھر بنایا ایک چیلے نے نیا — دیکھنے کو پیر آئے باصفا

گفت شیخ آں نو مریدِ خویش را — امتحاں کرد آں نکو اندیش را
پیر نے یہ بات پھر اُس سے کہی — آزمائش کی نکو اندیش کی

روزن از بہر چہ کردی اے رفیق — گفت تا نور اندر آید زیں طریق
روزن اس گھر میں ہے رکھا کیوں بھلا — بولا۔ نور آنے کو ہے یہ راستا

گفت آں فرع است ایں باید نیاز — تا ازیں رہ بشنوی بانگِ نماز
بولے یہ ہے فرع۔ تو رکھ یہ نیاز — اس سے آئے کان میں بانگِ نماز

نور خود اندر تبع می آیدت — نیّت آں را کن کہ آں می بایدت
خود بخود نور اس کے پیچھے آئے گا — نیّت اس کی رکھ۔ جو ہے بس مدعا

[1] یہ حدیث نبویؐ ہے یعنی اعمال نیّت کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔

بایزیدؒ اندر سفر جستے بسے ‌ ‌ تا بیابد خضرِ وقت خود کسے

بایزیدؒ اس ڈھن میں کرتے تھے سفر ‌ ‌ کوئی خضرِ وقت آ جائے نظر

دید پیرے با قدے ہمچوں ہلال ‌ ‌ بود در وے فرّ و گفتارِ رجال[1]

دیکھا اک بڈھے کا قد مثلِ ہلال ‌ ‌ اس میں تھی اک شان و گفتارِ رجال

دیدہ نابینا و دل چوں آفتاب ‌ ‌ ہمچوں پیلے دیدہ ہندستاں بخواب

آنکھیں نابینا تھیں، دل تھا آفتاب ‌ ‌ جیسے ہاتھی دیکھے ہندستاں کا خواب

چشمِ بستہ خفتہ بیند صد طرب ‌ ‌ چوں کشاید آں نہ بیند ایں عجب

بند آنکھیں خفتہ دیکھیں سَو طرب ‌ ‌ جب کھلیں کچھ بھی نہ دیکھیں، ہے عجب

بس عجب در خواب روشن می شود ‌ ‌ دل درونِ خواب روزن می شود

کچھ عجب ہوتا ہے روشن خواب میں ‌ ‌ قلب بن جاتا ہے روزن خواب میں

وانکہ بیدارست و بیند خوابِ خوش ‌ ‌ عارفست او خاکِ او در دیدہ کش

خواب بیداری میں جو دیکھے بشر ‌ ‌ وہ ہے عارف سرمہ اس کی خاک کر

بایزیدؒ اورا چو از اقطاب یافت ‌ ‌ مسکنت بنمود و در خدمت شتافت

شیخ نے پایا اُنہیں اقطاب سے ‌ ‌ عاجزی کی اور خدمت میں گئے

پیشِ او بنشست و می پرسید حال ‌ ‌ یافتش درویش و ہم صاحب عیال

بیٹھے اور پوچھا ادب سے اُن کا حال ‌ ‌ وہ تھے اک درویش اور صاحب عیال

گفت عزمِ تو کجا اے بایزیدؒ ‌ ‌ رختِ غربت را کجا خواہی کشید

بولے جاتے ہو سیاحت کو کہاں ‌ ‌ لے چلے اسبابِ غربت کو کہاں

گفت قصدِ کعبہ دارم از پگہ ‌ ‌ گفت ہیں با خود چہ داری زادِ راہ

بولے قصدِ کعبہ میں نے ہے کیا ‌ ‌ پیر بولے زادِ رہ ہے پاس کیا

[1] جمع رجل بمعنی مرد ۔

گفت دارم از درم نقرہ دویست ‏ — نک ببستہ سخت بر گوشۂ ردیست

بولے ہاں چاندی کے ہیں دو سو درم ‏ — ہیں بندھے چادر کے دامن میں بہم

گفت طوفے کن بگردم ہفت بار ‏ — ویں نکوتر از طوافِ حج شمار

بولے کر میرا طواف اب سات بار ‏ — اور اس کو حج سے بہتر کر شمار

واں درمہا پیشِ من نہ اے جواد ‏ — داں کہ حج کردی و حاصل شد مراد

یہ درم رکھ سامنے میرے سخی! ‏ — اور سمجھ لے - ہو گیا حج واقعی

عمرہ کردی عمرِ باقی یافتی ‏ — صاف گشتی بر صفا بشتافتی

عمرہ کر کے عمر باقی پا گیا ‏ — اور صفا پر دوڑا تو ہو کر صفا

حق آں حقیکہ جانت دیدہ است ‏ — کہ مرا بر بیتِ خود بگزیدہ است

ہے قسم اُس کی جو ہے دل آشنا ‏ — اپنے گھر پر منتخب مجھ کو کیا

کعبہ ہر چندیکہ خانۂ برِّ اوست ‏ — خلقتِ من نیز خانۂ سرِّ اوست

کعبہ ہے ہر چند بیتِ کبریا ‏ — میری خلقت گھر ہے اس کے بھید کا

تا بکرد آں خانہ را در وے نرفت ‏ — واندریں خانہ بجز آں حے نرفت

گرد کعبہ پھر کے اندر جائیں سب ‏ — کب گیا اس گھر میں کوئی غیرِ رب

چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ ‏ — گردِ کعبہ صدق بر گردیدۂ

مجھ کو دیکھا، ہو گئی دیدِ خدا ‏ — اور طوافِ کعبۂ اقدس ہوا

خدمتِ من طاعت و حمدِ خدا ست ‏ — تا نہ پنداری کہ حق از من جدا ست

میری خدمت طاعت و حمدِ خدا ‏ — یہ نہ جان - اللہ مجھ سے ہے جدا

چشمِ نیکو باز کن در من نگر ‏ — تا ببینی نورِ حق اندر بشر

دیکھ مجھ کو خوب آنکھیں کھول کے ‏ — تا بشر میں نورِ حق کا دیکھ لے

کعبہ را یکبار بیتی[1] گفت بار ‏ — گفت یا عبدی[2] مرا ہفتاد بار

کعبہ کو بیتی[1] کہا اک مرتبا ‏ — مجھ سے ستر بار یا عبدی[2] کہا

[1] میرا گھر ۔ [2] اے میرے بندے!

بایزید اکعبہ را دریافتی — صد بہا و عزّ و صد فر یافتی
کعبہ تجھ کو مل گیا اے بایزیدؒ — عزّتیں پائیں ملی شان مزید

بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت — ہمچو زرّیں حلقہ اش در گوش داشت
بایزیدؒ ان نکتوں کو سنتے رہے — کان کے پردوں میں قائم کر لئے

آمد از وے بایزیدؒ اندر مزید — منتہی در منتہی آخر رسید
بایزیدؒ اُن سے ترقی پا گئے — منتہی سے منتہی آخر ملے

رسولؐ خدا اور بیمار صحابیؓ

چوں پیمبرؐ دید آں بیمار را — خوش نوازش کرد یارِ غار را
دیکھا پیغمبرؐ نے جب بیمار کو — خوش نوازش سے کیا اُس یار کو

زندہ شد او چوں پیمبرؐ را بدید — گوئیا آں دم مر اُو را آفریدؐ
دیکھ کر وہ آپ کو زندہ ہوا — کہتا تھا گویا ہوں اب پیدا ہوا

گفت بیماری مرا ایں بخت داد — کآمد ایں سلطان بر من بامداد
دی مرض نے مجھ کو یہ خوش قسمتی — ایسے سلطان آئے اس جا صبح ہی

تا مرا صحّت رسید و عافیت — از قدوم ایں شہِ بے حاشیت
ہو گئی صحت بھی مجھے حاصل ضرور — آپ کے قدموں کی برکت سے حضورؐ

اے خجستہ رنج و بیماریّ و تب — اے مبارک درد و بیداریّ شب
ہے مبارک میری بیماری و تب — ہے مبارک درد و بیداریّ شب

نک مرا در پیری از لطف و کرم — حق چنیں رنجوریے داد و سقم
پیری میں حق نے کیا مجھ پر کرم — ایسی بیماری جو دی اے محترم

دردِ پشتم داد تا من ہم ز خواب — بر جہم ہر نیم شب لابد شتاب
دے دیا ہے درد مجھ کو پشت کا — آدھی رات اُٹھوں۔ نہ نیند آئے ذرا

تا نخسپم جملہ شب چوں گاؤمیش
دردہا بخشید حق از لطف خویش

بھینس کی مانند تا جاگا کروں
یہ ہے اُس کا لطف، کیا شکوا کروں

زیں شکستن رحم شاہاں جوش کرد
دوزخ از تہدید ِ ایشاں خاموش کرد

خستگی سے رحم آئے شاہ کو
اور دوزخ خوف سے خاموش ہو

رنج گنج آمد کہ رحمتہا دروست
مغز تازہ شد چو بخراشید پوست

رنج ہے گنج اُس میں ہیں بس رحمتیں
مغز تازہ ہو جو چھلکے پھینک دیں

اے برادر موضع تاریک و سرد
صبر کردن بر غم و سستی و درد

بھائی! موضع ہو اگر تاریک و سرد
صبر کر، پہنچے جو کچھ رنج اور درد

چشمۂ حیوان و جام مستی است
کاں بلندیہا ہمہ در پستی است

چشمۂ حیواں ہے اور مستی کا جام
اوج یہ سب پستیوں میں ہیں تمام

آں بہاراں مضمرست اندر خزاں
پُر بہارست ایں خزاں مگریز ازاں

وہ بہاریں سب خزاں میں ہیں نہاں
یہ خزاں سب ہے پُر بہار — آجا یہاں

ہمرہِ غم باش و با وحشت بساز
می طلب در مرگ خود عمرِ دراز

ہمدمی کر غم سے رکھ وحشت سے ساز
مانگ اپنی موت میں عمرِ دراز

آنچہ گوید نفسِ تو کاینجا بدست
مشنوش چوں کارِ او ضد آمدست

گر کہے یہ نفس ہے اس جا بدی
تو نہ سُن اُس کی تو ہے فطرت نفس کی

تو خلافش کن کہ از پیغمبراں
ایں چنیں آمد وصیت در جہاں

کر خلاف اس کے کہ نبیوں نے یہی
اس جہاں میں ہے وصیت سب کی

مشورت در کارہا واجب شود
تا پشیمانی در آخر کم بود

مشورہ کاموں میں ہے بس لازمی
تا پشیمانی نہ ہو آخر کبھی

سعیہا کردند بسیار انبیا
تا کہ گرداں شد بریں سنگ آسیا

انبیا نے اس میں کوشش کی بڑی
چلی اس پتھر پہ جب جا کر چکی

نفس می خواہد کہ تا ویراں کند
نفس کی خواہش یہ ہے ویراں کرے

خلق را گمراہ و سرگرداں کند
خلق کو گمراہ و سرگرداں کرے

گفت امت مشورت با کہ کنیم
پوچھا امت نے ہو کس سے مشورا

انبیا گفتند با عقل امیم
انبیا بولے ، اماموں سے بجا

گفت اگر کودک در آید یا زنے
پوچھا گر بچہ ہو یا عورت کوئی

کو ندارد عقل و رائے روشنے
عقل کی جس میں نہ ہو کچھ روشنی

گفت با او مشورت کن آنچہ گفت
بولے اُن سے مشورہ لے بعد ازاں

تو خلاف آں کن و در راہ اُفت
کر خلاف اُس کے اور پا ئے راہ ہاں

نفس خود را زن شناس از زن بتر
نفس زن ہے بلکہ زن سے بھی بتر

زانکہ زن جزو ست نفست کل شر
کیونکہ زن ہے جزو تو وہ کل شر

مشورت با نفس خود گر می کنی
مشورہ لے تو جو اپنے نفس سے

ہر چہ گوید کن خلاف آں دنی
کر خلاف اُس کے جو وہ سفلہ کہے

گر نماز و روزہ می فرمایدت
گر نماز و روزہ کی تلقیں کرے

نفس مکار ست مکرے زایدت
اس کو بھی ، تو مکر اُس کا جان لے

مشورت با نفس خود اندر فعال
مشورہ لے نفس سے افعال کا

ہر چہ گوید عکس آں باشد کمال
جو کہے برعکس کر ، سن لے ذرا

بر نیائی با وے و استیز او
تو نہ ہوگا نفس سے عہدہ برآ

رو بر یارے بگیر آمیز او
کر طلب ہمت ، حضورِ دوست جا

عقل قوت گیرد از عقل دگر
عقل ہے عقلوں سے مل کے فیض یاب

پیشہ گر کامل شود از پیشہ گر
پیشہ ور ہو پیشہ ور سے فیض یاب

من ز مکر نفس دیدم چیز ہا
میں نے مکرِ نفس سے دیکھی وہ چیز

کو برد از سحر خود تمیز ہا
سحر سے کھوتا ہے وہ عقل و تمیز

وعدہا بدہد ترا تازہ بدست ۔۔۔ کو ہزاراں بار آنہا را شکست
تجھ سے وہ وعدے کرے تازہ نئے ۔۔۔ اور ہزاروں بار اُن کو توڑ دے

عمر اگر صد سال خود مہلت دہد ۔۔۔ اوت ہر روزے بہانہ نو نہد
عمر اگر سو سال مہلت دے تو کیا ۔۔۔ روز اس کا اک بہانہ ہے نیا

گرم گوید وعدہائے سرد را ۔۔۔ جادوئے مردے بہ بندد مرد را
گرم کہہ دے وعدہ ہائے سرد کو ۔۔۔ سحر سے نامرد کر دے مرد کو

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا ۔۔۔ کہ نروید بے تو از شورہ گیا
اے ضیاء الحقؒ حسام الدینؒ ! تو آ ۔۔۔ بے ترے بنجر میں گھاس اُگتی ہے کیا!

از فلک آویختہ شد پردۂ ۔۔۔ از پئے نفرین دل آزردۂ
چرخ سے اک پردہ ہے لٹکا ہوا ۔۔۔ ہے دلِ غمگیں پہ لعنت بھیجتا

ایں قضا را ہم قضا داند علاج ۔۔۔ عقلِ خلقاں در قضا گیج ہست کاج[۱]
اس قضا کا بس قضا جانے علاج ۔۔۔ عقل ہے مخلوق کی تو اس میں کاج

اژدہا گشت ست آں مارِ سیاہ ۔۔۔ آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
اب ہے وہ مارِ سیہ اک اژدہا ۔۔۔ جو تھا کیڑے کی طرح رہ میں پڑا

اژدہا و مار اندر دستِ تو ۔۔۔ شد عصا اے جانِ موسیٰ مستِ تو
اژدہ ہے اور سانپ تجھ سے زبردست ۔۔۔ ہے عصا اے جانِ موسیٰ تجھ سے مست

حکم خُذْہا لا تخف دادت خدا ۔۔۔ تا بدستت اژدہا گردد عصا
حکم خذھا لا تخف[۲] حق نے دیا ۔۔۔ اژدہا ہو ہاتھ میں تیرے عصا

[۱] بھینگی ۔ ناکام ۔

[۲] قولہ تعالیٰ عزوجل ۔ خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتہا الاولیٰ ۔
(جب حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بن گیا ۔ اور حضرت ڈر گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اس کو اُٹھا لے اور نہ ڈر ۔ ابھی ہم اس کو اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیتے ہیں ۔

ہیں یدِ بیضا نما اے بادشا
صبح نو بگشا ز شبہائے سیاہ

ہاں یدِ بیضا دکھا اے بادشا
کالی راتوں سے سحر کو کھینچ لا

دوزخے افروخت بر وے دم فسوں
اے دمِ تو از دمِ دریا فزوں

بھڑکا دوزخ پھونک دے اس پر فسوں
سانس تیری دم سے دریا کے فزوں

بحر مکار است و بنمودہ کفے
دوزخ است از مکر بنمودہ تفے

بحر ہے مکار، دکھلاتا ہے جھاگ
مکر سے دوزخ عیاں کرتا ہے آگ

زاں نماید مختصر در چشمِ تو
تا زبوں بینی و جنبد خشمِ تو

یوں نظر آتا ہے، تجھ کو مختصر
غصہ تا آجائے اُس کو دیکھ کر

ہمچنانکہ لشکرِ انبوہ بود
مر پیمبرؐ را بچشم اندک نمود

جس طرح لشکر تو بے تعداد تھا
دیکھتے تھے اُس کو تھوڑا مصطفیٰؐ!

تا بر ایشاں زد پیمبرؐ بے خطر
ور فزوں دیدے ازاں کردے حذر

حملہ آور ہو گئے تھے بے خطر
دیکھتے زائد تو پھر کرتے حذر

آں عنایت بود و فضلِ ایزدی
احمدؐا ورنہ تو بد دل می شدی

فضل تھا اور مہر تھی اللہ کی
اے محمدؐ! ورنہ بڑھتی بد دلی

کم نمود او را و اصحاب ورا
آں جہادِ ظاہر و باطن خدا

کم دکھایا اُن کو اور اصحاب کو
وہ جہادِ ظاہر و باطن، سنو

تا میسر کرد یسرے را بدو
تا ز عسرے او نگردانید رو

اُن کو دیں اللہ نے آسانیاں
تا نہ ہو تکلیف میں آزردہ جاں

کم نمودن مر ورا پیروز بود
کہ حقش یار و طریق آموز بود

کم دکھانا، فتحمندی کا نشاں
رہنما تھا فضلِ خالق بے گماں

آنکہ حق پشتش نباشد از ظفر — وائے گر گربہ اش نماید شیر نر
نصرتِ حق پشت پر جس کی نہ ہو — وائے گر بلی وہ جانے شیر کو

وائے گر صد را یکے بیند ز دور — تا بجالش اندر آید از غرور
اور سو کو ایک دیکھے دور سے — پھر کرے جنگ اور تکبر سے لڑے

زاں نماید ذوالفقارے حربۂ — زاں نماید شیر نر چوں گربۂ
اور پھر حربہ دکھائے ذوالفقار — کیونکہ جانے شیر کو وہ گربہ وار

تا دلیر اندر فتد احمق بجنگ — واندر آردشاں بدیں حیلت بجنگ
اور وہ احمق دلیری سے لڑے — حیلے سے دشمن کے پنجے میں پھنسے

تا بپائے خویش باشد آمدہ — آں فلیواں جانبِ آتشکدہ
اور اپنے پاؤں سے وہ بیہدہ — چل کے آئے جانبِ آتش کدہ

کاہ برگے می نماید تا تو زود — پف کنی او را برانی از وجود
کاہ بنا کر وہ دکھاتا ہے تجھے — پھونک سے تو تن سے اس کو پھینک دے

ہاں کہ آنکہ کوہہا بر کندہ است — زو جہاں گریان و او در خندہ است
کاہ نے توڑے پہاڑ اے جانِ من — اس سے گریاں ہے جہاں، وہ خندہ زن

می نماید تا بکعب ایں آبِ جو — غرقہ شد عوج ابن عنق شد غرق او
آبِ جو کو گھٹنوں تک ظاہر کرے — غرق سو عوجِ عنق اس میں ہوئے

می نماید موجِ خونش تلّ مشک — می نماید قعرِ دریا خاکِ خشک
موجِ خوں آئے نظر انبارِ مشک — قعرِ دریا کو کرے جوں خاکِ خشک

خشک دید آں بحر را فرعونِ کور — تا درو راند از سرِ مستی و زور
خشک دیکھا بحر کو فرعون نے — کبر و مستی لے گئی اس میں اسے

چوں درآمد در تگِ دریا فتاد — زانکہ چشمش ز اصل نابینا فتاد
جب گیا، موجوں میں دریا کی پھنسا — اصل سے بالکل ہی نابینا وہ تھا

دیدہ بینا از لقائے حق شود | حق کجا ہمراز ہر احمق شود

آنکھ کو روشن کرے دیدِ خدا | حق کہاں ہمراز احمق کا ہوا

قند بیند خود شود زہر قتول | راہ بیند خود بود آں بانگِ غول

قند دیکھے پر وہ قاتل زہر ہو | غول بولے۔ اور وہ دیکھے راہ کو

اے فلک در فتنۂ آخر زماں | تیز می گردی بدہ آخر اماں

اے فلک ہے تیری گردش تیز ہاں | فتنۂ آخر زماں سے دے اماں

خنجر تیز تو اندر قصدِ ما | نیشِ زہر آلودۂ در فصدِ ما

تیرا خنجر قتل کرنے کو ہے تیز | فصد کو ہے نیش تیرا زہر ریز

اے فلک از رحمِ حق آموز رحم | بر دلِ موراں مزن چوں مار زخم

رحم حق سے سیکھ چرخِ دل شعار! | مت لگا چیونٹی کے دل پر زخم مار

حقِ آنکہ چرخہ چرخ ترا | کرد گرداں بر فراز ایں سرا

ہے قسم اس کی کہ یہ چرخہ ترا | جس نے اس دنیا پہ گرداں ہے رکھا

کہ دگر گوں گردی و رحمت کنی | پیش از آں کز بیخ ما را بر کنی

ہو دگر گوں اور ہم پر رحم کر | جڑ ہماری کھودنے سے بیشتر

حقِ آنکہ دایگی کردی نخست | تا نہالِ ما ز خاک و آب رست

ہے قسم اس کی کہ تو دایہ بنا | خاک پانی سے نہال اپنا اُگا

حقِ آں شہ کہ ترا صاف آفرید | کرد چنداں مشعلہ در تو پدید

ہے قسم اس کی کہ جس نے آن میں | کردیں پیدا تجھ میں اتنی مشعلیں

آں چناں معمور و باقی داشتت | تا کہ دہری از ازل پنداشتت

تجھ کو معمور اور باقی کر دیا | تا ازل سے تجھ کو دہری نے کہا

شکر دانستیم آغازِ ترا | انبیا گفتند آں رازِ ترا

شکر ہے۔ جانا ترے آغاز کو | انبیا نے کھولا تیرے راز کو

آدمی داند کہ خانہ حادث است　　عنکبوتے نے کہ در وے عابث است
آدمی جانے کہ ہے حادث یہ گھر　　اور نہ وہ مکڑی جو کھیلے بے خبر

پشہ کے داند کہ ایں باغ از کے است　　کو بہاراں زاد و مرگش در دے است
باغ یہ کب سے ہے ۔ جانے پشہ کیا　　جو بہار و دے میں آیا اور مرا

کرم کاندر چوب زاید سست حال　　کے بداند چوب را وقت نہال
کیڑا ہو لکڑی سے پیدا سست حال　　جانے کیا لکڑی کو جب ہو وہ نہال

ور بداند کرم از ماہیتش　　عقل باشد کرم باشد صورتش
کیڑے کو معلوم ہو گر ماہیت　　عقل بن کر کرم پائے اصلیت

عقل خود را می نماید رنگہا　　چوں پری دور است از آں فرسنگہا
عقل رنگ اپنے دکھاتی ہے ہزار　　جوں پری دور اس سے وہ کوسوں ہے یار

از ملک بالاست چہ جائے پری　　تو مگس پری بہ پستی می پری
کیا پری ۔ وہ ہے ملک سے بھی بلند　　جوں مگس تو پست اُڑے اے مستمند

گرچہ عقلت سوئے بالا می پرد　　مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد
عقل گو اُڑتی ہے اوپر کو تری　　مرغ تقلیدی ہے تیرا پست ابھی

علم تقلیدی وبال جان ماست　　عاریہ است و نشستہ کان ماست
علم تقلیدی وبال جاں ہوا　　عاریت ہے ۔ اپنا کب ہے اے فتا

زیں خرد جاہل ہمی باید شدن　　دست در دیوانگی باید زدن
رہنا جاہل خوب ہے اس عقل سے　　اور ہاں دیوانہ رہنا چاہیئے

ہرچہ بینی سود خود زاں می گریز　　زہر نوش و آب حیواں را بریز
نفع جس میں ہو تو بھاگ اُس چیز سے　　زہر پی اور آب حیواں پھینک دے

ہر کہ بستاید ترا دشنام دہ　　سود و سرمایہ بمفلس وام دہ
جو کرے تعریف ۔ گالی دے اُسے　　مال و زر مفلس کو اپنا قرض دے

بگذر از ناموس رسوا باش فاش	ایمنی بگذار و جائے خوف باش
چھوڑ ناموس اور رسوا ہو پسر	خوف میں رہ ایمنی سے در گذر
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را	آزمودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ ہوں گا بر ملا	امتحان عقل ہے میں نے کیا

ایک سردار اور مسخرہ

قحبہ را خواستی تو از عجل	گفت با دلقک شبے سید اجل
کیوں زن قحبہ سے شادی کی ارے	یوں کہا دلقک[1] سے اک سردار نے
تا ترا می کردم بیک مستور جفت	با من ایں را باز می بایست گفت
شادی کر دیتا میں پردہ دار سے	چاہئے تھا پوچھنا مجھ سے تجھے
قحبہ گشتند و زغم تن کاستم	گفت نہ مستورہ صالح خواستم
قحبہ بنکلیں مجھے غمگیں کیا	بولا نو پردہ نشینوں کو چنا
تا ببینم چوں شود ایں عاقبت	خواستم ایں قحبہ را با معرفت
اب ذرا دیکھوں میں انجام اس کا بھی	شادی اس قحبہ سے دانستہ ہے کی
زیں سپس جویم جنان را مغرسے	عقل را ہم آزمودم من بسے
ڈھونڈوں گا اب باغ دل کا لے فتا	امتحاں میں کر چکا ہوں عقل کا

ایک سائل اور شیخ بہلولؒ

مشورت آرم باو در مشکلے	آں یکے می گفت خواہم عاقلے
تاکہ اس سے مشورہ مشکل میں لے	ایک کہتا تھا کہ اک دانا ملے

[1] مسخرے کا نام ۔

آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما — نیست عاقل غیر آں مجنوں نما
اک بولا۔ بس ہمارے شہر کا — اک وہی ہے عاقل مجنوں نما

بر نئے گشتہ سوارہ نک فلاں — می دواند در میان کودکاں
وہ یہی ہے۔ نے پہ ہے اسوار جو — لڑکوں میں دوڑتا ہے جو گھوڑے کی

گوئے می بازد بروزان و شباں — در جہاں گنج نہاں جان جہاں
رات دن ہے گیند بیتے میں دواں — اور ہے گنج نہاں جان جہاں

صاحب ایست و آتش پارۂ — آسماں قدر است و اختر بارۂ
آگ کا پرکالہ ہے وہ صفت — آسماں قدر اور اختر منزلت

فر او کرّو بیاں را جاں شد است — او دریں دیوانگی پنہاں شد است
دبدبہ اُس کا فرشتوں کی ہے جاں — اور وہ دیوانگی میں ہے نہاں

لیک ہر دیوانہ را جاں نشمری — سر منہ گوسالہ را چوں سامری
جاں نہ ہر دیوانہ کو جان اے اخی — پیش گوسالہ نہ جھک جوں سامری

چوں ولیئے آشکارا با تو گفت — صد ہزاراں غیب و اسرار نہفت
جب ولی نے صاف تجھ سے کہ دئے — راز وہ جو غیب میں پوشیدہ تھے

مر ترا آں فہم و آں دانش نبود — واندانستی تو سرگیں راز عود
تجھ کو یہ فہم اور یہ دانش نہ تھی — تھی نہ پہچاں عود اور سرگین کی

از جنون خود را ولی چوں پردہ ساخت — مر ورا اے کور کے خواہی شناخت
جب ولی پردے میں وحشت کے چھپا — کب تو اے اندھے اسے پہچانے گا

گر ترا باز است آں دیدہ یقیں — زیر ہر سنگے یکے سرہنگ بیں
ہے اگر حاصل تجھے چشم یقیں — نیچے پتھر کے ہے سرلشکر یہیں

پیش آں چشمے کہ باز و رہبر است — ہر گلیمے را کلیمے در بر است
آنکھ اگر بینا ہے اور رہبر ندیم — ہے ہر اک کملی میں پنہاں اک کلیم

مرولی را ہر ولی شہرہ کند | ہر کرا او خواست با بہرہ کند
ہر ولی کو دیتا ہے شہرت ولی | جس کو چاہے بہرہ ور کر دے ابھی
کس نداند از خرد او را شناخت | چونکہ او مر خویش را دیوانہ ساخت
عقل سے کب کوئی پہچانے اُسے | کیونکہ وہ اپنے کو دیوانہ کرے
چوں بدزدد دزدِ بینا رختِ کور | ہیچ یابد دزد را او در عبور
اندھے کو جب دزدِ بینا لُوٹ لے | کس طرح وہ چور رستے ہیں ملے
کور نشناسد کہ دزدِ او کہ بود | گرچہ خود بروے زند دزدِ عنود
اندھا کیا جانے لٹیرا کون تھا | چور گو اُس سے ملے خود بر ملا
چوں گزد سگ کور صاحب ژندہ را | کے شناسد آں سگِ درندہ را
کاٹے کُتّا اندھے گدڑی والے کو | کس طرح کُتّے سے وہ آگاہ ہو

ایک کُتّے کا اندھے فقیر پر حملہ کرنا

یک سگے در کوئے بر کورے گدا | حملہ می آورد چوں شیرِ دغا
کُتّا دوڑا اک گدائے کور پر | جس طرح حملہ کرے اک شیرِ نر
سگ کند آہنگِ درویشاں بخشم | در کشد مہ خاکِ درویشاں بچشم
کُتّا درویشوں پہ دوڑے غصّہ سے | چاندان کی خاک کو سُرمہ کرے
کور عاجز شد ز بانگ و بیمِ سگ | اندر آمد کور در تعظیمِ سگ
بھونکنے سے اندھا عاجز آگیا | اور بڑائی کُتّے کی کرنے لگا
کاے امیرِ صید و اے صیدِ شکار | دست دست تست دستا ز من بدار
بولا اے شیر اور اے میرِ شکار | تُو قوی ہے مجھ کو کر دے رستگار
کز ضرورت دُمِّ خر را آں حکیم | کرد تعظیم و لقب دادش کریم
تھی ضرورت تو دُمِ خر کو حکیم | باہزار اعزاز کہتا تھا کریم

گفت او ہم از ضرورت اے اسد | از چو من لاغر شکارے چہ رسد
ایسے ہی اُس نے کہا اے شیر مار | میں ہوں لاغر، میرا کیا ہوگا شکار

گور میگیرند یارانت بدشت | گور میگیری تو در کوچہ بگشت
گورخر جنگل میں پکڑیں تیرے یار | تو کرے کوچے میں اندھے کا شکار

گور می جویند یارانت بہ صید | گور می جوئی تو در کوچہ بہ کید
دوست تیرے ڈھونڈتے ہیں گورخر | تو گلی میں حملہ آور کور پر

آں سگِ عالم شکارِ گور کرد | ویں سگِ بے مایہ قصدِ کور کرد
گورخر کرلے سگ عالم شکار | کور پر بے مایہ سگ کا ہے مدار

علم چوں آموخت سگ رَست از ضلال | می کند در بیشہا صیدِ حلال
علم سیکھا سگ نے گمراہی گئی | دشت میں روزی حلال اس کو ملی

سگ چو عالم گشت شد چالاک زحف[۱] | سگ چو عارف گشت شد اصحاب کہف
سگ جو عالم ہو۔ بنے چالاک زحف | ہو جو عارف - تو ہو اصحاب کہف

سگ شناسا شد کہ میر صید کیست | اے خدا آں نور شناسندہ چیست
سگ یہ جانے کون ہے میر شکار | کیا ہے وہ نورِ شناسا کردگار!

کور نشناسد نہ از بے چشمی ست | بلکہ از جہل ست و از پُر خشمی ست
اندھے کی کوری یہ اندھاپن نہیں | جہل اس کی وجہ ہے اور خشم و کیں

نیست خود بے چشم تر کور از زمیں | ایں زمیں از فضلِ او شد خصم بیں
کور کب ہے اس زمیں سے کورتر | جانتی ہے اپنے دشمن کو مگر

نورِ موسیٰ دید و موسیٰ را نواخت | خسف قاروں کرد قاروں را گداخت
نور دیکھا، اور ہوئی موسیٰ نواز | نگلا قاروں کو ہوئی قاروں گداز

۱؎ تیز رَو ۔

رجف کرد اندر ہلاک ہر دغی ‏‏ فہم کرد از حق کہ یا ارض ابلعی

زلزلوں سے جان لی ناپاک کی ‏‏ سُن لیا حق سے کہ یا ارض ابلعی[لہ]

آب و خاک و باد و نارِ باشرر ‏‏ بے خبر با ما و با حق باخبر

پانی مٹی اور ہوا آگ اے پسر ‏‏ بے خبر ہم سے ہیں حق سے باخبر

ما بعکسِ آں زغیرِ حق خبیر ‏‏ بے خبر از حق باچندیں نذیر

غیرِ حق سے ہے ہمیں لیکن خبر ‏‏ بے خبر حق سے باایں خوف و خطر

لاجرم اشفقن منہا جملہ شاں ‏‏ کند شد ز آمیز حیواں حملہ شاں

لاجرم اُس سے وہ سب ڈرنے لگے ‏‏ کند حملے ربطِ حیواں سے ہوگئے

گفت بیزاریم جملہ زیں حیات ‏‏ کہ بود باخلق حی با حق موات

بولے ہم بیزار ہیں اس زیست سے ‏‏ زندہ ان سے مُردہ خالق سے رہے

چوں بماند از خلق ماند او یتیم ‏‏ اُنس حق را قلب می باید سلیم

خلق سے جو چھوٹ گیا وہ ہے یتیم ‏‏ اُنس حق کو چاہئے قلبِ سلیم

چوں ز کورے دزد دزدد کالۂ ‏‏ می کند آں کور عمیا نالۂ

چور اندھے کی اگر چوری کرے ‏‏ کور اندھوں کی طرح روتا پھرے

تا نگوید دزد او را کاں منم ‏‏ کز تو دزدیدم کہ دزدِ پُر فنم

چور جب تک خود نہ دے اپنا پتا ‏‏ اور جو کچھ ہو لیا - سب دے بتا

کے شناسد کور دزدِ خویش را ‏‏ چوں ندارد نورِ چشم و آں ضیا

کور اپنے چور کو پہچانے کیا ‏‏ جب نہیں کچھ اُس کی آنکھوں میں ضیا

لہ قولہ تعالیٰ عزوجل: وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ - یعنی زمین سے کہا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان رفع کر - اور پانی زمین میں سما گیا ۔

چوں بگوید ہم بگیر او را تو سخت ‏ ‏ ‏ تا بگوید با او علامتہائے رخت

حکم کیونکر دہ گرفتاری کا دے ‏ ‏ ‏ کچھ نشانی جیب نہ دے اسباب سے

پس جہادِ اکبر آمد عصر دزد ‏ ‏ ‏ تا بگوید کہ چہ بُرد آں زن بمزد

ہے جہاد اب تنگ کرنا چور کا ‏ ‏ ‏ تاکہ جو کچھ لے گیا ہے۔ دے بتا

اولاً دزدیدہ کحلِ دیدہ ات ‏ ‏ ‏ چوں ستانی باز یابی تبصرت

ہے چرایا سرمہ تیری آنکھ کا ‏ ‏ ‏ تو نے چھینا۔ نور تجھ کو مل گیا

کالۂ حکمت کہ گم کردہ دل است ‏ ‏ ‏ پیش اہلِ دل یقیں آں حاصل است

مالِ حکمت جو ہے گم۔ جز دل نہیں ‏ ‏ ‏ اہلِ دل کا ہے وہ حاصل بالیقیں

کوردل با جان و با سمع و بصر ‏ ‏ ‏ می نداند دزد شیطاں را اثر

کور دل با وصفِ گوش و چشم و جاں ‏ ‏ ‏ دزدِ شیطاں سے اثر پائے کہاں

ز اہلِ دل جو از جماد آں را مجو ‏ ‏ ‏ کہ جماد آمد خلایق پیش او

اہلِ دل میں ڈھونڈ، دنیا میں ہے کیا ‏ ‏ ‏ اُن کے آگے ہے جہاں ٹھہرا ہُوا

باز می گردیم سوئے راز جو ‏ ‏ ‏ تا شود ہم مشورت با راز گو

راز جُو کی سمت پھر پھرتے ہیں ہم ‏ ‏ ‏ تا وہ ہو ہم مشورہ اُس سے بہم

مشورت جو بندہ آمد نزدِ او ‏ ‏ ‏ کاے اَب کودک شدہ رازے بگو

آیا اک لینے کو اُس سے مشورہ ‏ ‏ ‏ پوچھا اے بچوں کے باپ اب کچھ بتا

گفت رو زیں حلقہ کیں در باز نیست ‏ ‏ ‏ باز گرد امروز روزِ راز نیست

بولا ہے در بند، اس حلقے سے جا ‏ ‏ ‏ لوٹ جا یہ دن کہاں ہے راز کا

گر مکاں را رہ بُدے در لامکاں ‏ ‏ ‏ ہم چو شیخاں بودمے من بر دکاں

گر مکاں سے ہوتی راہِ لامکاں
ہوتا مثلِ شیخ میں اہلِ دُکاں

محتسب اور مست

محتسب در نیم شب جائے رسید ۔۔۔ در بُن دیوار مردے خفتہ دید
نصف شب کو محتسب اک جا گیا ۔۔۔ زیرِ دیوار ایک اسے سوتا ملا

گفت ہے مستی چہ خوردستی بگو ۔۔۔ گفت ازآں خوردم کہ ہست اندر سبو
مست سے بولا۔ کہ کیا شے تو نے پی ۔۔۔ بولا وہ پی میں نے جو مٹکے میں تھی

گفت آخر در سبو واگو کہ چیست ۔۔۔ گفت ازانکہ خوردہ ام گفت آں خفیست
بولا آخر چیز کیا مٹکے میں تھی؟ ۔۔۔ بولا بس وہ چیز تھی جو میں نے پی

گفت آں چہ خوردۂ آں چیست آں ۔۔۔ گفت آں کاندر سبو مخفی ست آں
بولا وہ کیا چیز تھی جو تو نے پی؟ ۔۔۔ بولا تھی وہ چیز جو مٹکے میں تھی

دُور می شد ایں سوال و ایں جواب ۔۔۔ ماند چوں خر محتسب اندر خلاب
دُور پہنچا سلسلہ گفتار کا ۔۔۔ محتسب کیچڑ میں مثلِ خر پھنسا

گفت او را محتسب ہیں آہ کن ۔۔۔ مست ہُو ہو کرد ہنگامِ سخن
بولا اُس سے محتسب فریاد کر ۔۔۔ مست ہُو ہُو کر کے جھوما بے خطر

گفت گفتم آہ کن ہو میکنی ۔۔۔ گفت من شادم تو از غم منحنی
بولا کر تو آہ۔ کیوں کرتا ہے ہُو؟ ۔۔۔ بولا میں ہوں شاد۔ ہے غمگین تو

آہ از درد و غم و بیداد یست ۔۔۔ ہوئے ہوئے مے کشاں از شادیست
آہ ہے درد و غم و بیداد سے ۔۔۔ میکشوں کی ہُو ہے قلب شاد سے

محتسب گفت ایں ندانم خیز خیز ۔۔۔ معرفت متراش بگذار ایں ستیز
محتسب بولا کہ اچھا ہو کھڑا ۔۔۔ معرفت مت چھانٹ اتنی۔ پُر خطا!

گفت رو من از کجا تو از کجا ۔۔۔ گفت مستی خیز و تا زنداں بیا
بولا جا جا، تو کہاں اور میں کہاں ۔۔۔ بولا تو ہے مست چل زنداں میں ہاں

گفت مست اے محتسب بگذار و رو ۔ از برہنہ کے تواں بردن گرو
مست بولا، محتسب کر کام جا ۔ ہو گا کیا ننگے سے تو عہدہ برآ

گر مرا خود قوتِ رفتن بدے ۔ خانہ خود رفتمے ویں کے شدے
مجھ میں ہوتی چلنے کی طاقت اگر ۔ ایسا کیوں ہوتا ہیں جاتا اپنے گھر

من اگر با عقل و با امکانمے ۔ ہم چو شیخاں بر سرِ دکانمے
عقل و امکاں ہیں جو ہوتا یہاں! ۔ ہوتا مثل شیخ پھر صاحب دکاں

گر مرا رائے تدبیرے بدے ۔ ہم چو شیخاں جاہ و توقیرے بدے
مجھ میں ہوتی عقل اور تدبیر اگر ۔ ہوتا مثل شیخ میرا کر و فر

ہم مرا زنبیل و دریوزہ بدے ۔ ہم نذوراتِ ہمہ روزہ بدے
ہوتی زنبیل اور دریوزہ گری ۔ آتیں نذریں سارے دن اے متقی

سائل کا شیخ بہلول کو دوبارہ ہمکلام کرنا

گفت آں طالب کہ آخر یک نفس ۔ اے سوارہ بر نے ایں سو راں فرس
بولا وہ طالب کہ آخر اک گھڑی ۔ اے سوارِ نے ادھر لا اسپ بھی

راند سوئے او کہ ہاں زو تر بگو ۔ کاسپِ من بس توسن است و تند خو
گھوڑا ہانکا اور کہا ۔ کہ جلد تو ۔ یہ بڑا منہ زور ہے اور تند خو

تا لگد بر تو نکوبد زود باش ۔ از چہ می پرسی بیاں کن خواجہ فاش
مارے تم کو لات ایسا بھی نہ ہو ۔ پوچھنا جو کچھ ہے جلدی پوچھ لو

او مجالِ رازِ دل گفتن نہ دید ۔ زد برو دل سو کرد و در لاغش کشید
رازِ دل کہنے کی تو طاقت نہ تھی ۔ ناگہاں کرنے لگا وہ دل لگی

گفت می خواہم دریں کوچہ زنے ۔ کیست لایق از برائے چوں منے
بولا اک عورت کو میں ہوں چاہتا ۔ میرے لائق کون سی ہے یہ بتا

گفت سہ گونہ زن اند اندر جہاں
عورتیں ہیں تین ۔ بولے بے گماں
آں دو رنج و ایں یکے گنج رواں
دو ہیں رنج اور ایک ہے گنج رواں

آں یکے را چوں بخواہی کل تراست
ایک اُن میں سے تو ہے بالکل تری
ویں دگر نیمے ترا نیمے جداست
نصف الگ اور نصف تیری دوسری

واں سوم ہیچ او ترا نبود بداں
تیسری ہے مطلقاً بے واسطہ
ایں شنیدی دور شو رفتم رواں
سُن لیا تو نے ، میں توں اب راستہ

تا ترا اسپم نیندازد لگد
تا نہ مارے لات یہ گھوڑا اب تجھے
کہ بیفتی بر نخیزی تا ابد
گر پڑے تو پھر نہ ہرگز اُٹھ سکے

شیخ راند اندر میان کودکاں
شیخ پھر بچوں میں پہنچے شادماں
بانگ زد بار دگر او را جواں
پھر لگا آواز دینے وہ جواں

کہ بیا آخر بگو تفسیر ایں
ان کی کچھ تفسیر دو مجھ کو بتا
ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
عورتوں کی تین قسمیں ہیں یہ کیا

راند سوے او و گفتش بکر خاص
شیخ بولے جو ہے اُن میں باکرہ
کل ترا باشد ز غم یابی خلاص
وہ ہے بالکل تیری ، غم سے ہو جُدا

وانکہ نیمے ہست تو بیوہ بود
اور جو بیوہ ہو تو ہے آدھی تری
وانکہ ہیچ ست آں عیال با ولد
جو نہیں کچھ باولد ہے تیسری

چوں ز شوے اولش کودک بود
پہلے شوہر سے جو اُس کا ہو پسر
مہر و کلی خاطرش آں سو رود
ہو توجہ اس کی جانب سر بسر

دور شو تا اسپ نندازد لگد
دور ہو گھوڑا نہ تجھ کو لات دے
سُمِ اسپِ توسنم بر تو رسد
کھُر مرے گھوڑے کا تجھ پر جا پڑے

ہاے ہوے کرد شیخ و باز راند
ہاؤ ہو کرکے وہ پھر واپس گئے
کودکاں را باز سوے خویش خواند
دی صدا بچوں کو آؤ کھیلنے

باز بانگش کرد سائل کہ بیا ——— یک سوالم ماند اے شاہ کیا
پھر ندا سائل نے دی اے خوش خصال ——— ایک باقی رہ گیا میرا سوال

باز راند ایں سو بگو زو تر چہ بود ——— کہ زمیداں آں بچہ گویم ربود
بولے "فرمایا" بتا ہے بات کیا ——— دیکھ بچہ گیند میری لے گیا

گفت اے شہ با چنیں عقل و ادب ——— ایں چہ شید ست ایں چہ فعلیست العجب
بولا جب ہے آپ میں عقل و ادب ——— پھر یہ کیا حالت ہے، صورت ہے عجب

تو ورائے عقل کلی در بیاں ——— آفتابی در جنوں چونی نہاں
عقل کل سے ہے فزوں تیرا بیاں ——— تو ہے سورج کیوں جنوں میں ہے نہاں

گفت ایں اوباش رائے میزنند ——— تا دریں شہر خودم قاضی کنند
بولا اوباشوں میں ہیں یہ مشورے ——— شہر کا اپنے کریں قاضی مجھے

دفع میگویم مرا گویند نے ——— نیست چوں تو عالمے صاحب فنے
عذر کرتا ہوں تو کہتے ہیں نہیں ——— تجھ سا کب ہے دوسرا عالم کہیں

با وجود تو حرام ست و خبیث ——— کہ کم از تو در قضا گوید حدیث
تیرے ہوتے یہ برا ہے اور حرام ——— تجھ سے کمتر ہو قضا کا اہتمام

در شریعت نیست دستورے کہ ما ——— کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا
یہ شریعت کا نہیں کچھ قاعدا ——— تجھ سے کمتر کو کریں ہم پیشوا

زیں ضرورت گیج و دیوانہ شدم ——— زیں گردہ از عجز بیگانہ شدم
اس لئے وحشی ہوں دیوانہ ہوں میں ——— عاجزی کے ساتھ بیگانہ ہوں میں

ظاہرا شوریدہ و شیدا شدم ——— لیک در باطن ہمانم کہ بدم
ظاہرا شوریدہ و شیدا ہوں میں ——— اور باطن میں وہی جو تھا ہوں میں

عقل من گنج ست من ویرانہ ام ——— گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام
عقل میری گنج ہیں ویرانہ ہوں ——— گنج اگر ظاہر کروں دیوانہ ہوں

او ست دیوانہ کہ دیوانہ نشد
این عسس را دید و در خانہ نشد

وہ ہے دیوانہ جو دیوانہ نہ ہو
دیکھے شحنہ اور داخل خانہ نہ ہو

دانشِ من جوہر آمد نے عرض
این بہائے نیست بہر ہر غرض

عقل جوہر ہے مری، کب ہے عرض
اس کی قیمت ہو نہیں سکتی غرض

کانِ قندم نیستانِ شکرم
ہم ز من می روید و من می خورم

کانِ قند اور دشت شکر کا ہوں میں
مجھ سے جو اُگتا ہے۔ وہ کھاتا ہوں میں

علمِ تقلیدی و تعلیمی ست آں
کز نفورِ مستمع دارد فغاں

علم تعلیمی و تقلیدی ہے کیا
ہے۔نہ سننے والوں سے محو بکا

چوں پئے دانش نہ بہرِ روشنی ست
ہم چو طالب علمِ دنیائے دنی ست

ہے پئے دانش نہ بہرِ روشنی
جیسے طالب علمِ دنیائے دنی

طالب علم ست بہر عام و خاص
نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص

چاہتا ہے علم بہر خاص و عام
اس کو کیا دنیا کی آزادی سے کام

ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد
چونکہ نورش راند از در گشت سرد

مثل چوہے کے لئے روزن بنا
نور نے روکا تو ٹھنڈا پڑ گیا

چونکہ سوئے دشت و نورش رہ نبود
ہم دراں ظلمات جہدے می نمود

بند تھے رستے جو دشت و نور کے
کوششیں تھیں پردۂ ظلمات سے

گر خدایش پر دہد او با خرد
برہد از موشی و چوں مرغاں پرد

فضل کر کے دے خدا گر پر اسے
چوہے پن سے چھوٹے مثلِ مرغ اڑے

ور نجوید پر بماند زیرِ خاک
نا امید از رفتنِ راہِ سماک

اور نہیں تو خاک آلودہ رہے
آسمانوں پر نہ چڑھ کر جا سکے

علمِ گفتارے کہ آں بے جاں بود
عاشقِ روئے خریداراں بود

علم ادر گفتار جو بے جان ہے
بس خریدار دل پہ وہ قربان ہے

گرچہ باشد وقت بحث ایں علم زفت
چوں خریدارش نباشد مُرد و رفت

علم وقتِ بحث ہے مضبوط شے
مشتری کوئی نہ ہو تو موت ہے

مشتریِ من خدا یست مرا
میکشد بالا کہ اللہُ اشترٰی[۱]

مشتری میرا ہے وہ میرا خدا
کھینچ کر کہتا ہے اللہ اشترٰی[۱]

خوں بہائے من جمالِ ذوالجلال
خوں بہائے خود خورم کسبِ حلال

خوں بہا میرا جمالِ ذوالجلال
کھاؤں اپنا خوں بہا کسبِ حلال

ایں خریداران مفلس را بہل
چہ خریداری کند یک مشتِ گل

چھوڑ یہ مفلس خریدار اے اخی
ایک مٹھی خاک کیا ہو مشتری

گل مخور گل را مخور گل را مجو
زانکہ گل خوارست دائم زرد رو

گل نہ لے گل ڈھونڈ مت ۔ گل کھا نہ تو
مٹی جو کھائے ۔ رہے وہ زرد رو

دل بخور تا دائما باشی جواں
از تجلی چہرہ ات چوں ارغواں

کھا لے دل تا رہے ہردم جواں
نور سے چہرہ ہو مثلِ ارغواں

طالبِ دل شو کہ تا باشی چو گل
تا شوی شاداں و خنداں ہمچو گل

طالب دل ہو کہ تو ہو جائے گل
تاکہ ہو مسرور و خنداں مثلِ گل

دل نباشد آنکہ مطلوبِ گل است
ایں سخن را روئے بر صاحب دل است

دل نہیں وہ جو ہوا مطلوبِ گل
اُن سے یہ کہتا ہوں جو ہیں اہلِ دل

یارب ایں بخشش نہ حدِّ کار ماست
لطفِ تو لطفِ خفی را خود سزاست

یہ ترا ہے لطف یارب ۔ ہم میں کیا
لائق لطفِ خفی ہے بر ملا

دست گیر از دست ما مارا بخر
پردہ را بردار و پردہ ما مدر

دستگیری کر کے بن جا مشتری
ہاں اُٹھا پردہ، نہ کر پردہ دری

[۱] قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ؛
خدا نے مومنوں سے اُن کا مال اور جان خرید لی ۔ جسکے عوض میں انہیں جنت دی جائیگی ۔

باز خر مارا ازیں نفسِ پلید	کارد ش تا استخوانِ ما رسید
نفس سے پھر مول لے ہم کو ابھی	ہڈیوں سے جا لگی اُس کی چھری
از چو ما بیچارگاں ایں بندِ سخت	کہ کشاید جز تو اے سلطانِ بخت
ہے گرہ سخت اور ہم ہیں بے نوا	کون کھولے گا اسے تیرے سوا
ایں چنیں قفلِ گراں را اے ودود	کہ تواند جز کہ فضلِ تو کشود
ہے بہت ہی یہ گرانِ قفلِ ستم	کھول سکتا ہے اسے تیرا کرم
ما ز خود سوئے تو گردانیم سر	چوں توئی از ما بما نزدیکتر
آپ ہی ہم تیری جانب پھیریں سر	جبکہ تو خود ہم سے ہے نزدیک تر[1]
با چنیں نزدیکیے دوریم دُور	در چنیں تاریکیے بفرست نور
آہ ہم اِس قُرب پر ہیں اتنی دور	بھیج ان تاریکیوں میں اپنا نور
ایں دعا ہم بخشش و تعلیمِ تست	ورنہ در گلخن گلستاں از چہ رست
تیری ہے تعلیم و بخشش یہ دُعا	بھاڑ میں ورنہ گلستاں کب اُگا
در میانِ خون و رودہ فہم و عقل	جز ز اکرامِ تو نتواں کرد نقل
خون اور آنتوں کے اندر فہم و عقل	بس کرم تیرا ہی کر سکتا ہے نقل
از دو پارہ پیہ ایں نورِ رواں	موجِ نورش می رود تا آسماں
نور چربی کے دو ٹکڑوں سے رواں	موج اس کی جاتی ہے تا آسماں
گوشت پارہ کہ زباں آمد ازو	می رود سیلابِ حکمت ہم چو جُو
گوشت کا ٹکڑا جسے کہیے زباں	اُس سے ہے سیلابِ حکمت کا رواں
سوئے سوراخے کہ نامش گوشہاست	تا بباغِ جاں کہ میوہ اش ہوشہاست
اور اس سوراخ یعنی کان سے	باغِ جاں تک میوے پہنچیں ہوش کے

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ - ہم آدمی سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ۔

شاہ راہِ باغ جاں ہا شرعِ اوست　　باغ و بستاں ہائے عالم فرعِ اوست

شرع اس کی شاہراہِ باغِ جاں　　فرع اس کی باغ و بستانِ جہاں

اصل سرچشمہ خوشی آن ست آں　　زود تجری تحتہا الانہار خواں

چشمۂ راحت کا مالک ہے وہی　　جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں کئی

قصۂ رنجور گو با مصطفےٰ ؐ　　زانکہ لطفِ حق ندارد منتہا

پھر سنا وہ حالِ رنجور و نبیؐ　　لطفِ حق کی انتہا کیا ہو کبھی

شکرِ نعمت چوں کنی چوں شکرِ تو　　نعمتِ تازہ بود زاحسانِ او

شکرِ نعمت کیا کرے ، جب شکر بھی　　ایک نعمت ہے اُسی کے فضل کی

عجز تو از شکرِ شکر آمد تمام　　فہم کن در یاب قد تم الکلام

عجز تیرا شکر سے ہے شکرِ تام　　کچھ سمجھ ، کر غور ، ہے ختم کلام

بیمار کو رسولِ ؐ مقبول کی نصیحت

گفت پیغمبر مر آں بیمار را　　چوں عیادت کرد یارِ زار را

مصطفےٰ ؐ نے یوں کہا بیمار سے　　جب عیادت کے لئے اس کی گئے

کہ مگر نوعے دعائے کردۂ　　از جہالت زہر بائے خوردۂ

تونے کی تھی اپنے حق میں کچھ دعا　　جہل سے تھا زہر تونے کھا لیا

یاد آور چہ دعا مے گفتۂ　　چوں ز مکرِ نفس مے آشفتۂ

یاد کر کیا کی تھی تونے وہ دعا　　جب تو مکرِ نفس سے آشفتہ تھا

گفت یادم نیست الا ہمتے　　دار با من یادم آید ساعتے

بولا اس دم یاد کچھ مجھ کو نہیں　　دو دعا تا یاد آ جائے بالیقیں

از حضورِ نور بخشِ مصطفےٰ ؐ　　پیش خاطر آمد او را آں دعا

تھا یہ فیضانِ حضورِ مصطفےٰ ؐ　　یاد اس کو آ گئی اپنی دعا

ہمت پیغمبر روشن کدہ ‏ ‏ ‏ پیش خاطر آمدش آں گم شدہ

روشنی ہمت حضرت یہ تھی ‏ ‏ ‏ بات یاد آئی اسے بھولی ہوئی

تافت زاں روزن کہ از دل تادلست ‏ ‏ ‏ روشنی کو فرق حق و باطل ست

چمکی روزن سے جو دل تک دل سے ہے ‏ ‏ ‏ روشنی، جو حق نما باطل سے ہے

گفت اینک یاد م آمد اے رسولؐ ‏ ‏ ‏ آں دعا کہ گفتہ ام من از فضول

بولا اب یاد آگئی مجھ کو رسولؐ ‏ ‏ ‏ جو دعا مانگی تھی وہ میں نے فضول

چوں گرفتار گنہ می آمدم ‏ ‏ ‏ ہمچو غرقہ دست و پائے می زدم

ہو گیا تھا جب گرفتار گناہ ‏ ‏ ‏ ڈوبنے والے کی صورت تھا تباہ

پُر گنہ باب کشائش می زند ‏ ‏ ‏ غرقہ دست اندر حشائش می زند

اپنی بخشش چاہتا ہے پُر گناہ ‏ ‏ ‏ ڈوبتا لے جیسے تنکے کی پناہ

از تو تہدید و وعیدے می رسید ‏ ‏ ‏ مجرماں را از عذابات شدید

تم ڈراتے اور دھمکاتے رہے ‏ ‏ ‏ جُرم والوں کو عذاب سخت سے

مضطرب می گشتم و چارہ نبود ‏ ‏ ‏ بند محکم بود و قفل ناگشود

مضطرب تھا میں مگر چارہ نہ تھا ‏ ‏ ‏ بند تھا مضبوط۔ اور تالا لگا

نے مقام صبر و نے راہ گریز ‏ ‏ ‏ نے امید توبہ نے جائے ستیز

بھاگنے کا تھا نہ موقع صبر کا ‏ ‏ ‏ آس توبہ کی۔ نہ تھی لڑنے کی جا

نے بغیر حق تعالیٰ یار من ‏ ‏ ‏ ایں چنیں دشوار آمد کار من

جز خدا میرا نہ کوئی یار تھا ‏ ‏ ‏ کام میرا ایسا کچھ دشوار تھا

ہمچو ہاروت و چو ماروت از حزن ‏ ‏ ‏ آہ می کردم کہ اے خلاق من

مثل میں ہاروت اور ماروت کے

آہ کرتا تھا کہ اے خالق مرے

عذابِ آخرت اور اُس کی سختی

از خطر ہاروت و ماروت آشکار	چاہ بابل را نمودند اختیار
خوف سے ہاروت و ماروت آشکار	چاہ بابل کر چکے تھے اختیار
تا عذابِ آخرت ایں جا کشند	گربزند و عاقل و ساحر وشند
تا عذابِ آخرت سہ لیں یہاں	ہیں وہ عاقل - ساحر اور مکار ہاں
نیک کردند و بجائے خویش بود	سہل تر باشد ز آتش رنج دود
بات کی موقع کی - اور اچھا کیا	آگ سے آساں دھوئیں کا رنج تھا
حد ندارد وصفِ رنجِ آں جہاں	سہل باشد رنجِ دنیا پیش آں
اُس جہاں کا رنج حد سے ہے سوا	رنج دنیا سہل اُس سے بر ملا
اے خنک آں کو جہادے می کند	بر بدن زجرے و دادے می کند
وہ مبارک ہے جو کرتا ہے جہاد	جسم پر کرتا ہے اپنے زجر و داد
تا ز رنجِ آں جہانے وا رہد	بر خود ایں رنجِ عبادت می نہد
تا کہ چھوٹے اُس جہاں کے رنج سے	غم عبادت کا ہے سہتا اس لئے
من ہمے گفتم کہ یا رب آں عتاب	ہم دریں عالم براں بر من شتاب
میں یہ کہتا تھا کہ یا رب وہ عذاب	اس جہاں میں بھیج دے مجھ پر شتاب
تا در آں عالم فراغت باشدم	در چنیں درخواست تا دم می زدم
تا وہاں جا کر فراغت ہو مجھے	عرض یہ کرتا تھا میں اللہ سے
ایں چنیں رنجورئے پیدام شد	جانِ من از رنج بے آرام شد
ایسی بیماری مجھے آخر لگی	جان بے آرام میری ہو گئی
ماندہ ام از ذکر و از اورادِ خود	بے خبر گشتم ز خویش نیک و بد
ذکر اور اوراد سے ہو کر جدا	بھول بیٹھا اپنا سب اچھا برا

گر نمے دیدم کنوں من روئے تو	اے خجستہ وا مبارک بوئے تو
دیکھتا گر میں نہ چہرہ آپ کا	ہے مبارک آپ کی بُو مصطفیٰ
می شدم از دست من یکبارگی	کردیم شاہانہ ایں غمخوارگی
جاتا اپنے ہاتھ سے یکبارگی	آپ نے شاہانہ کی غمخوارگی
گفت ہے ہے ایں دعا دیگر مکن	بر مکن تو خویش را از بیخ و بن
بولے حضرت یہ دعا ہاں ہاں نہ کر	اپنی ہستی آپ ہی ویراں نہ کر
تو چہ طاقت داری اے مورِ سقیم	کہ نہد بر تو چناں کوہِ عظیم
تجھ میں کیا طاقت ہے اے مورِ سقیم	تجھ پہ جو رکھ دے خدا کوہِ عظیم
گفت توبہ کردم اے سلطانِ کین	از سرِ جلدی نہ لافم ایں سخن
بولا۔ توبہ توبہ اے شاہِ زمین!	اب نہ لاؤں گا زباں پر یہ سخن
ایں جہاں تیہ است و تو موسیٰ ما	از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا
یہ جہاں جنگل ہے۔ تو موسیٰ مرا	ہیں گنہ سے دشت میں ہوں مبتلا
سالہا رہ می رویم و در اخیر	ہم چناں در منزلِ اوّل اسیر
راستہ برسوں چلا ہوں اور اخیر	منزلِ اوّل میں ہوں گو یا اسیر

حضرتِ موسیٰ ؑ کی قوم اور اُس کی پشیمانی

قومِ موسیٰ ؑ راہ می پیمودہ اند	آخر اندر گامِ اوّل بودہ اند
قومِ موسیٰ ؑ کرچکی طے راستا	گامِ اوّل میں ہے لیکن مبتلا
راز می گفتند پیدا و نہاں	جملہ مرد و زن و پیر و جواں
مشورے کرتے تھے ظاہر اور نہاں	جتنے مرد و زن تھے اور پیر و جواں

ل؎ کمزور چیونٹی +

گر دلِ موسیٰ ز ما راضی بدے
تیہ را راہ و کراں پیدا شدے

ہوتے راضی ہم سے بھی موسیٰ اگر
ملتی جنگل میں ہمیں بھی رہ گذر

ور بکل بیزار بودے او ز ما
کے رسیدے خوانِ ما ہیچ از سما

ہم سے لیکن وہ اگر ناراض تھے
کیوں اترتے خوان پھر افلاک سے

کے ز سنگے چشمہا جوشاں شدے
در بیاباں تا امانِ جاں شدے

ہوتے کیونکر سنگ سے چشمے رواں
جان کیونکر دشت میں پاتی اماں

بل بجائے خواں خود آتش آمدے
اندریں منزل لہب بر ما زدے

آگ نازل ہوتی خوانوں کے بجائے
جس کے شعلے پھونک دیتے ہم کو ہائے

چوں دو دل شد موسیٰ اندر کارِ ما
گاہ خصمِ ماست گاہے یارِ ما

دو دلی موسیٰ نے کی ہے اختیار
گاہ دشمن ہے ہمارا۔ گاہ یار

خشمش آتش می زند در رختِ ما
حلمِ او رد می کند تیرِ بلا

غصہ اس کا آگ دیتا ہے لگا
حلم اس کا رد کرے تیرِ بلا

کے بود کہ حلم گردد خشم نیز
نیست ایں نادر ز لطفت اے عزیز

حلم ہو سکتا نہیں غصہ کبھی
لطف سے تیرے نہیں یہ دور بھی

مدح حاضر وحشت است از بہر ایں
نامِ موسیٰ می برم قاصد چنیں

سامنے تعریف کرنا تھا برا
اس لئے ہے نام موسیٰ کا لیا

ورنہ موسیٰ کے روا دارد کہ من
پیشِ تو نام آورم از ہیچ تن

ورنہ موسیٰ کب روا رکھیں اسے
نام ان کا لیتا آگے آپ کے

عہدِ ما بشکست صد بار و ہزار
عہدِ تو چوں کوہ ثابت برقرار

عہد ٹوٹا ہے ہمارا لاکھ بار
عہد تیرا کوہ سا ہے برقرار

عہدِ ما کاہ و بہر بادے زبوں
عہدِ تو کوہ و ز صد کہ ہم فزوں

عہد اپنا کاہ ، برباد ہوا
عہد تیرا کوہ، اس سے بھی سوا

حق آں قدرت کہ برتلوین ما	رحمتے کن اے تو میر لونہا
صدقہ قدرت کا ۔ تلوّن پر مرے	رحم کر، مالک ہزاروں رنگ کے
خویش را دیدیم و رسوائی خویش	امتحانِ مالکن اے شاہ بیش
با خودی کی دیکھ لیں رسوائیاں	اب زیادہ لے نہ یارب امتحاں
تا فضیحت ہائے دیگر را نہاں	کردہ باشی اے کریمِ مستعاں
دوسروں کی کیں نہاں رسوائیاں	تونے اے ستار و غفارِ جہاں
بے حدی تو در جمال و در کمال	در کژی ہی ملبے حدیم و در ضلال
حد سے بے حد ہے ترا حسن و کمال	کم رہی اپنی ہے بے حد ذو الجلال
بے حدی خویش بگمار اے کریم	برکژی بے حدِ مشتے لئیم
بے حدی کو کر دے غالب اے کریم	میری بے حد کم رہی پر، ہوں لئیم
ہیں کہ از تقطیع ما یک تار ماند	مصر بودیم و یکے دیوار ماند
جامہ میں باقی فقط اک تار ہے	مصر تھے ہم، اب تو اک دیوار ہے
البقیہ البقیہ اے خدیو	تا نگردد شاد کلی جانِ دیو
رکھ تو باقی ۔ رکھ تو باقی اے خدیو	تا نہ ہو مسرور بالکل روحِ دیو
بہر ما نے بہر آں لطفِ نخست	کہ تو کردی گمرہاں را باز جست
صدقہ اس لطف اور اس اکرام کا	تونے گمراہوں پہ جو پہلے کیا
چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم	اے نہادہ رحمہا در لحم و شحم
رحم بھی دکھلا دکھا کر قدرتیں	تونے رکھا رحم لحم[۱] و شحم میں
ایں دعا گر خشم افزاید ترا	تو دعا تعلیم فرما مہترا
اس دعا سے غصہ گر آئے تجھے	پھر سکھا دے تو دعا کوئی مجھے

[۱] گوشت اور چربی

آں چناں کآدمؑ بیفتاد از بہشت	رجعتش دادی کہ رست از دیوِ زشت
جیسے اجیب نکلے تھے آدمؑ غلد سے	چھوٹ گئے تھے دام سے شیطان کے
دیو کہ بود کو ز آدمؑ بگذرد	بر چنیں لطفے از و بازی برد
دیو کیا شے ہے کہ آدمؑ سے بڑھے	تیرے پیار سے وہ بازی جیت لے
در حقیقت نفعِ آدمؑ شد ہمہ	لعنتِ حاسد شدہ آں دمدمہ
فی الحقیقت نفعِ آدمؑ اس میں تھا	لعنتِ حاسد وہ حیلہ بن گیا
بازیے دید و دو صد بازی ندید	پس ستونِ خانۂ خود را برید
دیکھی اک، دیکھیں نہ دو سو بازیاں	پس ستونِ خانہ کاٹا بے گماں
آتشے زد شب بکشتِ دیگراں	باد سوئے کشت او کردش رواں
دوسروں کے کھیت کو ڈالا جلا	آگ اس کے کھیت پر لائی ہوا
چشم بندی بود لعنت دیو را	تا زیانِ خصم دید آں ریو را
چشم بندی لعنتِ شیطاں بنی	اُس پہ ثابت تھا زیانِ مدعی
خود زیانِ جانِ او شد ریو او	گوئی آدمؑ بود دیوِ دیو او
مکر اس کا خود وبالِ جاں ہوا	گویا آدمؑ دیو تھا اس دیو کا
لعنت آں باشد کہ کژبینش کند	حاسد و خود بین و پر کینش کند
بس وہی لعنت ہے جو کج بیں کرے	پر حسد اور دشمن و پر کیں کرے
تا بداند کہ ہر آں کو بد کند	بے گماں باز آید و بر وے زند
تا وہ جانے گر برا کوئی کرے	وہ بدی آئے اسی پر لوٹ کے
جملہ فرزیں بندہا بیند بعکس	مات بر وے گردد و نقصان و نکس
چال وہ فرزیں کی دیکھے برخلاف	مات اور نقصان پہنچے اس کو صاف
زانکہ گر او ہیچ بیند خویش را	مہلک و ناسور بیند ریش را
کیونکہ سمجھے ہیچ اپنے کو اگر	زخم کو ناسور دیکھے پُر خطر

درد خیزد زیں چنیں بدن درُوں — درد او را از حجاب آرد بروں
درد اٹھے دیکھے جو یہ حالِ درُوں — درد اُسے پردے سے لے آئے بروں

تا نہ گیرد مادراں را دردِ زہ — طفل در زادن نیابد ہیچ رہ
ماں کو جب تک دردِ زہ اصلا نہ ہو — سچ یہ ہے۔ بچہ کبھی پیدا نہ ہو

ایں امانت در دل و جاں حاملہ است — ایں نصیحت ہا مثالِ قابلہ است
جان و دل میں یہ امانت ہے نہاں — مثلِ دایہ ہے نصیحت بے گماں

قابلہ چہ کند چو زن را درد نیست — درد باید درد کودک را رہ است
کیا کرے دائی کہ نہ جب تک درد ہو — درد لازم ہے۔ جو لائے بچہ کو

آنکہ او بے درد باشد رہزن است — زانکہ بے دردی انا الحق گفتن است
ہے وہ رہزن درد سے ہو جو کہ دور — ہے انا الحق کہنا بیدردی ضرور

آں انا بے وقت گفتن لعنت است — ویں انا در وقت گفتن رحمت است
ہے برا بے وقت کہ دینا انا — یہ انا ہے وقت پر رحمِ خدا

آں انا منصور رحمت شد یقیں — واں انا فرعون لعنت شد ببیں
وہ انا منصور کا رحمت ہوا — اور انا فرعون کا لعنت ہوا

لاجرم ہر مرغ بے ہنگام را — سر بریدن واجب است اعلام را
مرغِ بے ہنگام کا سر کاٹنا — ہے روا، مشہور ہو تا واقعا

سر بریدن چیست کشتن نفس را — در جہاد و ترک گفتن لمس را
کاٹنا سر مارنا ہے نفس کا — جہد میں، اور چھوڑ دینا لمس کا

آں چنانکہ نیشِ کژدم بر کنی — تا کہ یابد او ز کشتن ایمنی
جیسے توڑے بچھو کے تو ڈنک کو — تو وہ مارے جانے سے بے خوف ہو

بر کنی دندانِ پُر زہرے ز مار — تا رہد مار از بلائے سنگسار[1]
دانت جب پُر زہر توڑیں سانپ کے — چھوٹ جائے وہ بلائے سنگ سے

[1] حاجت

هیچ نکشد مار را جز ظلِ پیر　　دامنِ آں نفس کش را سخت گیر

مارتا ہے سانپ سایہ پیر کا　　دامن اُس کا تھام لے مضبوط جا

چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست　　در تو ہر قوت کہ آید جذبِ اوست

تھامنا دامن کا ہے توفیق ہُو　　جذب ہے اُس کا جو یہ قوت ہے تو

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ[۱] راست داں　　ہر چہ دارد جاں بود از جانِ جاں

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ کر یقیں　　جانِ جاں سے ہے اگر ہے جاں کہیں

دست گیرندہ وے است و بردبار　　دمبدم آدم ازو امیدوار

ہاں وہی ہے دستگیر و بُردبار　　اُس سے انساں ہر گھڑی امیدوار

نیست غم گر دیر بے او ماندۂ　　دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ

غم نہ کھا ہو کر جدائی میں اسیر　　جان اُس کو دیر گیر و سخت گیر

دیر گیر و سخت گیر و رحمتش　　یک دمے غائب ندارد حضرتش

دیر گیر اور رحمت اس کی سخت گیر　　اُس سے تو غائب نہیں اک دم حقیر

ور تو خواہی شرح ایں وصل و ولا　　از سرِ اندیشہ می خواں والضحیٰ[۲]

وصل کی گر شرح تو ہے چاہتا　　از رہِ اندیشہ پڑھ لے والضحیٰ

ور تو گوئی ایں بدی ہا از وے است　　لیک آں نقصانِ فضلِ او کے است

گر کہے تو ہے بدی اُس سے۔ تو کیا　　فضل میں نقصان اُس کے آئے گا

آں بدی دادن کمال اوست ہم　　من مثالے گویمت اے محتشم

یہ بدی دینا بھی ہے اُس کا کمال　　میں تجھے دیتا ہوں ایک اس کی مثال

[۱] آیۂ کریمہ "مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" کی طرف اشارہ ہے یعنی تو نے تیر نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا۔ لیکن اللہ نے پھینکا +

[۲] سورۂ والضحیٰ میں خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی یعنی اے محمدؐ! نہ تو خدا نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ تجھ سے دشمنی کی ہے +

مُؤمن بالقدرِ خیرہٖ و شرّہٖ[لہ] کی مثال

کرد نقاشے دو گونہ نقشہا	نقشہائے صاف و نقشِ بے صفا
اک مصوّر نے بنائے نقش دو	کھینچا اک کو صاف۔ ناصاف اک کو
نقشِ یوسف کرد و حورِ خوش سرشت	نقشِ ابلیسان و عفریتانِ زشت
نقشِ حور و نقشِ یوسف ایک تھا	دوسرا شیطان کا اور بھوت کا
ہر دو گونہ نقش استادیِ اوست	زشتیِ او نیست آں رادیِ اوست
نقش دونوں اُس کی اُستادی کے تھے	کب بُرے وہ۔ اس کی دانائی کے تھے
خوب را در غایتِ خوبی کشد	حسنِ عالم چاشنی از وے چشد
خوب صورت کو وہ کھینچے خوب تر	چکھے اُس کی چاشنی حسین نظر
زشت را در غایتِ زشتی کند	جملہ زشتیہا بگردش بر تند
زشت کو کرتا ہے حد درجہ بُرا	اُس پہ چھا جاتی ہے زشتی برملا
تا کمالِ دانشش پیدا شود	منکرِ استادیش رسوا شود
تا ہو ظاہر اس کی دانش کا کمال	منکر اُس کا یوں رہے رسوا کمال
ور نتاند زشت کردن ناقص است	زیں سبب خلّاقِ گبر و مخلص است
نقص ہے گر وہ نہ ایسا کر سکے	گبر و مسلم کا ہے خالق اس لئے
پس ازیں رو کفر و ایماں شاہد اند	بر خداوندیش ہر دو ساجد اند
کفر و ایماں شاہد اُس باری کے ہیں	سجدے میں اس کی خداوندی کے ہیں
لیک مومن دانکہ طوعاً ساجد است	زانکہ جویائے رضا و قاصد است
ہیں خوشی سے اُس کے ساجد مومنیں	ہیں رضا جو بالارادہ بالیقیں

لہ ہم اُس کے نیکی اور بدی کے اندازے پر ایمان لائے۔

هست کرّنا گبر هم یزدان پرست — لیک قصد او مرادے دیگرست

کافر اس کو پوجتے ہیں جبر سے — اور ہی کچھ اُن کا مقصد ہے دلے

قلعهٔ سلطاں عمارت می کند — لیک دعوائے امارت می کند

قلعۂ سلطاں کا ہے تعمیر گر — مدعی ہے وہ امیری کا مگر

گشته باغی تا که ملک او را بود — عاقبت خود قلعه سلطانی شود

ہے وہ باغی تاکہ مُلک اس کو ملے — مُلکِ سلطاں قلعہ خود آخر رہے

مومن آں قلعه برائے بادشاه — می کند معمور نے از بهرِ جاه

مومن اُس قلعے کو بہر بادشاہ — کرتا ہے آباد۔ نے از بہر جاہ

زشت گوید اے شهِ زشت آفریں — قادری بر خوب و بر زشتِ مہیں

بد یہ بولے اے شہِ زشت آفریں — نیک و بد پر تو ہے قادر بالیقیں

خوب گوید اے شهِ حسن و بها — پاک گردانیدیم از عیبها

نیک بولے اے شہِ حُسن و بہا — تو نے مجھ کو پاکِ عیبوں سے کیا

حمد لك والشكر لك یا ذا المنن — حاضری و ناظری بر حالِ من

تیرا شکر اور حمد ہے اے کبریا — حاضر و ناظر ہے میرے حال کا

حاصل آنکه او هر آں چه خواست کرد — خوب را و زشت را چوں خار و ورد

مختصر یہ اس نے جو چاہا کیا — مثلِ خار و گل ہر اک اچھا برا

اوست بر هر پادشاهے پادشا — کار سازِ یفعل الله ما یشاء

ہے وہ ہر اک پادشہ کا بادشا
کار سازِ یفعل اللہ ما یشاء[1]

[1] اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

بیمار کو رسولؐ مقبول کا دعا و توبہ سکھانا

گفت پیغمبر مر آں بیمار را	ایں بگوے وسہل کن دشوار را
مصطفیٰؐ نے یوں کہا بیمار سے	یہ دعا کر سہل ہوں گے مرحلے
آتنا فی دار دنیانا حسن [۱]	آتنا فی دار عقبانا حسن
اے خدا دنیا میں دے نیکی ہمیں	اے خدا عقبیٰ میں دے نیکی ہمیں
راہ را بر ما چو بستاں کن لطیف	مقصدِ ما باش ہم تو اے شریف
راستہ گلزار کر دے اے لطیف	بن ہمارے دل کا مقصد اے شریف
مومناں گویند در حشر اے ملک	نے کہ دوزخ بود راہِ مشترک
حشر میں پوچھیں گے مومن اے ملک	کیا نہیں راہ جہنم مشترک
مومن و کافر برآں یابد گذار	ما ندیدیم اندریں رہ دودِ نار
مومن و کافر کا تھا اُس پر گذار	راہ میں دیکھا نہ ہم نے دودِ نار
نک بہشت و بارگاہِ امنی	پس کجا بود آں گذرگاہ دنی
یہ بہشت اور بارگہ ہے امن کی	پس کہاں ہے وہ گذر گہ دنی
پس ملک گوید کہ آں روضۂ خضر	کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
بادشا بولے کہ وہ روضہ نہیں	جو نظر آیا فلاں جا راہ میں
دوزخ آں بود و سیاست گاہِ سخت	بر شما شد باغ و بستان و درخت
تھا وہی دوزخ سیاست گاہِ سخت	ہو گیا تم پر وہ گلزار اور درخت

[۱] جیسا کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ و جلالہٗ نے اپنے کلام میں دعا کی تعلیم فرمائی ہے کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنی اے خدا ہمیں دنیا و آخرت میں نیکی دے اور دوزخ کی آگ سے بچا۔

چوں شما ایں نفس دوزخ خوے را | آتشی و گبر فتنہ جوے را

تم نے جب اس نفس دوزخ خو کے ساتھ | آتشی اور گبر فتنہ جو کے ساتھ

جہد ہا کردید تا شد پر صفا | نار را کشتید از بہرِ خدا

جہد کر کے، کر لیا اس کو صفا | اور بجھایا آگ کو بہرِ خدا

آتشِ شہوت کہ شعلہ می زدے | سبزۂ تقوےٰ شد و نورِ ہدے

آتشِ شہوت جو شعلہ تاب تھی | سبزہ اور نورِ ہدایت بن گئی

آتشِ خشم از شما ہم حلم شد | ظلمتِ جہل از شما ہم علم شد

غصہ کی آتش ہوئی جب تم سے حلم | جہل کی ظلمت ہوئی بس تم سے علم

آتشِ حرص از شما ایثار شد | واں حسد چوں خار بُد گلزار شد

آگ بدلی حرص کی ایثار میں | بدلا بس خارِ حسد گلزار میں

چوں شما ایں جملہ آتشہائے خویش | بہرِ ما کشتید تا شد نوش نیش

جب بجھیں آگیں ہمارے واسطے | نیش بھی پھر نوش سارے ہو گئے

نفسِ ناری را چو باغے ساختید | اندرو تخمِ وفا انداختید

نفسِ ناری کو بنایا باغ سا | اُس کے اندر بو دیا تخمِ وفا

بلبلانِ ذکر و تسبیح اندرو | خوش سرایاں در چمن بر طرفِ جو

اور بھی پس بلبلانِ ذکر ہو | نغمہ زن گلشن میں سوئے آبِ جو

داعیِ حق را اجابت کردہ اید | در جحیمِ نفس آب آوردہ اید

تم مطیعِ داعیِ حق ہو گئے | نفس کے دوزخ میں پانی ڈال کے

دوزخِ ما نیز در حقِ شما | سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا

پس تمہارے حق میں دوزخ ہو گیا | سبزہ و گلزار اور برگ و نوا

چیست احسان را مکافات اے پسر | لطف و احسان و ثوابِ معتبر

بدلا ہے احسان کا کیا اے پسر | لطف و احسان اور ثوابِ معتبر

نے شما گفتید ما قربانیم
مت کہو ایسا کہ قربانی ہیں ہم
پیش اوصاف بقا ما فانیم
اور بقا کے سامنے فانی ہیں ہم

ما اگر قلاش اگر دیوانہ ایم
ہم اگر قلاش اور دیوانہ ہیں ٹھیک
مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم
پھر بھی مست ساقی و پیمانہ ہیں

برخط و فرمان او سر می نہیم
سر بسجدہ اُس کے ہیں فرمان پر
جان شیریں را گروگاں می دہیم
جان شیریں ہے نثار اُس آن پر

تا خیال دوست در اسرار ماست
جب سے اس دل میں خیال یار ہے
چاکری و جاں سپاری کار ماست
چاکری اور جاں نثاری کار ہے

ہر کجا شمع بلا افروختند
جس جگہ شمع بلا روشن ہوئی
صد ہزاراں جان عاشق سوختند
جان لاکھوں عاشقوں کی جل گئیں

عاشقانے کز درون خانہ اند
دل سے جو عاشق ہیں اور دیوانہ ہیں
شمع روئے یار را پروانہ اند
شمع روئے یار کے پروانہ ہیں

اے دل آں جارو کہ با تو روشن اند
اے دل اُس جا چل جو تیرے یار ہیں
وز بلاہا مر ترا چوں گلشن اند
اور بلاؤں میں بھی اک گلزار ہیں

درمیان جاں ترا جا می کنند
جان میں اپنی وہ تیری جا کریں
تا ترا پُر بادہ چوں جامے کنند
تجھ کو مے سے جام کی صورت بھر دیں

درمیان جان ایشاں خانہ گیر
جان میں ان کی جگہ اپنی بنا
در فلک خانہ گُزیں اے بدر منیر
چاند سے ہاں ہو چرخ پر جلوہ نما

چوں عطارد دفتر دل وا کنند
دفتر دل جوں عطارد کھول دیں
تا کہ بر تو سرہا پیدا کنند
اور تجھ پر راز وہ ظاہر کریں

پیش خویشاں باش چوں آوارہ
اپنوں میں رہ جیسے آوارہ ہے تو
بر مہ کامل زن ار مہ پارہ
چاند سے جا مل جو مہ پارہ ہے تو

جزو را از کل خود پرہیز نیست	با مخالف ایں ہمہ آمیز چیست
جزو کو پرہیز کل سے کب رہے	ہے مخالف کا موافق کس لئے
جنس را بیں نوع گشتہ در روش	غیبہا بیں گشتہ عین از پرتوش
دیکھ جنس اپنی روش میں نوع ہے	اس کے پرتو سے ہے۔ ظاہر ہے جو شے
تا چو زن عشوہ خری اے بے خرد	از دروغ و عشوہ کے یابی مدد
مثل زن عشوے نہ کر لے پر خرد	کیا دروغ و عشوہ سے پائے مدد
چاپلوس و لفظ شیریں و فریب	می ستانی می نہی چوں زن بجیب
چاپلوسی، مکر، شیریں لفظ، چال	جیب میں رکھتا ہے عورت کی مثال
مر ترا دشنام و سیلی شہاں	بہتر آید از ثنائے گمرہاں
مجھ کو بہتر گالی تھپڑ شاہ کا	گمرہوں کی مدح سے ہے برملا
صفع شاہاں خور مخور شہد خساں	تا کسے گردی ز اقبال کساں
شہ کا تھپڑ کھا، نہ شہد ناکساں	تا تجھے کس کر دے اقبال کساں
زانکہ زیشاں خلعت و دولت رسد	در پناہ روح جاں گردد جسد
کیونکہ اُن سے خلعت و دولت ملے	اور پناہِ روح میں تن جاں بنے
ہر کجا بینی برہنہ بے نوا	داں کہ او بگریختہ از اوستا
جس جگہ دیکھے برہنہ بے نوا	جان۔ ہے اُستاد سے بھاگا ہوا
تا چناں گردد کہ می خواہد دلش	آں دل کور بد بے حاصلش
کیونکہ مرضی اپنی ہے وہ چاہتا	اس کا دل ہے کور بے حاصل ہوا
گر چناں گشتے کہ استا خواستے	خویش را و خویش را آراستے
ہوتا گر۔ اُستاد تھا جو چاہتا	کرتا اپنی ذات کو آراستا
ہر کہ از استا گریزد در جہاں	او ز دولت می گریزد ایں بداں
جو کہ بھاگا دہر میں اُستاد سے	جان دولت سے گریزاں تو اُسے

پیشۂ آموختی در کسبِ تن
کسبِ تن کا پیشہ سیکھا کیا ہوا

در جہاں پوشیدہ گشتی و غنی
ہو جہاں میں تو غنی پوشیدہ تر

پیشۂ آموز کاندر آخرت
سیکھ وہ پیشہ کہ روزِ آخرت

آں جہاں شہریست پُر بازار و کسب
کسب سے لبریز ہے بس وہ جہاں

حق تعالیٰ گفت ایں کسبِ جہاں
اس جہاں کا کسب کہتا ہے خدا

ہم چو آں طفلے کہ بر طفلے تند
طفل سے جس طرح طفلِ ناشناس

آں مساسِ طفل چہ بود بازیے
ہے مساسِ طفل بازی جان لے

کودکاں سازند در بازی دُکاں
کھیل میں بچے بناتے ہیں دُکاں

شب شود در خانہ آید گرسنہ
رات آئے۔ گرسنہ گھر کو چلے

ایں جہاں بازی گہ ست و مرگ شب
کھیل کی جا ہے جہاں اور مرگ شب

سوئے خانۂ گور تنہا ماندۂ
گور کے گھر میں تو ہے تنہا پڑا

چنگ اندر پیشۂ دینی بزن
پیشۂ دیں میں تو ہو نغمہ سرا

چوں بروں آئی ازاں جا چوں کنی
کیا کرے نکلے وہاں سے تو اگر

اندر آید دخلِ کسبِ مغفرت
ہو میسر دخلِ کسبِ مغفرت

تا نہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب
کسب اسی جا ہے فقط۔ تو یہ نہ جان

پیش آں کسب است لعبِ کودکاں
سامنے اُس کسب کے ہے کھیل سا

شکلِ صحبت کُن مساسے می کنند
مثلِ صحبت کُن کے کرتا ہے مساس

با جماعِ رستمے و غازیے
صحبتِ مردانگی کے سامنے

سود نبود جز کہ تعطیلِ زماں
وقت ہے بے سود اُن کا رائگاں

کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ
رہ گیا تنہا وہ بچے چل دئے

بازگردی کیسہ خالی پُر تعب
جیب خالی لوٹتا ہے پُر تعب

با فغان و حسرتا بر خواندۂ
ہے زباں پر حسرتا۔ واحسرتا

کسبِ دیں عشق ست و جذبِ اندرو ... قابلیت نورِ حق داں اے حروں
کسبِ دیں ہے عشق اور جذبِ درُ دل ... قابلِ نورِ خدا ہو پُر فنوں

کسبِ فانی خواہدت ایں نفسِ خس ... چند کسبِ خس کنی بگذار بس
کسبِ فانی چاہے ہے تیرا نفسِ خس ... چھوڑ یہ کسبِ حقیر و خوار بس

نفسِ خس گر جویدت کسبِ لطیف ... حیلہ و مکرے بود آں را ردیف
تیرا نفسِ بد جو ڈھونڈے کسبِ نیک ... اس کے پیچھے بالیقیں حیلہ ہو ایک

ابلیس کا حضرتِ معاویہؓ کو جگانا

در خبر آمد کہ آں معاویہؓ ... خفتہ بُد در قصر در یک زاویہ
قولِ پیغمبرؐ یہ ہے۔ معاویا ... سو رہے تھے اپنے گھر میں بے ملا

قصر را از اندروں در بستہ بود ... کز زیارتہائے مردم خستہ بود
بند دروازے تھے گھر کے کر دئے ... لوگوں کے ملنے سے وہ بیزار تھے

ناگہاں مردے ورا بیدار کرد ... چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد
مرد نے ان کو جگایا ناگہاں ... ہو گیا آنکھ ان کی کھلتے ہی نہاں

گفت اندر قصر کس را رہ نہ بود ... کیست کایں گستاخی و جرأت نمود
بولے گھر میں کوئی آسکتا نہ تھا ... کون یہ گستاخ جرأت کر گیا

گرد بر گشت و طلب کرد آں زماں ... تا بیابد زآں نہاں گشتہ نشاں
ڈھونڈ مارا ہر طرف پھر کر مکاں ... تا ملے اس چھپنے والے کا نشاں

در پسِ در او یکے را دید کو ... در پسِ پردہ نہاں می کرد رو
پیچھے دروازے کے دیکھا ایک کو ... اس جگہ پردے ہیں پوشیدہ تھا جو

گفت ہی تو کیستی نام تو چیست ... گفت نامم فاش ابلیسِ شقی ست
بولے تو ہے کون ہے بتلا نام بھی ... بولا ہے میرا نام ابلیس شقی ہے ہے

گفت بیدارم چرا کردی بہ جد　　راست گو با من مگو بر عکس ضد
بولے تو نے کیوں جگایا تھا مجھے　　سچ بتا، اور جھوٹ کہنا چھوڑ دے

گفت ہنگام نماز آخر رسید　　سوے مسجد زود می باید دوید
بولا آخر ہو گیا وقت نماز　　سوئے مسجد جلد جا اے پاک باز

عَجِّلُوا الطَّاعَاتِ قَبْلَ الْفَوْتِ گفت　　مصطفےٰ چوں دُرِ وحدت را بسفت
بندگی میں چستی ہو قبل قضا　　مصطفیٰ[۱] کا قول سن اے باصفا

گفت نے نے ایں غرض نبود ترا　　کہ بخیرے رہنما باشی مرا
بولے ہرگز یہ نہ تھا منشا ترا　　ہو نہیں سکتا تو میرا رہنما

دزد پنہاں رہ کند در مسکنم　　گویدم کہ پاسبانی می کنم
چور پوشیدہ مرے گھر میں گھسے　　پاسباں ہوں میں، وہ یہ مجھ سے کہے

من کجا باور نمایم دزد را　　دزد کے داند ثواب و مزد را
چور کا کس طرح میں کر لوں یقیں　　چور نیکی سے کبھی واقف نہیں

خاصہ دزدے چوں تو قطاع الطریق　　از چہ رو گشتی چنیں بر من شفیق
خاص کر تجھ ایسا چور اور راہزن　　مہرباں مجھ پر ہوا ہے کیا جتن

ابلیس کا دوبارہ جواب دینا

گفت ما اول فرشتہ بودہ ایم　　راہِ طاعت را بجاں پیمودہ ایم
بولا پہلے تو فرشتہ میں بھی تھا　　جانتا تھا طاعتوں کا راستا

سالکان راہ را محرم بُدیم　　ساکنانِ عرش را ہمدم بُدیم
سالکانِ راہ کا محرم تھا میں　　ساکنانِ عرش کا ہمدم تھا میں

[۱] بندگی اور عبادت میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فوت ہو جائیں ۔

پیشۂ اوّل کجا از دل رود　　　مہرِ اوّل کے ز دل زائل شود

پہلا پیشہ بھول جائے دل سے کیا　　　دل سے کب پہلی محبت ہو جدا

در سفر گر رُوم بینی یا خُتن　　　از دلِ تو کے رود حُبّ الوطن

تو سفر میں رُوم جائے یا خُتن　　　دل سے کب جائے مگر حُبّ وطن

ما ہم از مستانِ ایں مَے بودہ ایم　　　عاشقانِ درگہِ وے بودہ ایم

مست تھے ہم بھی اسی مَے سے کبھی　　　ہم کو الفت تھی اسی درگاہ کی

نافِ ما بر مہرِ او ببریدہ اند　　　عشقِ او در جانِ ما کاریدہ اند

نال اپنا اُس کی الفت میں کٹا　　　عشق اُس کا رُوح میں بویا ہوا

روزِ نیکو دیدہ ایم از روزگار　　　آبِ رحمت خوردہ ایم از جویبار

دن ہمارے بھی کبھی اچھے ہی تھے　　　آبِ رحمت نہر سے پیتے رہے

نے کہ ما را دستِ فضلش کاشتہ است؟　　　از عدم ما را نہ او برداشتہ است؟

فضل نے اُس کے ہمیں بویا نہیں؟　　　ہم عدم سے آئے ہیں گو یا نہیں؟

اے بسا گز وے نوازش دیدہ ایم　　　در گلستانِ رضا گردیدہ ایم

ہم نے بھی دیکھی ہیں اس کی رحمتیں　　　سیر کی ہم نے رضا کے باغ میں

بر سرِ ما دستِ رحمت می نہاد　　　چشمہائے لطف بر ما می کشاد

دستِ رحمت اپنے سر پہ تھا کبھی　　　پڑ رہی تھیں ہم پہ نظریں لطف کی

وقتِ طفلی ام کہ بودم شیر جو　　　گاہوارہ ام کہ جنبانید او

وقتِ طفلی جبکہ تھا میں شیر خوار　　　میرا گہوارہ ہلاتا کردگار

از کہ خوردم شیر غیر از شیرِ او　　　کہ مرا پرورد جز تدبیرِ او

دُودھ اُسی کا تو ہے میں نے بھی پیا　　　پرورش ہے اُس کی حکمت نے کیا

لہ یعنی ہم بھی کبھی حُبّ وطن (عدم کی محبت) کی شراب سے مست تھے اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے عشق تھا *

خوئے کاں با شیر رفت اندر وجود
کے تواں او را ز مردم واکشود

شیر خواری سے جو خو تن میں رچے
آدمی سے دور کیونکر ہو سکے

گر غنا بے کرد دریائے کرم
بستہ کے گردند درہائے کرم

گر خفا ہے مجھ سے دریائے کرم
بند لیکن کب ہیں درہائے کرم

اصل نقدش لطف و داد و بخشش است
قہر بر وے چوں غبارے بر غش است

اصل ذات اس کی کرم ہے اور سخا
قہر اس کا پرکھے بس کھوٹا کھرا

از برائے لطف عالم را بساخت
ذرہ ہا را آفتاب او نواخت

لطف سے اس نے بنایا یہ جہاں
ذروں کو سورج نے بخشیں گرمیاں

فرقت از قہرش اگر آبستن است
بہر قدر وصل او دانستن است

فرقت اس کے قہر سے گو ہے بھری
تا ہو ظاہر قدر اس کے وصل کی

می دہد جاں را فراقش گوشمال
تا بداند قدر ایام وصال

گوشمالی جاں کو دیتا ہے فراق
قدر تا ہو وصل کی با اشتیاق

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
قصد من از خلق احساں بودہ است

بولے پیغمبر ہے فرمانِ خدا
خلق سے مقصود ہے احساں مرا

آفریدم تا ز من سودے کنند
تا ز شہدم دست آلودے کنند

نفع پائیں اس لئے پیدا کیا
شہد سے میرے ہوں شیریں مدعا

نے برائے آنکہ من سودے کنم
وز برہنہ من قبائے بر کنم

یہ غرض کب تھی کہ ان سے نفع لوں
اور برہنہ سے قبا کو چھین لوں

چند روزے کہ ز پیشم راندہ است
چشم من بر روئے خوبش ماندہ است

چند دن گو وہ ہوا مجھ سے جدا
دھیان میرا بس اسی میں ہے لگا

کز چناں روئے چنیں قہرے عجب
ہر کسے مشغول گشتہ در سبب

ایسے منہ سے قہر ایسا ہے عجب
ہو گیا ہر ایک مشغول سبب

من سبب را ننگرم کو حادث است	زانکہ حادث حادثے را باعث است
میں نہ دیکھوں وجہ کو حادث ہے وہ	جو ہے حادث حدث کا باعث ہے وہ
لطف سابق را نظارہ می کنم	واں چہ او حادث دو پارہ می کنم
لطف سابق کے نظارے کرتا ہوں	اور حادث کے دو ٹکڑے کرتا ہوں
ترک سجدہ از حسد گیرم کہ بود	ایں حسد از عشق خیزد نز جحود
ترک سجدہ تھا حسد سے یوں سہی	یہ حسد بھی شان ہے اک عشق کی
ایں حسد از دوستی خیزد یقیں	کہ شود با دوست غیرے ہم نشیں
یہ حسد ہے دوستی سے کر یقیں	غیر کیونکر دوست کا ہو ہم نشیں
ہست شرطِ دوستی غیرت پزی	ہم چو شرطِ عطسہ گفتن دیر زی
دوستی کی اشرط، غیرت ہے سنو	جیسے کہنا چھینک پر "دیر جیتے رہو"
چونکہ بر نطعش جز ایں بازی نبود	گفت بازی کن چہ دانم در فزود
اُس کے آگے ایک بازی تھی یہی	مجھ سے بولا کھیل، میں نے کھیل لی
آں یکے بازی کہ بد من باختم	خویشتن را در بلا انداختم
وہ جو میں نے کھیلی اک بازی بُری	پڑ گیا اُس سے بلا میں واقعی
در بلا ہم می چشم لذاتِ او	ماتِ اویم ماتِ اویم ماتِ او
لذتیں اُس کی بلا میں بھی چکھوں	مات ہوں ہیں۔ مات ہوں میں۔ مات ہوں
چوں رہاند خویشتن را اے سرہ	ہیچ کس در شش جہت از ششدرہ
کس طرح خود کو کوئی کرلے رہا	شش جہت سے، جب وہ ششدر ہو گیا
جزو شش از کل شش چوں وارہد	خاصہ کہ بے چوں مرادرا کج نہد
چھ کا جز کب چھ کے کل سے ہو جدا	خاص کر جب کج اسے رکھے خدا
ہر کہ در شش او درونِ آتش است	اوش بر ہاند کہ خلاقِ شش است
جو پھنسا چھکے میں دوزخ میں گیا	ہاں خدائے شش جہت کردے رہا

خود اگر کفر است اگر ایمان او
دست باف حضرت است و آن او
کفر ہے دنیا میں یا ایمان ہے
کھیل اُس کا اور اُس کی آن ہے

حضرت معاویہؓ کا پھر تقریر کرنا

گفت امیر او را کہ اینہا راست است
لیک بخش تو ازینہا کاست ست
سچ ہے یہ تیرا بیاں . بولے امیر
کم ترا حصہ ہے لیکن اے شریر

صد ہزاراں چوں مرا تو رہ زدی
حفرہ کردی در خزانہ آمدی
راہ ماری تو نے مجھ سے لاکھ کی
ہے نقب اکثر خزانوں میں تری

آتشی از تو بسوزم چارہ نیست
کیست کز دستِ تو جامہ اش پارہ نیست
آگ ہے تو تجھ سے جلنا ہے ضرور
کس کے کپڑوں سے ہے تیرا ہاتھ دُور

طبعت اے آتش چو سوزاننده است
تا نسوزانی تو چیزے چارہ نیست
ہے طبیعت تیری آتش سے بھری
بے جلائے تو نہ باز آئے کبھی

لعنت این باشد کہ سوزانت کند
اوستادِ جملہ دزدانت کند
ہے وہ لعنت جو تجھے سوزاں کرے
چوروں کا اُستاد فی الجملہ کہے

با خدا گفتی شنیدی رو برو
من کہ باشم پیش مکرت اے عدو
تو نے باتیں کیں خدا سے دو بدو
میں ہوں تیرے سامنے کیا اے عدو

معرفتہائے تو چوں بانگِ صفیر
بانگِ مرغان است اما مرغ گیر
معرفت ہے تیری جوں بانگِ صفیر
بانگ مرغوں کی ہے لیکن مرغ گیر

صد ہزاراں مرغ را او رہ زدست
مرغ غرہ کاشنائے آمدست
مرغ لاکھوں ہو گئے بے راستا
مرغ نے جانا کہ آیا آشنا

در ہوا چوں بشنود بانگِ صفیر
از ہوا آید شود این جا اسیر
جب ہوا میں وہ سنے بانگِ صفیر
نیچے اُترے اور اس جا ہو اسیر

قومِ نوحؑ از مکرِ تو در نوحہ اند ‏ ‏ ‏ دل کباب و سینہ شرحہ شرحہ اند
مکر سے تیرے ہے قومِ نوحؑ زار ‏ ‏ ‏ دل کباب اور سینہ تجھ سے ہے فگار

عاد را تو باد دادی در جہاں ‏ ‏ ‏ در فگندی در عذاب و اندہاں
عاد کو دنیا میں تو نے دی ہوا ‏ ‏ ‏ اور عذابوں میں کیا پھر مبتلا

از تو بود ایں سنگسارِ قومِ لوطؑ ‏ ‏ ‏ در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط
تجھ سے قومِ لوطؑ ٹھہری سنگ سار ‏ ‏ ‏ کالے پانی میں ہوئے سب غوطہ خوار

مغزِ نمرود از تو آمد ریختہ ‏ ‏ ‏ اے ہزاراں فتنہا انگیختہ
مغز تجھ سے پھٹ گیا نمرود کا ‏ ‏ ‏ تو نے فتنے کر دئے لاکھوں بپا

عقلِ فرعونِ ذکیِ فیلسوف ‏ ‏ ‏ کور گشت از تو نیابید او وقوف
عقل اندھی ہو گئی فرعون کی ‏ ‏ ‏ پھر نہ آگاہی کبھی اس کو رہی

بولہب ہم از تو نااہلے شدہ ‏ ‏ ‏ بوالحکم ہم از تو بوجہلے شدہ
بولہب نااہل تجھ سے ہو گیا ‏ ‏ ‏ بوالحکم بوجہل تجھ سے ہو گیا

اے بریں شطرنج بہرِ یاد را ‏ ‏ ‏ مات کردہ صد ہزار استاد را
تو نے اس شطرنج پر اے بے وفا ‏ ‏ ‏ مات لاکھوں باکمالوں کو کیا

اے ز فرزیں بند ہائے مشکلت ‏ ‏ ‏ سوختہ جانہا سیہ گشتہ دلت
تیری فرزیں بندیاں مشکل ہوئیں ‏ ‏ ‏ دل ہوا کالا ترا۔ جانیں جلیں

بحرِ مکری تو و خلقاں قطرۂ ‏ ‏ ‏ تو چو کوہی ویں مسلماں ذرۂ
تو ہے بحرِ مکر، قطرہ ہے جہاں ‏ ‏ ‏ کوہ تو۔ ذرّہ ہے مسلم بے گماں

کہ رہد از مکرِ تو اے مختصم ‏ ‏ ‏ غرقِ طوفانیم الا من عصم[1]
کون ہے آزاد تیرے مکر سے ‏ ‏ ‏ گر نہ لطف و رحم وہ جاناں کرے

[1] قال اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ
اُس روز کوئی حکم خدا سے پناہ دینے والا نہیں مگر وہ جس پہ خدا رحم کرے۔

بس ستارہ سعد از تو محترق
سعد تاروں کو ہے تجھ سے احتراق[1]
بس سپاہِ جمع از تو مفترق
اور ہے جمعیتوں میں افتراق[2]

بس مسلماں کز تو دیں در باختہ
ہیں مسلماں تجھ سے دیں ہارے ہوئے
سرنگوں تا قعرِ دوزخ تاختہ
سرنگوں، دوزخ میں جانے کے لئے

بس چو بلعم از تو نومید آمدہ
دل شکستہ تجھ سے بلعم سے ہوئے
بس چو برصیصا ز تو کافر شدہ
اور برصیصا سے کافر ہوئے

ابلیس کا پھر جواب دینا

گفت ابلیسش کشا ایں عقدہ را
بولا ابلیس، اب تو اس عقدے کو کھول
من محکم قلب را و نقد را
ہوں محک کھوٹے کھرے کی، یوں نہ بول

امتحانِ شیر و کلبم کرد حق
شیر و سگ کا حق نے ہے ناقد[3] کیا
امتحانِ نقد و قلبم کرد حق
ہوں کسوٹی پرکھوں میں کھوٹا کھرا

قلب را من کے سیہ رُو کردہ ام
قلب کو کالا ہے کب میں نے کیا
صیرفیم قیمتِ او کردہ ام
میں ہوں صراف اس کی قیمت دی بتا

نیکواں را رہنمائی می کنم
نیکوں کی میں رہنمائی کرتا ہوں
مربداں را پیشوائی می کنم
اور بدوں کی پیشوائی کرتا ہوں

نیکواں را پیشوا و ما منم
میں ہوں نیکوں کے لئے اک پیشوا
شاخہائے خشک را بر می کنم
شاخ ہائے خشک کو ہوں کاٹتا

صالحاں را مقتدا و ما منم
صالحوں کا مامن و سردار ہوں
طالحاں را نیز یاری می کنم
اور بدکاروں کا بھی غم خوار ہوں

[1] جلنا۔ [2] جدا ہونا۔
[3] پرکھنے والا۔

این علفہائے نہم از بہر چیست | تا پدید آید کہ حیواں جنس کیست
چارہ یہ رکھتا ہے ہم نے کس لئے | تا پتہ کچھ جنس حیواں کا چلے

سگ چو از آہو بزاید بچگے | در سگی و آہوئی دارد شکے
کتا آہو سے اگر بچہ جنے | آہو اور سگ ہونے میں پھر شک رہے

تو گیاہ و استخواں پیشش بریز | تا کدامیں سو کند او گام تیز
اس کے آگے ڈال گھاس اور استخواں | دیکھ مائل کس طرف ہو ناگہاں

گر بسوئے استخواں آید سگ است | ور گیا جوید یقیں آہو رگ است
جائے ہڈی پر تو کتا اس کو جان | گھاس پر آئے تو آہو اس کو مان

قہر و لطفے جفت شد با یکدگر | زاد ازیں ہر دو جہانِ خیر و شر
مل گئے لطف و غضب با یک دگر | اور ہوا پیدا جہانِ خیر و شر

تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن | قوتِ نفس و قوتِ جاں را عرضہ کن
گھاس کو اور اُستخواں کو کر عیاں | تو غذائے نفس و جاں تو کر عیاں

گر غذائے نفس جوید ابتر است | ور غذائے رُوح خواہد سرور است
نفس کی مانگے غذا ، ابتر ہے وہ | رُوح کی مانگے غذا ، سرور ہے وہ

گر کند او خدمتِ تن ہست خر | ور رود در بحرِ جاں یابد گہر
خدمتِ تن گر کرے تو ہے وہ خر | بحرِ جاں میں جائے تو پائے گہر

گرچہ ایں دو مختلف خیر و شر اند | لیک ایں ہر دو بیک کار اندر اند
گرچہ یہ دو مختلف ہیں خیر و شر | ہیں مگر دونوں لگے اک کام پر

انبیا طاعات عرضہ می کنند | دشمناں شہوات عرضہ می کنند
انبیا سے ہو گی طاعت آشکار | اور کافر سے ہو شہوت آشکار

نیک را چوں بد کنم یزداں نیم | داعیم من خالقِ ایشاں نیم
نیک کو بد کیا کروں ، یزداں نہیں | ہوں میں داعی اُن کا خالق ہاں نہیں

خوب را من زشت سازم رب نیم ‌ ‌ ‌ زشت را و خوب را آئینہ ام

اچھے کو کر دوں برا۔ میں رب نہیں ‌ ‌ ‌ آئینہ نیکی بدی کا کر یقیں

سوخت ہندو آئینہ از دود را ‌ ‌ ‌ کایں سیہ روئی نماید مرورا

کر دیا زنگی نے آئینہ تباہ ‌ ‌ ‌ کیونکہ اس میں منہ نظر آیا سیاہ

گفت آئینہ گناہ از من نبود ‌ ‌ ‌ جرم آں را نہ کہ آئینہ زدود

آئینہ بولا خطا میری نہیں ‌ ‌ ‌ جس نے صیقل کی وہ مجرم بالیقیں

او مرا غماز کرد و راست گو ‌ ‌ ‌ تا بگویم زشت کو و خوب کو

اس نے غماز اور کیا سچا مجھے ‌ ‌ ‌ تا برا اچھا جو ہو منہ پر کھلے

من گواہم بر گواہ زنداں کجاست ‌ ‌ ‌ زاہل زنداں نیستم یزداں گواست

میں ہوں شاہد، قید ہو شاہد کو کیا ‌ ‌ ‌ میں نہیں قیدی خدا شاہد مرا

ہر کجا بینم درخت میوہ دار ‌ ‌ ‌ تربیتہا می کنم من دایہ وار

میں جہاں دیکھوں درخت میوہ دار ‌ ‌ ‌ پرورش کرتا ہوں اس کی دایہ وار

ہر کجا بینم درخت تلخ و خشک ‌ ‌ ‌ می برم من می شناسم پشک مشک

پیڑ آتا ہے نظر جو تلخ و خشک ‌ ‌ ‌ کاٹتا ہوں جانتا ہوں، پشک[1] و مشک

خشک گوید باغباں را کاے فتا ‌ ‌ ‌ مر مرا چہ می بری سر بے خطا

یہ درخت خشک کرتا ہے گلا ‌ ‌ ‌ کیوں مرا سر کاٹتا ہے بے خطا

باغباں گوید خمش اے زشت خو ‌ ‌ ‌ بس نباشد خشکیٔ تو جرم تو

باغباں کہتا ہے چپ اے زشت خو ‌ ‌ ‌ یہ بھی ہے اک جرم جو ہے خشک تو

خشک گوید راستم من کژ نیم ‌ ‌ ‌ تو چرا بے جرم می بری پیم

پیڑ کہتا ہے۔ نہیں مجھ میں کجی ‌ ‌ ‌ بے خطا کیوں کاٹتا ہے جڑ مری

[1] گوبر۔ مینگنی۔

باغباں گوید اگر مسعود ئے | کاشکے کژ بودی و تر بودیے
باغباں کہتا ہے، تو تھا سعد اگر | ٹیڑھا ہوتا کاش، لیکن ہوتا تر

جاذبِ آبِ حیاتے گشتۂ | اندر آبِ زندگی آغشتۂ
تو ہوا ہے جاذبِ آبِ حیات | تیرا آبِ زندگی میں ہے ثبات

تخمِ تو بد بودہ است و اصلِ تو | با درختِ خوش نشاید وصلِ تو
بیج تھا تیرا برا اور جڑ تری | اچھے پیڑوں سے نہ چاہیے وصل بھی

شاخِ تلخ ار با خوشے وصلت کند | آں خوشی اندر نہادش بر زند
تلخ ٹہنی ہو جو پیوند اچھے سے | اچھا بن فطرت سے اس کی جا ملے

گر ترا بیدار کردم بہرِ دیں | خوئے اصلِ من ہمین است و ہمیں
گر جگایا مجھ کو دیں کے واسطے | میری اصلی خو یہی تھی جان لے

حضرتِ معاویہؓ کا ابلیس پر سختی کرنا

گفت امیر اے راہزن حجت مگو | مر ترا رہ نیست در من رہ مجو
بولے وہ اے راہزن حجت نہ کر | تجھ پہ پائے گا نہ قابو بے خبر

راہزنی تو من غریب و تاجرم | ہر لباسے کہ آری کے خرم
تو ہے رہزن میں ہوں تاجر اے پلید | تو جو کپڑے لائے کیوں کیونکر خرید

گردِ رختِ من مگرد از کافری | تو نۂ رختِ کسے را مشتری
تاک کر ساماں نہ کر تو کافری | تو ہے ایسی چیز کا کب مشتری

مشتری نبود کسے را راہزن | ور نماید مشتری مکر است و فن
مشتری ہوتا ہے کس کا رہزن | اور جو ایسا ہو تو ہے مکر او رفن

تا چہ دارد ایں حسود اندر کدو | اے خدا فریاد ما را زیں عدو
جانے ہے دشمن کے دل میں کیا چھپا | اس سے فریادی ہوں میں اے کبریا

گر بیکے فصل دگر در من دمد	بُرد خواہد از من ایں رہزن نمد
سحر اگر ایسا ہی اور اک کردیا	لوٹ کر رہزن مجھے لے جائے گا

درگاہِ خدا میں حضرت معاویہؓ کی فریاد

ایں حدیثش ہمچو دُود است اے الٰہ	رحم کن ورنہ گلیمم شد سیاہ
اس کی باتیں اک دھواں ہیں اے الٰہ	رحم کر ورنہ ہُوا کمبل سیاہ
من بحجت بر نیایم با بلیس	کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس
جیتوں میں شیطان سے حجت میں کیا	ہے یہ فتنہ ہر شریف و سفلہ کا
آدمے چوں عَلَّمَ الاَسْمَا بگست	با تگ حق ایں سگ بے تگ تست
شانِ آدم عَلَّمَ الاَسْمَاءُ[1] تھی	اُن کی کچھ آگے نہ اس کے چل سکی
از بہشت انداختش بر روئے خاک	چوں سمک در شستِ او شد از سماک
پھینکا گلزارِ جناں سے خاک پر	مثلِ ماہی شست اُن پر پھینک کر
نوحۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می زدے	نیست دستان و فسونش را حدے
کہتے تھے اِنَّا ظَلَمْنَا[2] بالیقیں	سحر اور افسوں کی اُس کے حد نہیں
اندر آں ہر حدیثِ او شر است	صد ہزاراں سحر در وے مضمر ست
اس کی ہے جو بات شر ہے بیگماں	اور لاکھوں سحر ہیں اس میں نہاں

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔ خدا نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھا دئیے +

[2] آدم علیہ السلام کہتے تھے۔ رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا فَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ اے رب! ہم نے یقیناً اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے۔ پس اگر تو ہماری بخشش نہ کریگا اور ہم پر رحم نہ کریگا تو ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہونگے +

مردی مرداں ببندد در نفس	درزن و در مرد افروزد ہوس
مردوں کی مردی کو باندھے اک نفس	مرد و زن میں یہ فزوں کردے ہوس
اے بلیس خلق سوزِ فتنہ جو	بر چہیم بیدار کردی راست گو
بول اے شیطان حاسد فتنہ زا	کیوں کیا بیدار تو نے سچ بتا
زانکہ حجت بر نیاید با منے	ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے
مجھ سے تو حجت میں بڑھ سکتا نہیں	کر غرض اپنی بیاں بے مکر و کیں

ابلیس کا پھر پُرفریب تقریر کرنا

گفت ہر مردیکہ باشد بدگماں	نشنود او راست را با صد گماں
بولا، ہوتا ہے جو کوئی بدگماں	سچی باتوں کو وہ سنتا ہے کہاں
ہر درونے کو خیال اندیش شد	چوں دلیل آری خیالش بیش شد
وہم جس دل میں ہو پیدا خوش خصال	ہر دلیل اُس کا بڑھاتی ہے خیال
چوں سخن در وے رود علت شود	تیغ غازی دزد را آلت شود
بات جب کی جائے۔ علت ہی رہے	تیغ غازی چور کا آلہ بنے
پس جواب او سکوت است و سکوں	ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں
ہے جواب اُس کا خموشی اور سکوں	گفتگو کرنا ہے احمق سے جنوں
تو ز حق ترس از و جو قطع نفس	کہ تو از شرش بماندستی مجلس
تو خدا سے ڈر کے قطع نفس کر	تا رہا ہو اُس کے شر سے بے خطر
تو ز من با حق چہ نالی اے سلیم	رو بنال از شرِ ایں نفس لئیم
میرا فریادی ہے کیوں اللہ سے	تو فغاں کر شر سے اپنے نفس کے
تو خوری حلوا ترا دُمل شود	تپ بگیرد طبع تو مختل شود
کھائے تو حلوا تو پھوڑے ہوں ترے	تپ چڑھے اور طبع کو ناخوش کرے

بے گنہ لعنت کنی ابلیس را — چوں نہ بینی از خود ایں تلبیس را

بے گنہ ابلیس پر لعنت کرے — گر سمجھے تو نہ عیب اپنا اسے

نیست از ابلیس از تست اے غوی[۱] — کہ چو روبہ سوئے دُنبہ می روی

یہ نہیں شیطاں سے تجھ سے ہے غوی! — سوئے دُنبہ جاتا ہے جوں لومڑی

چونکہ در سبزہ بہ بینی دُنبہ را — دام باشد ایں ندانی روبہا

سبزے میں دُنبے کو تُو ہے دیکھتا — جال کا تجھ کو نہیں لگتا پتا

زاں ندانی کت ز دانش دور کرد — میلِ دُنبہ چشمِ عقلت کور کرد

دُور اُس سے عقل تیری ہو گئی — خواہشِ دُنبہ نے دانش چھین لی

حبّک الاشیاء یعمی و یصم — نفسک السوء اجتنب لا تختصم

حُبِّ اشیاء اندھا اور بہرا کرے — نفس بَد ہے۔ تو حسد کو رہ نہ دے

تو گنہ بر من منہ کژ کژ مبیں — من ز بد بیزارم و از حرص و کیں

تو نہ دے الزام مجھ کو کج نظر — حرص و کینہ سے ہوں میں بیزار تر

حرص و کیں ہست از طبائع مختلف — مر مرا کے چار ضد شد مکتنف

حرص و کیں ہو اختلافِ طبع سے — چار عنصر کب ہوئے میرے لئے

من بدی کردم پشیمانم ہنوز — انتظارم تا شبم آید بروز

میں بدی کر کے پشیماں ہوں ہنوز — منتظر ہوں کب ہو میری رات روز

ہم امیدے می زدم با درد و سوز — تا مگر کایں دیم گردد تموز

میں بھی اس امید میں ہوں بیگماں — سردیاں میری بنیں گی گرمیاں

متہم گشتم میان خلق من — فعل خود بر من نہد ہر مرد و زن

متہم میں سارے عالم میں ہُوا — مجھ پہ سب رکھتے ہیں ذمّہ کام کا

۱؎ گمراہ۔

گرگِ بیچارہ اگرچہ گرسنہ ست	متہم باشد کہ او در طنطنہ است
گرگ بے چارہ جو بھوکا گھر میں ہے	متہم ہو گا کہ کروفر میں ہے
از ضعیفی چوں نتاند راہ رفت	خلق گوید تخمہ است از لوت زفت
جب ضعیفی سے نہ چل سکتا ہو راہ	سب کہیں بد ہضمی سے ہے یہ تباہ

حضرتِ معاویہ رضؓ کا ابلیس سے پھر عاجزی کرنا

گفت غیرِ راستی نرہاندت	داد سوئے راستی می خواندت
بولے بے سچ بولے کب ہو گا بری	کھینچتی ہے داد سوئے راستی
راست گو تا وا رہی از چنگِ من	مکر ننشاند غبارِ جنگِ من
سچ بتا تا مجھ سے تو ہو رستگار	مکر سے کب جنگ کا بیٹھے غبار
گفت چوں دانی دروغ و راست را	اے خیال اندیش پُر اندیشہا
بولا جب سچ جھوٹ کو ہے جانتا	کر خیال اندیش، اندیشہ ذرا
گفت پیغمبر نشانے دادہ است	قلب و نیکو را محک بنہادہ است
بولے دیتے ہیں نشانی مصطفیٰؐ	ہے کسوٹی کے لیئے کھوٹا کھرا
گفتہ است الکذب ریبٌ فی القلوب[1]	باز الصدق طمانین طروب
کہتے ہیں کرتا ہے پیدا شک دروغ	باعثِ راحت ہے صدق با فروغ
دل نیارامد ز گفتارِ دروغ	آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ
جھوٹ سے دل کو کہاں راحت ملے	تیل پانی مل کے کب روشن ہوئے

[1] حضرت حسن بن علی علیہما السلام سے روایت ہے - جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا دع ما یریبک الی ما لا یریبک فان الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ ؛ وہ بات چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے اور وہ بات اختیار کر جو شک میں نہ ڈالے۔ کیونکہ راستی اطمینانِ قلب ہے۔ اور جھوٹ شک و شبہ ۔

در حدیثِ راست آرامِ دل است	راستیہا دانۂ دامِ دل است
سچی باتوں ہی میں ہے آرامِ دل	راستی ہے دانہ زیرِ دامِ دل
دل اگر رنجور باشد در دہاں	کو نداند چاشنیِ این و آں
دل جو ہو بیمار، تو منہ ہو بُرا	پھر وہ جانے اِس کا اُس کا کیا مزا
چوں شود از رنج و علت دل سلیم	طعمِ صدق و کذب را باشد علیم
رنج و بیماری سے جب دل ہو رہا	تو ملے اچھے بُرے کا ذائقا
حرصِ آدم چوں سوئے گندم فزود	از دلِ آدم سلیمی را ربود
حرص آدم جب سوئے گندم بڑھی	دل کی وہ سنجیدگی جاتی رہی
پس دروغ و عشوہ ات را گوش کرد	غرّہ گشت و زہرِ قاتل نوش کرد
جھوٹ اور عشووں پہ رکھے اُس نے کان	زہر قاتل پی گیا۔ وہ بدگماں
کژدم از گندم ندانست آں نفس	می برد تمییز از اہلِ ہوس
فرق کژدم اور نہ گندم میں کیا	حرص والوں کو بھلا تمیز کیا!
خلق مستِ آرزو بند و ہوا	زاں پذیرا یند دستانِ ترا
خلق ہے مستِ ہوا و آرزو	اس لئے اُن سب میں ہے مقبول تو
ہر کہ خود را از ہوا خو باز کرد	گوشِ خود را آشنائے راز کرد
جس نے اپنے کو بچایا حرص سے	کان اس کے راز سے واقف ہوئے
ہمچنانکہ در حکایت گفتہ اند	بشنو آں را تا کشاید بستہ بند

جس طرح مشہور ہے یہ داستاں
سُن اسے تا ٹوٹیں تیری بیڑیاں

۵۱ بچھو ۔

قاضی اور اُس کا نائب

قاضیے بنشاندند و می گریست | گفت نائب قاضیا گریہ ز چیست
رو دیا اک شخص جب قاضی بنا | بولا نائب ہے سبب رونے کا کیا

این نہ وقتِ گریہ و فریادِ تست | وقتِ شادی و مبارکبادِ تست
کب یہ وقتِ نالہ و فریاد ہے | یہ تو ہنگامِ مبارک باد ہے

گفت اہ چوں حکم راند بیدلے | درمیانِ آں دو عالم جاہلے
بولا وہ کیا بیدلی سے حکم دے | بیچ دو عالم کے جو جاہل رہے

آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند | قاضیِ مسکین چہ داند زیں دو بند
مدعی دونوں ہیں واقف حال سے | قاضی بیچارہ پہ عقدہ کب کھلے

جاہل ست و غافل ست از حالِ شاں | چوں رود در خونِ شاں و مالِ شاں
جاہل و غافل ہے اُن کے حال سے | کیا خبر دے اُن کے خون و مال سے

گفت خصماں عالم اند و علتی | جاہلی تو لیک شمعِ ملتی
بولا وہ عالم ہیں لیکن علتی | تو ہے جاہل، شمع لیکن دین کی

زانکہ تو علت نداری درمیاں | واں فراغت ہست نورِ دیدگاں
کیونکہ تو رکھتا نہیں علت کوئی | پاک ہے آنکھوں کی تیری روشنی

واں دو عالم را غرض شاں کور کرد | علمِ شاں را علت اندر گور کرد
اُن کو اندھا ہے غرض نے کر دیا | علم علت سے ہوا اُن کا فنا

جہل را بے علتی عالم کند | علم را علت زدلہا بر کند
جہل کو بے علتی عالم کرے | علم کو علت نکالے قلب سے

تا تو رشوت نستدی بینندۂ | چوں طمع کردی ضریر و بندۂ
ہاں نہ رشوت لے۔ اگر بینا ہے تو | اور کرے لالچ تو پھر اندھا ہے تو

از ہوا من خوئے را وا کردہ ام — لقمہائے شہوتی کم خوردہ ام
دُور ہوں حرص و ہوا سے واقعی — لقمے خواہش کے نہیں کھائے کبھی

چاشنی گیر دلم شد با فروغ — راست را دانند حقیقت از دروغ
میرے دل کو اس کی لذت سے فروغ — راستی میں جانتا ہوں اور دروغ

حضرت معاویہؓ کا ابلیس سے اقرار لینا

اے سگِ ملعون جواب من بگو — راست پیش آور دروغے را مجو
اے سگِ ملعون مجھے تو دے جواب — سچ بتا، اور جھوٹ سے کر اجتناب

تو چرا بیدار کردی مر مرا — دشمن بیداریی تو اے دغا
تو نے کیوں بیدار تھا مجھ کو کیا — تو تو بیداری کا دشمن ہے کھلا

ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری — ہمچو خمرے عقل و دانش می بری
نیند جوں خشخاش لے آتا ہے تو — مثل بادہ، عقل لے جاتا ہے تو

چار میخت کردہ ام من راست گو — راست را دانم تو حیلتہا مجو
قید تجھ کو کر لیا ہے سچ بتا — سچ بتا حیلے نہ کر او پُر دغا!

من ز ہر کس آں طمع دارم کہ او — صاحب آں باشد اندر طبع و خو
مجھ کو ہے ہر شخص سے یہ آرزو — ہر کسی کی راستی ہو جائے خو

من ز سرکہ می نجویم شکری — وز مخنث[1] می نجویم لشکری
سر کہ سے شکر نہیں میں ڈھونڈتا — ہیجڑے سے مردی کا کب جویا ہُوا

ہمچو گبراں می نجویم از بتے — کہ بود حق یا ز حق او آیتے
میں کسی بت کو مثالِ کافراں — حق نہیں کہتا، نہ حق کا اک نشاں

[1] مخنث - ہیجڑا۔

من ز سرگیں می نجویم بوئے مشک — من دُرِ آب جُو نجویم خشتِ خشک
بس نہیں میں ڈھونڈتا گوبر سے مشک — اور نہ میں ندّی میں ڈھونڈوں اینٹ خشک

من نجویم پاسبانی راز دزد — کارِ ناکردہ نجویم ہیچ مُزد
میں نہ ڈھونڈوں پاسبانی چور سے — لوں نہ مزدوری میں بے محنت کئے

من ز شیطاں می نجویم کوست خیر — کہ مرا بیدار گرداند بہ خیر
کیا یقیں شیطان سے جب ہے وہ غیر — کیا جگائے وہ برائے کارِ خیر

ابلیس کا امیر معاویہ رضؓ سے اپنا سچّا بھید کہنا

گفت بسیار آں بلیس از عذر و مکر — میر از و نشنید و کرد استیز و صبر
گو بہت کچھ مکر شیطاں نے کیا — مانتے کب تھے امیر باصفا

از بنِ دنداں بگفتش بہر آں — کردمت بیدار می داں اے فلاں
سر جھکا کر یوں لگا کہنے کہ ہاں — یوں کیا بیدار تجھ کو بے گماں

تا رسی اندر جماعت در نماز — از پئے پیغمبرؐ دولت فراز
تا کہ تو پڑھ لے جماعت سے نماز — پیچھے پیغمبرؐ کے ہو کر سرفراز

گر نماز از وقت رفتے مر ترا — ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا
جاتا رہتا وقت اگر اِس کام کا — یہ جہاں تاریک ہوتا برملا

از غبینؒ درد رفتے اشکہا — از دو چشمِ تو مثالِ مشکہا
فوت ہونے سے بہاتا اشک تو — کھولتا آنکھوں کی اپنی مشک تو

آں غبینؒ درد بودے صد نماز — کو نماز و کو فروغِ آں نیاز
سَو نمازوں کے برابر تھا یہ کام — پس کہاں ہے یہ نماز اور وہ مقام

ذوق دارد ہر کسے بر طاعتے — لاجرم نشکیبد از وے ساعتے
سب کے دل میں شوق ہے طاعات کا — اک گھڑی صبر آئے بے طاعت کے کیا

نماز با جماعت فوت ہونے پر افسوس کرنے کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد درون   مردم از مسجد ہمی آمد برون

جاتا تھا اک شخص مسجد میں دواں   لوگ مسجد سے نکلتے تھے وہاں

گشت پرساں کہ جماعت را چہ بود   کز مسجد می بروں آیند زود

پوچھا اُس نے۔کیا جماعت ہو چکی   باہر آتے ہو جو مسجد سے ابھی

آں یکے گفتش کہ پیغمبرؐ نماز   با جماعت کرد و فارغ شد ز راز

ایک بولا۔ہاں پیمبرؐ نے نماز   باجماعت پڑھ لی اور با صد نیاز

تو کجا در می روی اے مردِ خام   چونکہ پیغمبر بداد ست السلام

اب کہاں جاتا ہے تو اے مردِ خام   جب کہ پیغمبرؐ نے پھیرا ہے سلام

گفت آہ و درد از آں آمد بروں   آہِ او می داد از دل بوئے خوں

آہ کی اُس نے، ہوا غم یہ فزوں   آہِ دل سے آرہی تھی بوئے خوں

آں یکے از جمع گفت ایں آہ را   تو بمن دِہ واں نمازِ من ترا

ایک بولا۔آہ اپنی دے مجھے   اور نماز اپنی میں دیتا ہوں تجھے

گفت دادم آہ و بگرفتم نماز   او ستد آں آہ را با صد نیاز

بولا دے دی آہ، اور لے لی نماز   اُس نے لے لی آہ وہ با صد نیاز

با نیاز و با تضرع باز گشت   باز بود و در پئے شہباز گشت

وہ نیاز و عجز سے واپس ہوا   باز تھا شہباز کے پیچھے پڑا

شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے   کہ خریدی آبِ حیوان و شفے

رات کو ہاتف نے اس سے یہ کہا   تو نے لوٹا آبِ حیواں اور شفا

حرمتِ ایں اختیار و ایں دخول   شد نمازِ جملۂ خلقاں قبول

اس کے صدقے میں، کیا جو کچھ حصول   ساری خلقت کی نمازیں ہیں قبول

حضرتِ معاویہ رضؓ سے ابلیس کا آخری اقرار

پس عزازیلش بگفت اے میرزاد
مکرِ خود اندر میاں باید نهاد

پس کہا شیطاں نے اُن سے مہرباں!
مکر میرا اس میں بے شک تھا نہاں

گر نمازت فوت می شد آں زماں
می زدی از دردِ دل آہ و فغاں

فوت ہو جاتی اگر تیری نماز
کرتا دردِ دل سے تُو آہ و نیاز

آں تاسف آں فغان و آں نیاز
درگذشتے از دو صد ذکرِ نماز

پھر وہ افسوس اور وہ نالہ وہ بکا!!
ہوتا بس دو سو نمازوں سے سوا

من ترا بیدار کردم از نهیب
تا نسوزاند چناں آہِ حجیب

کر دیا بیدار بس اس خوف سے
تا نہ تو اب آہ اور نالہ کرے

تا چناں آہے نباشد مر ترا
تا بداں راہے نباشد مر ترا

تا نہ حاصل تجھ کو ایسی آہ ہو
اور نہ حاصل تجھ کو سیدھی راہ ہو

من حسودم از حسد کردم چنیں
من عدوم کارِ من مکرست و کیں

میں ہوں حاسد۔ یہ حسد سے تھا کیا
ہوں عدو ہے کام مکر و کیں مرا

امیر معاویہ رضؓ کا قولِ ابلیس کی تصدیق کرنا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی
از تو ایں آید تو ایں را لائقی

بولے ہاں اس وقت تو نے سچ کہا
تھا یہ تیرا کام جو تو نے کیا

عنکبوتی تو مگس داری شکار
من نیم اے سگ مگس زحمت میار

تو ہے مکڑی کرتا ہے مکھی شکار
میں مگر مکھی نہیں۔ بس ہوشیار

بازِ اسپیدم شکارم شہ کند
عنکبوتے کے بگردِ من تند

باز ہوں۔ کرتا ہے شہ مجھ کو شکار
مکڑی جالا تن سکے کب نابکار

کارِ تو ایں ست اے دزدِ لعیں — سوئے دوغ آری مگس را از انگبیں
کام تیرا بس یہی ہے اے لعیں — دے دہی بھی کو لے کر انگبیں
رو مگس می گیر تا تانی ہلا — سوئے دوغے زن مگسہا را صلا
جا پکڑ تو مکھیاں گر ہو سکے — اور دہی پر آنے کا پیغام دے
در بخوانی تو بسوئے انگبیں — ہم دروغ و دوغ باشد آں یقیں
تو بلائے بھی جو سوئے انگبیں — دوغ ہو وہ اور دروغ اے بدیقیں
تو مرا بیدار کردی خواب بود — تو نمودی کشتیم گرداب بود
بس ترا مجھ کو جگانا خواب تھا — جو دکھائی ناؤ۔ وہ گرداب تھا
تو دریں خیرم ازاں می خواندی — تا ز خیر بہترم می راندی
یہ بھلائی اس لئے تھی تو نے کی — کر نہ لوں نیکی کوئی اس سے بڑی

چور کا صاحبِ خانہ کے ہاتھ سے بھاگ جانا

ایں بداں ماند کہ شخصے دزد دید — در وثاق اندر پئے او می دوید
یہ مثل وہ ہے کہ چور اک شخص نے — دیکھا اور بھاگا پکڑنے کے لئے
تا دو سہ میداں دوید اندر پیش — تا در افگند از تعب اندر خوئیش
وہ گیا دو تین میداں بھاگتا — اس مشقت سے پسینہ آگیا
اندر آں حملہ کہ نزدیک آمدش — تا بدو اندر جہد دریابدش
ایک حملے میں ہوا نزدیک تر — چاہا اس کو زیر کرے دوڑ کر
دزدِ دیگر بانگ کردش کہ بیا — تا ببینی ایں علاماتِ بلا
دوسرا اک چور بول اُٹھا کہ آ — اور یہاں بھی دیکھ طوفانِ بلا
زود باش و باز گرد اے مردِ کار — تا ببینی حالِ ایں جا زار زار
جلدی کر جلدی سے آ اے مردِ کار — تا کہ دیکھے حال اس جا زار زار

چوں شنید ایں مرد گشت اندیشہ ناک — گفت با خود گشتہ گیر ایں جامہ چاک

مرد یہ سن کر ہوا اندیشہ ناک — دل میں سوچا ہو گیا یہ جامہ چاک

گفت باشد کاں طرف دزدے بود — گر نگیرم زود او بر من دود

چور شاید کوئی ہو اس سمت بھی — گر نہ لوٹوں تجھ پہ دوڑے وہ شقی

بر زن و فرزند من دستے زند — کشتن ایں دزد سودم کے کند

بال بچوں پر مرے حملہ کرے — مار کر اس چور کو پھر کیا ملے

ایں مسلماں از کرم می خواندم — گر نگردم زود پیش آید ندم

یہ مسلماں ہے بلاتا رحم سے — گر نہ جاؤں تو ندامت ہو مجھے

بر امید شفقت آں نیک خواہ — دزد را بگذاشت باز آمد براہ

تھا یقیں اس کو کہ وہ ہے نیک خواہ — چور کو چھوڑا، وہ لوٹا گھر کی راہ

گفت اے یار نکو احوال چیست — ایں فغان و بانگ تو از دست کیست

پوچھا اچھے دوست! ہے یہ حال کیا؟ — کیوں فغاں کرتا ہے، کیوں دی تھی صدا؟

گفت اینک ہیں نشان پائے دزد — ایں طرف رفتست دزد زن بمزد

بولا یہ ہیں دیکھ اس کے نقش پا — اس طرف بھاگا ہے دزد بے حیا

نک نشان پائے دزد قلتباں — در پئے او رو بدیں نقش و نشاں

دیکھ لے یہ اس کے قدموں کے نشاں — اور اس کے پیچھے پیچھے ہو رواں

گفت اے ابلہ چہ می گوئی مرا — من گرفتہ بودم آخر دزد را

بولا اے ناداں یہ تو بکتا ہے کیا — چور میرے ہاتھ میں تھا آ چکا

دزد را از بانگ تو بگذاشتم — من تو خر را آدمی پنداشتم

جب سنی تیری صدا، چھوڑا اسے — خر تھا تو، میں آدمی سمجھا تجھے

ایں چہ ژاژ ست و چہ ہرزہ اے فلاں — من حقیقت یافتم چہ بود نشاں

یہ ہے کیا بے ہودہ گوئی اے فلاں — اصل پر قادر تھا میں، کیسا نشاں؟

گفت من از حق نشانت می دہم
این نشانت از حقیقت آگہم

بولا میں بھی حق کا دیتا ہوں نشاں
ہے حقیقی یہ نشاں اے مہرباں

گفت طرّاری تو یا خود ابلہی
بلکہ تو دزدی ازین حال آگہی

بولا تو چالاک ہے یا بے وقوف
واقفِ حال اور دُزدِ فیلسوف

خصم خود را می کشیدم کش کشاں
تو رہانیدی مرا کاینک نشاں

چور کو اپنے میں تھا پکڑے ہوئے
تیری آوازوں نے چھڑوایا اُسے

تو جہت گو من بروتم از جہات
در وصال آیات[1] کو یا بیّنات

تو جہت کہتا ہے میں ہوں بے جہات
وصل میں آیات کیا۔ کیا بیّنات[2]

صنع بیند مردِ محجوب از صفات
در صفات آن است کو گم کرد ذات

صنع کا جویا ہے محجوبِ صفات
ہے صفت میں جس نے کھوئی اپنی ذات

واصلان چون غرقِ ذاتند اے پسر
کے کنند اندر صفاتِ او نظر

ذات میں ہیں غرق واصل اے پسر
وہ صفت پر رکھ نہیں سکتے نظر

چونکہ اندر قعرِ جو باشد سرت
کے برنگِ آب افتد منظرت

ہو اگر ندی کی تہ میں تیرا سر
کیونکر آئے رنگ پانی کا نظر

ور برنگِ آب باز آئی ز قعر
پس پلاسے بستدی دادی تو شعر

تہ سے روئے آب اگر اُبھرا ذرا
دے کے ریشم ٹاٹ تو نے لے لیا

طاعتِ عامہ گناہِ خاصگاں
وصلتِ عامہ حجابِ خاص[3] داں

عام کی اطاعت ہے خاصوں کی خطا
وصلتِ عامہ ہے پردہ خاص کا

[1] نشانیاں ۔ [2] دلیلیں ۔ حجتیں ۔

[3] یعنی جو خاص لوگ اور خاصانِ خدا ہیں۔ اُن کی خطائیں بھی عام لوگوں کی عبادت کے برابر ہیں۔ اس طرح عام لوگ جسے وصل کہتے ہیں۔ وہ خاصانِ خدا کے لئے ایک حجاب ہے ۔

گر وزیرے را کند شہ محتسب	شہ عدوِ او بود نبود محب
شہ وزیر اپنے کو کر دے کوتوال	دشمنی ہے یہ، نہیں محبت کمال

وزیر کا معزول ہو کر کوتوال بن جانا

ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر	بے سبب نبود تغیر ناگزیر
کچھ نہ کچھ تو اُس نے کی ہو گی خطا	بے سبب تبدیلیاں کیوں ہوں بھلا
وانکہ زاوّل محتسب بد خود ورا	بخت و روزی آں بدست از ابتدا
محتسب پہلے ہی سے جو تھا بنا	ابتدا سے وہ مقدر اس کا تھا
لیک آں کاوّل وزیرِ شہ بدست	محتسب کردن سبب فعلِ بدست
جو وزیر شاہ ہو پہلے وہ اب	محتسب ہو۔ فعلِ بد کا ہے سبب
چوں ترا شہ ز آستانہ پیش خواند	باز سوئے آستانہ باز راند
آستاں سے تجھ کو جب سلطاں بلائے	اور پھر تو آستاں کو لوٹ جائے
تو یقیں می داں کہ جُرمے کردۂ	جبر را از جہل پیش آوردۂ
کر یقیں، تجھ سے ہوئی ہے کچھ خطا	جبر تو نے جہل سے ظاہر کیا
گر ترا روزی و قسمت ایں بُدست	پس چرا دی بُدت ایں دولت بدست
تھی جو تیری روزی و قسمت یہی	کیوں یہ دولت کل ترے قبضے میں تھی
قسمتِ خود خود بریدی تو ز جہل	قسمتِ خود را فزاید مرد اہل
تو نے کم کی اپنی قسمت جہل سے	اہل قسمت کو بڑھاتے ہی رہے

مُنافقوں کا مسجدِ ضرار بنانا

یک مثالِ دیگر اندر کژ روی	شاید ار از نقلِ قرآں بشنوی
ہے مثال اک کج روی کی دوسری	نقل کرتا ہوں میں قرآں سے اچھی

اینچنیں کژ بازیے در جفت و طاق
با نبیؐ می باختند اہلِ نفاق

اس طرح کج بازیاں جفت او رطاق
تھے نبیؐ سے کھیلتے اہلِ نفاق

کز برائے عزِّ دینِ احمدی
مسجدے سازیم و بود آں مُرتدی

کہتے تھے یوں از پئے دینِ نبیؐ
ہم بنائیں مسجد اور تھے مُرتدی

اینچنیں کژ بازیے می باختند
مسجدے جز مسجد او ساختند

کھیلتے تھے ایسی کج بازی فتا
مسجد اک اُس کے علاوہ لی بنا

فرش و سقف و قبلہ اش آراستند
لیک تفریقِ جماعت خواستند

فرش چھت قبلہ کیا آراستا
قصد تفریقِ جماعت کا کیا

نزدِ پیغمبرؐ بلابہ آمدند
ہمچو اشتر پیشِ او زانو زدند

پاس پیغمبرؐ کے آئے مکر سے
اونٹ کی مانند دو زانو ہوئے

کاے رسولِ حق برائے محسنی
سوئے آں مسجد قدم رنجہ کنی

اور بولے یا نبیؐ احسان ہو
گر قدم رنجہ کریں اُس سمت کو

تا مبارک گردد از اقدامِ تو
تا قیامت تازہ بادا نامِ تو

آپ کے قدموں سے پائے برکتیں
تا قیامت آپ دُنیا میں رہیں

مسجدے روزِ گِل ہست و روزِ ابر
مسجدے روزِ ضرورت وقتِ صبر

کیا ہے مسجد روزِ گِل اور روزِ ابر
اور ہے روزِ ضرورت وقتِ صبر

تا غریبے یابد آں جا خیر و جا
تا فراواں گردد ایں خدمت سرا

تا مسافر کو ملے رہنے کی جا
تا بڑھے کچھ اور یہ خدمت سرا

تا شعارِ دیں شود بسیار و پُر
زانکہ با یاراں شود خوش کارِ مُر

تا شعارِ دیں ہو افزوں بر ملا
کارِ ناخوش بھی ہو یاروں میں بھلا

مسجد و اصحابِ مسجد را نواز
تو مہی ما شب دمے با ما بساز

مسجد اور اصحابِ مسجد کو نواز
چاند ہے تو۔ دے ہماری شب کو ساز

ساعتے آں جا بگہ تشریف دہ ٭ تزکیہ ما کن زما تعریف دہ

اک گھڑی تشریف اُس جا لائیے ٭ اور ہمارا تزکیہ فرمائیے

تا شود شب از جمالت جملہ روز ٭ اے جمالت آفتاب جاں فروز

تا ہماری رات بھی بن جائے روز ٭ ہے جمالِ پاک مہرِ جاں فروز

اے دریغا کاں سخن از دل بُدے ٭ تا مرادِ آں نفر حاصل شدے

کاش دل سے ہوتیں یہ باتیں تمام ٭ تا جماعت ہوتی وہ فائز مرام

لفظ کآید بیدلے جاں بر زباں ٭ ہمچو سبزہ تُوں بود اے دوستاں

بیدلی کے لفظ یوں ہیں بر زباں ٭ جیسے سبزہ گندگی پر ہو عیاں

ہم ز دُورش بنگرد اندر گذر ٭ خوردن بُو را نشاید اے پسر

دُور ہی سے دیکھ اُس کو اور گزر ٭ سونگھنا بُو کا بُرا ہے اے پسر!

سوئے لطفِ بیوفایاں ہیں مرو ٭ کاں پُل ویراں بود نیکو شنو

سوئے لطفِ بے وفایاں تو نہ جا ٭ کیونکہ وہ پُل ہے مگر ٹوٹا ہوا

گر قدم را جاہلے بر وے زند ٭ بشکند پُل واں قدم را بشکند

گر کوئی ناداں قدم اُس پر رکھے ٭ ٹوٹے پُل اور پاؤں اس کا توڑ دے

ہر کجا لشکر شکستہ می شود ٭ از دو سہ سست مخنث می بود

جس جگہ لشکر کو ہوتی ہے شکست ٭ ہوتا ہے دو تین نامردوں سے پست

در صف آید با سلاح و مرد وار ٭ دل برو بنہد کہ اینک یارِ غار

باندھ کر ہتھیار آئے مرد وار ٭ دل لگائیں اُس سے، جانیں یارِ غار

رو بگرداند چو بیند زخم را ٭ رفتن او بشکند پشت ترا

بھاگے کھا کر زخم اور منہ موڑ کر ٭ جائے وہ، پر پُشت تیری توڑ کر

ایں دراز است و فراواں می شود ٭ و آنچہ مقصود است پنہاں می شود

لمبی ہے یہ گفتگو اور یہ بیاں ٭ اس سے جو مقصد ہے، ہوتا ہے نہاں

چاپلوسی و فسونہا خواندند
نزل دستاں سوئے حضرت راندند

چاپلوسی کر کے اور مکاریاں
ہدیے حضرت کو دئے پُر کر کے ہاں

آں رسول مہربانِ رحم کیش
جز تبسم جز بلے ناورد پیش

وہ رسولِ ذی کرم اور مہرباں
مسکرا کر سن رہے تھے داستاں

شکر ہائے آں جماعت یاد کرد
در اجابت قاصداں را شاد کرد

شکر یہ پھر اس جماعت کا کیا
کی قبول ان قاصدوں کی التجا

می نمودے مکر ایشاں را باو
یک بیک زاں ساں کہ اندر شیر مو

یوں نظر آتا تھا وہ مکر آپ کو
دودھ میں جس طرح کوئی بال ہو

موئے را نادیدہ می کرد آں لطیف
شیر را شاباش می گفت آں ظریف

بال کو نادیدہ کرتے وہ لطیف
دودھ کو شاباش کہتے وہ ظریف

صد ہزاراں مکر و موئے و دمہ
چشم خوابانید آں دم زاں ہمہ

مکر کے بال اور تھے دھوکے سو ہزار
چشم پوشی اُن سے کرتے بار بار

راست می فرمود آں بحرِ کرم
من شمارا از شما مشفق ترم

سچ یہ کہتے تھے جنابِ مصطفیٰ ؐ
تم سے بھی تم پر ہوں میں مشفق سوا

من نشستہ بر کنارِ آتشے
با فروغ و شعلۂ بس ناخوشے

میں ہوں بیٹھا بس کنارے آگ کے
ناگوار اُس کے ہیں شعلے سامنے

ہمچو پروانہ شما آں سو دواں
ہر دو دستِ من شدہ پروانہ راں

مثل پروانہ اُدھر ہو تم دواں
رد کئے ہیں ہاتھ میرے بیگماں

چوں براں شد تا رواں گردد رسول ؐ
غیرتِ حق بانگ زد مشنو زغول

جب یہ ٹھہرا تا روانہ ہوں رسول ؐ
دی ندا حق نے کہ ہیں یہ لوگ غول

کایں خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند
جملہ مقلوب است آنچہ آوردہ اند

مکر و حیلہ ان خبیثوں نے کیا
جھوٹ ہے سب کچھ جو آ کر ہے کہا

قصدِ ایشاں جز سیہ روئی نبود   خیرِ دیں کے جست ترسا و یہود
ہے ارادے میں نہاں ان کے بدی   خیر کب کفار چاہیں دین کی

مسجدے بر جسرِ دوزخ ساختند   با خدا نردِ دغل می باختند
پل پہ دوزخ کے ہے لی مسجد بنا   کرتے ہیں اللہ سے مکر و دغا

قصدِ شاں تفریقِ اصحابِ رسولؐ   فضلِ حق را کے شناسد ہر فضول
چاہتے ہیں فرقِ اصحابِ رسولؐ   فضلِ حق کب جانتا ہے ہر فضول

تا جہودے را ز شام اینجا کشند   کہ بوعظِ او جہوداں سرخوشند
تا یہودی اک بلائیں شام سے   سب یہ متوالے ہیں جس کے وعظ کے

گفت پیغمبرؐ کہ آرے لیک ما   بر سرِ راہیم و بر عزمِ غزا
بولے حضرتؐ یہ بجا ہے لیک ہم   جانے والے ہیں غزا پر ایک دم

زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں   سوئے آں مسجد رواں گردم رواں
اس سفر سے لوٹ کر ہم ناگہاں   ہوں گے اُس مسجد کی جانب بھی رواں

دفعِ شاں گفت و بسوئے غزو تاخت   با دغایاں از دغا نردے بباخت
ان کو رخصت کر کے غزوے کو گئے   اور دغا والوں پہ غالب ہو گئے

چوں بیامد از غزا باز آمدند   طالبِ آں وعدۂ ماضی شدند
جب غزا سے لوٹے تو پھر آئے وہ   وعدۂ ماضی کو آگے لائے وہ

گفت حقش کاے پیمبر فاش گو   عذر آور جنگ باشد باش گو
وحی آئی صاف پیغمبرؐ کہو   عذر کرنے سے لڑائی ہو تو ہو

گفت اے قومِ دغل خامش کنید   تا نگویم رازہا تاں تن زنید
بولے اے مکار لوگو چپ رہو   تا نہ کہہ دوں رازِ مخفی بس کرو

چوں نشانِ چند از اسرارِ شاں   در بیاں آورد بد شد کارِ شاں
بھید جب ان کے گئے ان پر عیاں   کام بگڑا ہو گئے ابتر وہاں

قاصداں زو باز گشتند آں زماں	حاشَ لِلّٰہ حاشَ لِلّٰہ دم زناں
چل دئے قاصد وہاں سے اُس گھڑی	حاشَ لِلّٰہ حاشَ لِلّٰہ رٹ لگی
ہر منافق مصحفے زیرِ بغل	سوئے پیغمبرؐ بیاورد از دغل
ہر منافق آیا قرآں در بغل	سوئے پیغمبرؐ بصد مکر و دغل
بہرِ سوگنداں کہ ایماں جُنّتے ست	زانکہ سوگنداں کژاں را سُنتے ست
کھانے کو سوگند تا وہ ہو سپر	ہے قسم کھانا شعارِ بدگہر
چوں ندارد مرد کژ در دیں وفا	ہر زمانے بشکند سوگند را
مردِ کج جب کر نہیں سکتا وفا	توڑ دیتا ہے قسم کو برملا
راستاں را حاجتِ سوگند نیست	زانکہ ایشاں را دو چشمِ روشنے ست
راستوں کو حاجتِ سوگند کیا	روشنی ہے اُن کی آنکھوں میں فتا
نقضِ میثاق و عہود از احمقی ست	حفظِ ایمان و وفا کارِ تقی ست
توڑنا وعدے کا تو ہے احمقی	حفظِ ایمان و وفا کارِ تقی
گفت پیغمبرؐ کہ سوگندِ شما	راست گیرم یا کہ سوگندِ خدا
بولے پیغمبرؐ قسم کھاتے ہو کیا	اس کو سچ مانوں کہ سوگندِ خدا
باز سوگندِ مکرّر خورد قوم	مصحف اندر دست و بر لب مُہرِ صوم
قسموں پر قسمیں لگی کھانے وہ قوم	ہاتھ میں قرآں اور لبوں پر مُہرِ صوم[۱]
کہ بحقِ ایں کلامِ پاکِ راست	کہ بنائے مسجد از بہرِ خداست
بولے کہتے ہیں کلامِ پاک اُٹھا	ہے بنائے مسجد از بہرِ خدا
اندریں جا ہیچ مکر و حیلہ نیست	قصدِ ما جز صدق و ذکرِ یار نیست
اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں	ہم کریں گے ذکرِ ربّ العالمیں

[۱] روزہ ۔

گفت پیغمبرؐ کہ آوازِ خدا	می رسد در گوشِ من ہمچوں صدا
بولے پیغمبرؐ کہ آوازِ خدا	کانوں میں آتی ہے میرے جوں صدا
مُہر بر گوشِ شما بنہاد حق	تا بآوازِ خدا نارد سبق
ہیں تمہارے کانوں پر مُہریں لگیں	تم صدائے حق کو سن سکتے نہیں
نک صریح آوازِ حق می آیدم	ہمچو صاف از دُردِ می پالایدم
اک کھلی آواز آتی ہے مجھے	صاف کرتی ہے جوئے کو دُرد سے
ہمچنانکہ موسیٰؑ از سوئے درخت	بانگِ حق بشنید کاے مسعود بخت
جیسے موسیٰؑ نے کہ تھے زیرِ درخت	سن لی خالق کی صدا اے نیک بخت
از درخت اِنّی اَنَا اللہ می شنید	با کلام انوار می آمد پدید
پیڑ سے انّی انا اللہ سنتے تھے	نور ظاہر ہوتے تھے اُس بات سے
چوں ز نورِ وحی وا می ماندند	باز نو سوگندہا می خواندند
چونکہ نورِ وحی سے معذور تھے	پھر نئی قسمیں وہ سب کھانے لگے
چوں خدا سوگند را خواندہ سپر	کے نہد اسپر ز کف پیکار گر
جب کہے سوگند کو خالق سپر	ہاتھ سے کب دے سپر پیکار گر
باز پیغمبرؐ بتکذیبِ صریح	قَد کَذَبتُم گفت با ایشاں فصیح
پھر پیمبرؐ نے کہا یہ صاف صاف	جھوٹ ہے کہنا تمہارا اور لاف

فعلِ رسولؐ کے متعلق ایک صحابیؓ کا اندیشہ

تا یکے یارے ز یارانِ رسولؐ	در دلش انکار آمد زاں نکول
اک صحابی تھے رسول اللہ کے	دل میں اس انکار سے گھٹنے لگے
کایں چنیں پیرانِ باشیب و وقار	می کندشاں آں پیمبرؐ شرمسار
یہ تو ایسے ہیں بزرگ ذی وقار	اور پیمبرؐ کر رہے ہیں شرمسار

کو کرم کو ستر پوشی کو حیا
صد ہزاراں عیب پوشند انبیا
کیا ہوئی ستاری اور لطف و حیا
عیب لاکھوں ہیں چھپاتے انبیا

باز در دل زود استغفار کرد
تا نگردد ز اعتراض او روئے زرد
اور پھر فوراً ہی استغفار کی
تا نہ ہو کوئی نئی شرمندگی

لیک آں نقش کجش از دل نرفت
مُہر بد از طبع بے حاصل نرفت
لیکن ان کے دل میں نقش کج رہا
طبع بے حاصل میں جذبہ تھا بُرا

شومیِ یاریِ اصحابِ نفاق
کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق
یہ اثر تھا اس منافق قوم کا
ہو گیا دل ایک مومن کا بُرا

باز می زارید کاے علام سِر
مر مرا بگذار بر کفراں مصر
رو کے بولے۔ راز سے اے باخبر
عفو کر دے میرا کفر پُر ضرر

دل بدستم نیست ہمچوں دیدِ چشم
ورنہ دل را سوزمے ایں دم ز خشم
دل پہ قابو آنکھ کی صورت نہیں
پھونک دیتا ورنہ اس کو بالیقیں

اندریں اندیشہ خوابش در ربود
مسجدِ ایشانش پُر سرگیں نمود
ان خیالوں میں انہیں نیند آ گئی
دیکھا۔ وہ مسجد ہے گوبر سے بھری

سنگہاش اندر حدث جائے تباہ
می دمید از سنگہا دودِ سیاہ
اس کے پتھر گندگی سے ہیں تباہ
اور نکلتا ہے دھواں ان سے سیاہ

دود در حلقش شد و حلقش بخست
از نہیبِ دودِ تلخ از خواب جست
حلق میں پہنچا دھواں یکبارگی
آنکھ تلخی سے دھوئیں کی کھل گئی

در زماں در رو فتاد و می گریست
کاے خدا اینہا نشانِ منکری ست
سرنگوں ہو کر وہ تھے نالہ کناں
اے خدا یہ منکری کا ہے نشاں

خلم بہتر از چنیں حلم اے خدا
کو کند از نور ایمانم جدا
ہے سبکساری بھلی اس حلم سے
تجھ سے جو یارب! جدا مجھ کو کرے

گر بکاوی کوشش اہل مجاز ‌‌ ‌ ‌ تو بتو گندہ بود ہمچوں پیاز

گر تو کھودے کوشش اہل مجاز ‌ ‌ ‌ تہ بہ تہ گندی ملے مثلِ پیاز

ہر یکے از دیگرے بے مغز تر ‌ ‌ ‌ صادقاں را یک ز دیگر نغز تر

اک سے اک تہ اس کی ہے بے مغز تر ‌ ‌ ‌ صادقوں کی ایک سے اک نغز تر

صد کمر بستہ بکر آں قومِ سُست ‌ ‌ ‌ از نفاق و زرق و دینِ نادرست

مستعد سو بار تھی وہ قوم سُست ‌ ‌ ‌ تھا نفاق اور دین ان کا نادرست

صد کمر آں قوم بستہ بر قبا ‌ ‌ ‌ بہرِ ہدمِ مسجدِ اہلِ قبا[1]

اور ان لوگوں نے بے حد سعی کی ‌ ‌ ‌ مسجدِ اہلِ قبا کے ڈھانے کی

ہمچو آں اصحابِ فیل اندر حبش ‌ ‌ ‌ کعبۂ کردند حق آتش زدش

فیل والوں نے حبش میں بر ملا ‌ ‌ ‌ کعبہ بنوایا، دیا حق نے جلا

قصدِ کعبہ ساختند از انتقام ‌ ‌ ‌ حالِ شاں چوں شد فرو خواں از کلام

کعبہ ڈھانے کو بڑھے میدان میں ‌ ‌ ‌ کیا ہوا حال اُن کا پڑھ قرآن میں

مر سیہ رویانِ دیں را خود جہیز ‌ ‌ ‌ نیست الا حیلت و مکر و ستیز

دشمنانِ دین کا ساماں کچھ نہیں ‌ ‌ ‌ جز فریب و حیلہ و پیکار و کیں

ہر صحابی دید زاں مسجد عیاں ‌ ‌ ‌ واقعہ تا شد یقین شاں سر آں

دیکھی وہ مسجد تمام اصحاب نے ‌ ‌ ‌ واقعہ پر وہ یقیں کرنے لگے

واقعات ار باز گویم یک بیک ‌ ‌ ‌ پس یقیں گردد صفا بر اہلِ شک

واقعہ ایک اک کہوں گر یک بیک ‌ ‌ ‌ آج بھی کر لیں یقیں سب اہلِ شک

لیک می ترسم ز کشفِ رازِ شاں ‌ ‌ ‌ نازنیناں اند و زیبد نازِ شاں

ہاں مگر مجھ کو ہے خوفِ کشفِ راز ‌ ‌ ‌ نازنیں ہیں وہ۔ انہیں زیبا ہے ناز

[1] اطرافِ مدینہ میں ایک مسجد ہے +

شرع بے تقلید می پذرفتہ اند — بے محک آں نقد را بگرفتہ اند

شرع بے تقلید کی ہے اختیار — بے کسوٹی نقد کے سرمایہ دار

حکمت قرآں چو ضالہ مومن[۱] است — ہر کسے در ضالہ خود موقن است

حکمت قرآں ہے ضالہ مومنیں — سب اسی ضالہ میں ہیں صاحب یقیں

اشترے گم کردی و جستیش چیست — چوں بیابی چوں ندانی کاں تست

اونٹ اپنا کھو کے تو ڈھونڈے اُسے — کیوں نہ پہچانے جو تو پائے اُسے

ضالہ چہ بود ناقۂ گم کردۂ — از کفت بگریختہ در پردۂ

ضالہ کیا ہے ناقہ ہے کھویا ہؤا — اور تیرے ہاتھ سے بھاگا ہؤا

کارواں در بار کردن آمدہ — اشترِ تو از میانہ گم شدہ

بار کرنے کو تھا آیا کارواں — اونٹ تیرا ہو گیا گم ناگہاں

می دوی ایں سو و آں سو خشک لب — کارواں شد دور و نزدیک ست شب

بھاگتا ہے چار جانب خشک لب — قافلہ ہے دور اور نزدیک شب

رخت ماندہ در زمیں در راہِ خوف — تو پئے اشتر رواں گشتہ بطوف

ہے ترا اسباب جائے خوف میں — اونٹ کو تو ڈھونڈتا تھا طوف میں

کاے مسلماناں کہ دیدست اشترے — جستہ بیروں بامداد از آخرے

اے مسلمانو وہ دیکھا ہے شتر — بھاگ کر مجھ سے گیا وقتِ سحر

ہر کہ بر گوید نشاں از اشترم — مژدگانے می دہم چندیں درم

جو کوئی میرے شتر کا دے نشاں — اس کو دوں اتنے درم انعام ہاں

باز می جوئی نشاں از ہر کسے — ریشخندت می کنند زیں ہر خسے

ہر کسی سے تو نشاں ہے پوچھتا — ہر کوئی ہنستا ہے تجھ پر بر ملا

۱؎ حدیث شریف میں ہے "الحکمۃ ضالۃ المؤمن" یعنی حکمت مومن کو بھگانے والی ہے۔

کاشترے دیدیم می رفت ایں طرف | اشترے سرخے بسوئے ایں علف
کوئی کہتا ہے گیا ہے اس طرف | سرخ تھا رنگ اور گیا سوئے علف[له]

آں یکے گوید بریدہ گوش بود | واں دگر گوید جلش منقوش بود
ایک کہتا ہے، تھے کان اس کے کٹے | جھول تھی منقوش بولے دوسرے

آں یکے گوید شتر یک چشم بود | واں دگر گوید ز سر بے پشم بود
ایک کہتا ہے کہ کانا اونٹ تھا | ایک بولا، تھا وہ گنجا بر ملا

از برائے مژدگانے صد نشاں | از گزافہ ہر کسے کردہ بیاں
واسطے انعام کے سَو سَو نشاں | اس سے بس ہر شخص کرتا تھا بیاں

اے دل ایں اسرار را در گوش کن | قسم تو گر ہست زیں خوش نوش کن
سن بگوشِ ہوش اے دل راز کو | ہے جو قسمت میں تو اس سے شاد ہو

ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت | می کند موصوفِ غیبی را صفت
جس طرح سے کوئی اہلِ معرفت | کرتا ہے موصوفِ غیبی کی صفت

مختلف مذاہب میں متردد ہونا اور پھر نجات پانا

فلسفی از نوعِ دیگر کردہ شرح | باحثے مر گفت او را کردہ جرح
فلسفی نوعِ دگر کرتا تھا شرح | بحث کرنے والا یوں کرتا تھا جرح

واں دگر در ہر دو طعنہ می زند | واں دگر از زرق جانے می کند
تیسرا دونوں پہ طعنہ زن رہا | چوتھے کو بس مکر ہی سے کام تھا

ہر یکے زیں رہ نشانہا زاں دہند | تا گماں آید کہ ایشاں زاں رہند
دیتا تھا ہر ایک یوں اس کا پتا | تا گماں ہو یہ ہے رستہ جانتا

له گھاس۔

این حقیقت داں نہ حق اند این ہمہ	نے بباطل گمرہانند این رمہ
تھے حقیقت میں نہ حق پر سب کے سب	اور نہ تھے باطل سے گمراہ طلب
زانکہ بے حق باطلے ناید پدید	قلب را ابلہ ببوئے زر خرید
کیونکہ بے سچ کے جھوٹا کب کھلے	کھوٹے کو لے نقد ناداں، دام دے
گر نبودے در جہاں نقدِ رواں	قلبہا را خرج کردن کے تواں
گر نہ ہو تا دہر میں نقدِ رواں	کھوٹے سکے خرچ ہوتے پھر کہاں
تا نباشد راست کے باشد دروغ	آں دروغ از راست می گیرد فروغ
ہو نہ جب سچ ہی تو پھر ہو جھوٹ کیا	جھوٹ کا بڑھتا ہے سچ سے مرتبا
بر امیدِ راست کژ را می خرند	زہر در قندے رود آنگہ خورند
کج خریدیں راست کی امید پر	قند میں جب زہر ہو، کھائیں بشر
گر نباشد گندمِ محبوب نوش	چہ برد گندم نمائے جو فروش
گیہوں گر ہوتا نہ خود محبوب نوش	لیتا کیا گندم نما و جو فروش
پس مگو کایں جملہ دینہا باطل اند	باطلاں بر بوئے حق دامِ دل اند
پس نہ تو کہہ۔ دین سب باطل ہیں یہ	بوئے حق لے کے دامِ دل ہیں یہ
پس مگو جملہ خیال است و ضلال[1]	بے حقیقت نیست در عالم خیال
یہ نہ کہہ جو کچھ ہے، ہے وہم و ضلال	بے حقیقت کب ہے عالم میں خیال
حق شبِ قدر است در شبہا نہاں	تا کند جاں ہر شبے را امتحاں
حق شبِ قدر اک ہے راتوں میں نہاں	تا کرے ہر رات کا جاں امتحاں
نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں	نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
کیا ہوئی ہر شب شبِ قدر اے جواں	اور نہ اُس سے راتیں سب خالی ہیں ہاں

[1] گمراہی۔

در میانِ دلق پوشاں یک فقیر ۔۔۔ امتحاں کن وآنکہ حق است آں بگیر

گدڑی والوں میں جو ہو درویش یار ۔۔۔ امتحاں کر، ہو جو حق کر اختیار

مومنِ کیّس ممیّز کو کہ تا ۔۔۔ بازداند پادشا را از گدا

مومن دانا کہاں جو آشنا ۔۔۔ ہو گدا سے اور شہ سے لے پتا

گر نہ معیوبات باشد در جہاں ۔۔۔ تاجراں باشند جملہ ابلہاں

گر بُری چیزیں نہ ہوں اس دہر میں ۔۔۔ جس قدر احمق ہیں سب تاجر بنیں

پس بود کالہ شناسی سخت سہل ۔۔۔ چونکہ عیبے نیست چہ نااہل و اہل

چیز کا پہچاننا ہو جائے سہل ۔۔۔ جب نہیں ہے عیب، کیا نااہل و اہل

ور ہمہ عیب است دانش سود نیست ۔۔۔ چوں ہمہ چوب است ایں جا عود نیست

عیب ہو سب، عقل سے پھر سود کیا ۔۔۔ جبکہ کل لکڑی ہو، تو پھر عود کیا

آنکہ گوید جملہ حق است احمقی ست ۔۔۔ وآنکہ گوید جملہ باطل او شقی ست

جو کہے سب کچھ ہے حق، ہے احمقی ۔۔۔ جو کہے باطل ہے سب، وہ ہے شقی

تاجرانِ انبیا کردند سود ۔۔۔ تاجرانِ رنگ و بو کور و کبود

تاجرانِ انبیا کو فائدے ۔۔۔ تاجرانِ رنگ و بو اندھے رہے

می نماید مار اندر چشم مال ۔۔۔ ہر دو چشم خویش را نیکو بمال

سانپ تجھ کو مال آتا ہے نظر ۔۔۔ مل ذرا آنکھوں کو اپنی، غور کر

منگر اندر غبطہ ایں بیع و سود ۔۔۔ بنگر اندر خسرِ فرعون و ثمود

چھوڑ دے یہ غبطہ[1] سودا و سود
دیکھ تو نقصانِ فرعون و ثمود

[1] کسی چیز کے نہ ہونے پر رشک کرنا۔

ہر چیز کا بغور امتحان کرنا

اندریں گردوں مکرر کن نظر ۔۔۔ زانکہ حق فرمود ثمّ ارجع بصر

تو دوبارہ آسماں پر کر نظر ۔۔۔ حق نے فرمایا ہے ثمّ ارجع بصر [1]

یک نظر قانع مشو زیں سقفِ نور ۔۔۔ بارہا بنگر ببیں ہل من فطور

آئے گی یوں کیا نظر یہ سقفِ نور ۔۔۔ دیکھ جا۔ کیا ہے شگاف اے ذی شعور

چونکہ گفتت کاندریں سقفِ نکو ۔۔۔ بارہا بنگر چو مرد عیب جو

کہ دیا تجھ سے کہ یہ سقفِ نکو ۔۔۔ دیکھ پے در پے مثال عیب جو

پس زمین تیرہ را دانی کہ چند ۔۔۔ دیدن و تمیز باشد در پسند

دیکھنے کو پس زمین تیرہ کے ۔۔۔ کس قدر تمیز ہونا چاہیئے

تا بپالائیم صافاں راز دُرد ۔۔۔ چند باید عقل مارا رنج برد

تاکہ تلچھٹ سے نکالیں صاف کو ۔۔۔ چاہیئے کچھ عقل کو تکلیف ہو

امتحاں ہائے زمستان و خزاں ۔۔۔ تابِ تابستان بہار ہم چو جاں

سردیوں کے اور خزاں کے امتحاں ۔۔۔ تیزی گرمی کی۔ بہارِ گلستاں

بادہا و ابرہا و برقہا ۔۔۔ تا پدید آرد عوارض فرقہا

یہ ہوائیں اور بادل بجلیاں ۔۔۔ دیکھ سب کو تا عوارض ہوں عیاں

تا برون آرد زمین خاک رنگ ۔۔۔ ہر چہ اندر جیب دارد لعل و سنگ

تا زمین خاک سے پیدا ہو رنگ ۔۔۔ اور جو کچھ جیب میں ہے لعل و سنگ

[1] قولہ تعالیٰ عزّوجل: فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ، ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ - یعنی اپنی نظر پھیر اور دیکھ کہ کیا آسمان میں تجھے کوئی شگاف یا نقص نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نظر ڈال- وہ خوار اور خسارہ والی تیری جانب لوٹ آئے۔

هرچه دزدیدست این خاکِ دژم — از خزانهٔ حق و دریائے کرم
یعنی جو کچھ ہے چرایا خاک نے — گنجِ حق سے اور کرم کے بحر سے

شحنهٔ تقدیر گوید راست گو — آں چه بردی شرح واده مو بمو
شحنۂ تقدیر بولے سچ بتا — لے گئی ہے تو جو کچھ کہ ماجرا

دزد یعنی خاک گوید ہیچ ہیچ — شحنه اورا در کشد در پیچ پیچ
چور، یعنی خاک بولے، کچھ نہیں — شحنہ اس کو پیچ میں لائے وہیں

شحنه گاہش لطف گوید چوں شکر — گہ برآویزد کند ہر چه بتر
لطف گہ کرتا ہے شحنہ جوں شکر — جب اُلجھتا ہے تو کرتا ہے بتر

تا میانِ قہر و لطف ایں خفیہا — ظاہر آید ز آتشِ خوف و رجا
تاکہ قہر و لطف سے حالِ نہاں — آتشِ خوف و رجا سے ہو عیاں

آں بہاراں لطف و شحنه کبریاست — واں خزاں تہدید و تخویفِ خداست
ہیں بہاریں لطف شحنہ ہے خدا — ہے خزاں تہدید و خوفِ کبریا

واں زمستاں چار میخ معنوی — تا تو اے دزدِ خفی ظاہر شوی
ہے زمستاں چار میخ معنوی — تاکہ تو ظاہر ہو اے دزدِ خفی

پس مجاہد را زمانے بسطِ دل — یک زمانے قبض و درد و غش و غل
بسط ہو دل کو مجاہد کے کبھی — اور کبھی ہو قبض و درد و غش اجی!

زانکه ایں آب و گلے کابدانِ ماست — منکر و دزدِ ضیائے جانہاست
پانی اور مٹی جو ہیں جسم و بدن — ہیں ضیائے جاں کے چور اے جانِ من!

حق تعالیٰ گرم و سرد و رنج و درد — بر تنِ ما می نہد اے شیر مرد
حق تعالیٰ گرم و سرد اور رنج و درد — جسم پر کرتا ہے طاری شیر مرد!

خوف و جوع و نقصِ اموال و بدن — جملہ بہرِ نقدِ جاں ظاہر شدن
خوف بھوک اور نقص مال و جسم کا — ہیں پئے اظہارِ نقدِ جاں بنا!

این وعید و وعدہ ہا انگیخت است | بہر این کہ نیک و بد آمیخت است

یہ وعید اور وعدے ہیں اُس نے کئے | کیونکہ نیک و بد ہیں آپس میں ملے

چونکہ حقّ و باطلے آمیختند | نقد و قلب اندر حرمداں ریختند

حقّ و باطل میں جو تھا اک میل سا | رکھ دیا تھیلی میں سب کھوٹا کھرا

پس محک می بایدش بگزیدۂ | در حقائق امتحاں ہا دیدۂ

منتخب اس کو کسوٹی چاہئے | اصلیت کا امتحاں دیکھے ہوئے

تا شود فاروق این تزویر ہا | تا بود دستور این تدبیر ہا

تاکہ ان مکروں میں فارق ہو سکے | قاعدے پیدا کرے تدبیر کے

شیر دہ اے مادر موسیٰؑ ورا | واندر آب افگن میندیش از بلا

دودھ دے اے مادرِ موسیٰؑ اُسے | ڈال دے دریا میں نے سوچ ماجرے

ہر کہ در روزِ الست آں شیر خورد | ہم چو موسیٰؑ شیر را تمییز کرد

دودھ یہ روزِ ازل جس نے پیا | مثل موسیٰؑ دُودھ سے آگاہ تھا

گر تو بر تمییزِ طفلت مولعی | این زماں یا اُمِّ موسیٰ ارضعی[1]

ہے اگر تجھ کو بھی ویسی آگہی | مثل موسیٰؑ کے تو ہو جا اس گھڑی

تا بہ بیند طعمِ شیرِ مادرش | تا فرو ناید بدایہ بد سرش

تا مزہ لے اپنی ماں کے دُودھ کا | اور نہ ہو دایہ بُری سے سابقا

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ :- وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ
یعنی ہم نے مادرِ موسیٰؑ کو وحی کی کہ اُسے دودھ پلا۔ اور اگر تجھے اس کا ڈر ہے تو اسے دریا میں ڈال دے اور بالکل غم نہ کر۔ کیونکہ ہم اُسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں۔ اور اُسے ہم نے پیغمبروں میں سے کیا ہے ٭

خود بر تو ایں حکایت روشن است	گر غرض نہ ایں حکایت گفتن است
خود ہے روشن تجھ پہ ساری داستاں	فائدہ کیا ہے کروں پھر کیوں بیاں

اونٹ ڈھونڈنے والے کی حکایت کا فائدہ

اشترے گم کردۂ اے معتمد	ہر کسے ز اشتر نشانے می دہد
تو نے بھی کھویا ہے اونٹ اے مہرباں	اونٹ کا ہر شخص دیتا ہے نشاں
تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست	لیک دانی کایں نشانہا خطاست
اونٹ کے تجھ کو نہیں پیارے پتے	جانتا ہے جھوٹ ہیں سارے پتے
وانکہ اشتر گم نہ کرد او از مرے	ہم چو آں گم کردہ جوید اشترے
گم نہیں جس کا شتر وہ سعی سے	ڈھونڈتا تیری طرح اشتر پھرے
کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام	ہر کہ یابد اجرتش آوردہ ام
اور کہے میں نے بھی کھویا ہے شتر	دوں میں انعام اس کو پائے کوئی گر
تا در اشتر با تو انبازی کند	بہر طمع اشتر ایں بازی کند
تاکہ تیرے اونٹ میں حصہ لگائے	اونٹ کے لالچ سے ہے یہ مکر ہائے
او نشان کژ نہ بشناسد ز راست	لیک گفتت آں مقلد را عصاست
اس کو سچ اور جھوٹ کا کیا ہے پتا	تیرا کہنا ہے مقلِد کا عصا
ہر چہ را گوئی خطا بود آں نشاں	او بہ تقلید تو می گوید ہماں
تو جو کہتا ہے غلط ہے یہ نشاں	وہ تری تقلید میں کہتا ہے ہاں
چوں نشان راست گویند و شبیہ	پس یقیں گردد ترا لاریب فیہ
جب نشاں دیں ٹھیک، بتلائیں شبیہ	پس یقیں آئے تجھے لاریب فیہ
آں شفائے جان رنجورت شود	رنگ رو و صحت و زورت شود
ہو وہ تیری جان غمگیں کی شفا	رنگ رخ اور قوت و صحت فزا

چشمِ تو روشن شود پایت رواں ۔۔۔ جسمِ تو جاں گردد و جانت رواں

آنکھ روشن، پاؤں تیرے ہوں رواں ۔۔۔ جسم تیرا جان ہو اور جاں رواں

پس بگوئی راست گفتی اے امیں ۔۔۔ آں نشانیہا بلاغ آمد مبیں ۲

اور کہے تو، سچ کہا تو نے امیں ۔۔۔ یہ نشاں اُس اونٹ کے ہیں بالیقیں

فیہِ آیاتٌ ثقاتٌ بیّنات ۔۔۔ ایں براتے باشد و قدر و نجات

پاک اور روشن ہیں اُس خط میں یہ نشاں ۔۔۔ ہے یہ حصہ۔ قدر اور آزادیاں

ایں نشاں چوں داد گوئی پیش رو ۔۔۔ وقتِ آہنگ است پیش آہنگ شو

تو نشاں پا کر کہے اُس سے کہ چل ۔۔۔ چل کہ آیا وقتِ آہنگِ عمل

پیروی تو کنم اے راست گو ۔۔۔ بوے بردی اشترم بنما کہ کو

راست گو! تیری کروں گا پیروی ۔۔۔ مجھ کو ہے خوشبو شتر کی آ گئی

آں کسے را کو نہ صاحب اشترے ۔۔۔ و اندریں جستنِ شتر جو مرلیست

پھر کسے جس کا شتر کھویا نہیں ۔۔۔ جستجو میں پر ہے گو نشاں الیقیں

زیں نشانِ راست نفزاید یقیں ۔۔۔ جز ز عکسِ ناقہ جوئے راستیں ۲

اس پتے سے کب یقیں ہوگا سوا ۔۔۔ سچے ناقہ جو کے پر تو کے سوا

بوئے برد از جد و گرمیہائے او ۔۔۔ کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے او

سعی و کوشش سے ملی اُس کو یہ بو ۔۔۔ بیہدہ کب ہے یہ اس کی ہائے ہو

اندریں اشتر نبودش شک و لے ۔۔۔ اشترے گم کردہ است او ہم بلے

اس شتر میں کوئی اس کا حق نہ تھا ۔۔۔ لیکن اُس کا اونٹ بھی کھویا گیا

طمعِ ناقہ غیر روپوشش شدہ ۔۔۔ آں چہ زو گم شد فراموشش شدہ

حرصِ ناقہ غیر کی تو چھپ گئی ۔۔۔ اُس سے جو کھویا فراموشی ہوئی

۲ بیت اللہ میں +

هر کجا ایں می دود آں می دود　　از طمع همدردِ صاحب می شود

جس جگہ جاتا ہے یہ جاتا ہے وہ　　طمع سے ہمدرد صاحب[1] کا ہے وہ

کاذبے با صادقے چوں شد رواں　　آں دروغش راستی شد ناگہاں

جھوٹا جب ہمراہ صادق ہو رواں　　جھوٹ سچ ہو جائے گا وہ ناگہاں

اندر آں صحرا کہ آں اشتر شتافت　　اشترِ خود نیز آں دیگر بیافت

یعنی جس جنگل میں کھویا تھا شتر　　دوسرا ابھی پا گیا اپنا شتر

چوں بدیدش یاد آورد آنِ خویش　　بے طمع شد ز اشترِ یارانِ خویش

جب اُسے دیکھا تو آیا اپنا یاد　　بولا اوروں کے شتر کو خیر باد

آں مقلد شد محقق چوں بدید　　اشترِ خود را کہ آں جا می چرید

وہ مقلد بھی محقق ہو گیا　　دیکھا اپنا اونٹ جب چرتا ہوا

او طلبگارِ شتر آں لحظہ گشت　　می بجستش تا بدید او را بدشت

اونٹ کا طالب ہوا وہ اس گھڑی　　دشت میں پایا تلاش اس کی جو کی

بعد ازاں تنہا روی آغاز کرد　　چشم سوئے ناقۂ خود باز کرد

بعد ازاں تنہا روی آغاز کی　　آنکھ اپنی سوئے ناقہ باز کی

گفت آں صادق مرا بگذاشتی　　تا بکنوں پاسِ من می داشتی

بولا صادق مجھ سے ہوتا ہے جدا　　پاس اب تک تو تجھے میرا رہا

گفت تا اکنوں فسوسی بودہ ام　　وز طمع در چاپلوسی بودہ ام

بولا میں اب تک تو تھا اک مسخرا　　طمع سے میں چاپلوسی کرتا تھا

ایں زماں ہمدردِ تو گشتم کہ من　　در طلب از تو جدا گشتم بہ فن

اب مگر ہمدرد تیرا بن گیا　　اس طلب میں کیونکہ تجھ سے ہوں جدا

[1] یعنی صاحب شتر کا۔

از تو می دزدیدمے وصف شتر — جان من دید آن خود شد چشم تر

میں چرا تا تجھ سے تھا وصف شتر — دیکھی اپنی ملک، آئی آنکھ بھر

تا نیابیدم نبودم طالبش — پس کنوں مغلوب شد زر غالبش

تھا نہ جب تک پاس، میں طالب نہ تھا — بس ہوا مغلوب زر غالب ہوا

سیّئاتم شد ہمہ طاعات شکر — ہزل شد فانی و جد اثبات شکر

میری بدیاں ہوگئیں طاعات شکر — ہزل کم۔ کوشش ہوئی اثبات شکر

سیّئاتم چوں وسیلت شد بحق — پس مزن بر سیّئاتم ہیچ دق

جب ذریعہ حق کا بدیاں ہوگئیں — پھر یہ بدیاں قابل طعنہ نہیں

مر ترا صدق تو طالب کردہ بود — مر مرا جد و طلب صدقے نمود

تھا تو اپنے صدق سے طالب بنا — اور طلب سے صدق مجھ کو مل گیا

صدق تو آورد در جستن ترا — جستنم آورد در صدقے مرا

صدق نے تیرے کیا جویا تجھے — جستجو سے صدق حاصل ہے مجھے

تخم دولت در زمیں می کاشتم — سخرہ و بیکار می پنداشتم

تخم دولت تھا زمیں میں بو رہا — اور تھا بیکار اس کو جانتا

آں نہ بد بیکار کشتے بد درست — ہر یکے دانہ کہ کشتم صد بر ست

تھے نہ وہ بیکار۔ اچھے کھیت تھے — ایک دانہ میں نے بویا۔ سو اُگے

دزد سوئے خانہ شد زیر دست — چوں در آمد دید کاں خانہ خود ست

چور گھر میں ایک مسکیں کے گیا — دیکھا اندر آ کے۔ گھر اپنا ہی تھا

گرم باش اے سرد تا گرمی رسد — با درشتی ساز تا نرمی رسد

گرم رہ اے سرد تا گرمی ملے — سختیوں کو جھیل تا نرمی ملے

آں دو اشتر نیست آں یک اشتر است — تنگ آمد لفظ معنی بس پر است

دو کہاں ہیں دو شتر، ہے ایک ہی — لفظ ہے تنگ اور معنی ہیں کئی

لفظ در[1] ہمیشہ نارساں ۔۔۔ زاں پیمبر گفت قد کل اللساں

لفظ معنی تک پہنچ سکتا نہیں ۔۔۔ قول ہے کل[1] اللساں کا بہتریں

نطق[2] اصطرلاب باشد در حساب ۔۔۔ چہ قدر داند زچرخ و آفتاب

نطق اصطرلاب کی مانند ہے ۔۔۔ کیا وہ جانے چرخ۔ سورج کیا ہیں تنے

خاصہ چرخے کایں فلک زاں پرّہ ایست ۔۔۔ آفتاب از آفتابش ذرّہ ایست

چرخ وہ۔ یہ چرخ جس کا پرّہ ہے ۔۔۔ اور وہ سورج ۔مہر جس کا ذرّہ ہے

ہر نفس میں مسجدِ ضرار کا فتنہ ہے

چوں پدید آمد کہ آں مسجد نہ بود ۔۔۔ خانہ حیلت بُد و دامِ جہود

جب ہُوا ظاہر کہ وہ مسجد نہ تھی ۔۔۔ تھی یہودیوں کی اک حیلہ گری

پس نبیؐ فرمود کاں را بر کنند ۔۔۔ مطرحِ خاشاک[3] و خاکستر کنند

حکم پیغمبرؐ ہُوا۔ کھو دیں اُسے ۔۔۔ ڈھیر کر دیں اور گرا دیں کھود کے

صاحبِ مسجد چو مسجد قلب بود ۔۔۔ دانہا بر دام ریزی نیست جود

اہلِ مسجد مثلِ مسجد تھے بُرے ۔۔۔ جُود کیا گر دام میں دانہ رکھے

گوشت کاندر شست تو ماہی رباست ۔۔۔ آں چناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست

شست میں جو گوشت ہے ماہی رُبا ۔۔۔ کیا سخاوت کا وہ لقمہ ہے بتا

مسجدِ اہلِ قبا کاں بُد جماد ۔۔۔ آں چہ کفو او نہ بُد راہش نہ داد

تھی جمادی مسجدِ اہلِ قبا ۔۔۔ غیر جنس کو نہ بس آنے دیا

[1] حدیثِ نبویؐ میں ہے: مَنْ عرف اللہ کل لسانہ۔ یعنی جس نے خدا کو پہچان لیا اُس کی زبان گُنگ ہو گئی +

[2] ایک آلہ جس سے آفتاب اور تاروں کی بلندی وغیرہ معلوم کرتے ہیں +

[3] گھاس کی پتّی +

در جمادات این چنین حیفے نرفت | زد دراں ناکفو امیر را دنفت

پس جمادی پر نہ ظلم ایسا ہؤا | تھا جو ناکفو اُس کو بس ڈالا جلا

پس حقائق را کہ اصل اصلہاست | واں کہ آں جا فرقہا و فصلہاست

پس حقائق ہیں کا اصل اصل ہے | جان اس جا فرق ہے اور فصل ہے

نے حیاتش چوں حیات او بود | نے مماتش چوں ممات او بود

زندگی اس کی نہیں وہ زندگی | اور نہیں وہ موت اس کی موت بھی

گور او ہرگز بود گور او مدال | خود چہ گویم حال فرق آں جہاں

قبر اس کی قبر کی صورت نہیں | فرق ہیں اُس کا لکھوں کیا ہم نشیں

بر محک زن کارِ خود اے مردِ کار | تا نسازی مسجدِ اہلِ ضرار

رکھ کسوٹی پر تو اپنے کام یار | بن نہ جائے مسجدِ اہلِ فرار

بس برآں مسجد کناں تسخر زدی[1] | چوں نظر کردی تو خود زایشاں بدی

اہلِ مسجد کا اُڑایا مضحکا | جب کیا غور ایک تو اُن میں سے تھا

چار ہندوستانیوں کی کہانی

چار ہندو در یکے مسجد شدند | بہر طاعت راکع و ساجد شدند

چار ہندی ایک مسجد میں گئے | اور رکوع و سجدہ وہ کرنے لگے

ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد | در نماز آمد بہ مسکینی و درد

سب نے تکبیروں میں نیت ایک کی | عاجزی سے پھر نماز اس جا پڑھی

مؤذن آمد زاں یکے لفظے بجست | کاے مؤذن بانگ کردی وقت ہست

جب مؤذن آیا۔ اک کہنے لگا | بانگ دی تو نے۔ مگر ہے وقت کیا

گفت آں ہندوئے دیگر از نیاز | ہے سخن گفتی و باطل شد نماز

دوسرے نے یوں کہا باعجز نیاز | بات کی تو نے۔ ہوئی باطل نماز

[1] غیر جنس *

آں سوم گفت آں دوم را کاے عمو ۔۔۔ چہ زنی طعنہ برو خود را بگو
دوسرے سے تیسرا بولا۔ ارے ۔۔۔ تو ہے خود ملزم اُسے طعنہ دے

آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من ۔۔۔ در نیفتادم بہ چہ چوں ایں سہ تن
چوتھا بولا شکر ہے اللہ کا!!! ۔۔۔ میں نہ تینوں کی طرح جھگڑے میں تھا

پس نمازِ ہر چہاراں شد تباہ ۔۔۔ عیب گویاں بیشتر گم کردہ راہ
آہ! چاروں کی نمازیں تھیں تباہ ۔۔۔ عیب گو ہوتے ہیں خود گم کردہ راہ

اے خنک جانے کہ عیب خویش دید ۔۔۔ ہر کہ عیبے دید آں بر خود خرید
نیک ہے جو عیب دیکھے اپنا ہی ۔۔۔ دوسروں کا عیب جانے اپنا ہی

زانکہ نیمے او ز عیبستاں بدست ۔۔۔ واں دگر نیمش ز غیبستاں بدست
کیونکہ آدھا اُس کا عیبستان سے ہے ۔۔۔ اور آدھا اُس کا غیبستان سے ہے

چونکہ بر سر مر ترا دہ ریش ہست ۔۔۔ مرہمت بر خویش باید کار بست
زخم دس خود تیرے سر پر ہیں لگے ۔۔۔ پہلے مرہم پٹی ان کی چاہیئے

عیب کردن ریش را داروے اوست ۔۔۔ چوں شکستہ گشت جائے ارحموا ست
عیب جوئی زخم کی۔ ہے اک دوا ۔۔۔ جب شکستہ ہو تو ہے رحمت کی جا

گر ہماں عیبت بود ایمن مباش ۔۔۔ بو کہ آں عیب از تو گردد نیز فاش
عیب وہ موجود تجھ میں ہے۔ تو ڈر ۔۔۔ تجھ سے بھی وہ عیب ظاہر ہو مگر

لا تخافوا از خدا نشنیدۂ ۔۔۔ پس چہ خود را ایمن و خوش دیدۂ
لا تخافوا تو نہیں حق سے سُنا ۔۔۔ بےغم و خوش کیوں ہے پھر تو یہ بتا

سالہا ابلیس نیکو نام زیست ۔۔۔ گشت رسوا بیں کہ او را نام چیست
سالہا شیطاں جیا ہے نیک نام ۔۔۔ دیکھ اب وہ ہو گیا رسوائے عام

لے نفس ۔

لے جاں ۔

در جہاں معروف بود علیائے او ❊ گشت معروفی بعکس اے وائے او
سب میں تھیں مشہور اس کی رفعتیں ❊ اُس کے برعکس اس کی ہیں اب شہرتیں
تا نۂ ایمن تو معروفی مجو ❊ پاک شو از خوف پس از امن گو
تو نہیں ایمن، تو شہرت بھی نہ چاہ ❊ خوف سے ہو پاک اور پھر لے پناہ
تا نروید ریش تو اے خوش ذقن ❊ بر دگر سادہ زنخ طعنہ مزن
جب تلک ڈاڑھی نہ نکلے خوش ذقن ❊ ہو نہ سادہ ٹھوڑیوں پر طعنہ زن
این نگر کہ مبتلا شد جان او ❊ در چہے افتاد تا شد پند تو
دیکھ جاں اس کی ہوئی جب مبتلا ❊ وہ سبب تیری نصیحت کا بنا
تو نیفتادی کہ باشی پند او ❊ زہر او نوشید تو خور قند او
بچ گیا تو ۔ ورنہ بنتا وجہ پند ❊ زہر کھایا اُس نے ۔ تو کھا اس کا قند

ترکانِ غزان کا قصدِ خونریزی

آں غزان[1] ترک خونریز آمدند ❊ بہر یغما در یکے دہ در شدند
وہ غزان ترک جو خوں ریز تھے ❊ پہنچے اک گاؤں میں غارت کے لئے
دو کس از اعیان آں دہ یافتند ❊ در ہلاکِ آں یکے بشتافتند
ان کو گاؤں کے ملے سردار دو ❊ قتل وہ کرنے لگے بس ایک کو
دست بستندش کہ قربانش کنند ❊ گفت اے شاہان و ارکان بلند
ہاتھ باندھے ذبح کرنے کے لئے ❊ بولا وہ ۔ شاہوں کے رتبے ہوں بڑے
قصدِ خونِ من بچہ رو می کنید ❊ از چہ آخر تشنۂ خونِ منید
قصد میرے قتل کا کرتے ہو کیوں ❊ آہ میرے خوں کے پیاسے ہو کیوں

[1] ترکوں کا ایک گروہ تھا جس نے سلطان سنجر کے زمانہ میں خروج کیا تھا۔ اور سنجر کو پکڑ کے پنجرے میں بند کر دیا تھا +

چیست حکمت چہ غرض در کشتنم | چونکہ من درویشم و عریاں تنم ؛

کیا غرض ہے قتل سے حکمت ہے کیا | میں تو ہوں درویش بے چارہ گدا

گفت تا ہیبت بریں یارت زند | تا بترسد او زر پیدا کند

بولے تا ہو خوف تیرے دوست کو | اور زر لاکر وہ دے جیسا بھی ہو

گفت آخر او ز من مسکیں تر است | گفت قاصد کرد ہی او را زر است

بولا وہ مجھ سے بھی ہے مسکیں تر | ترک بولا جھوٹ۔ وہ ہے اہل زر

گفت چوں وہم است ما ہر دو یکیم | در مقامِ احتمال و در شکیم

بولا جب ہے وہم پھر ہے ایک حال | ہو گا ہم دونوں پہ شک و احتمال

خود ورا بکشید اول اے شہاں | تا بترسم من دہم زر را نشاں

پہلے اس کو قتل کر دو بے گماں | تا بتاؤں ڈر کے دولت کا نشاں

پس کرمہائے الٰہی بیں کہ ما | آمدیم آخر زماں در انتہا ؛

دیکھ یہ الطاف و اکرام خدا | دورِ آخر میں ہمیں پیدا کیا

آخرین قرنہا پیش از قروں | در حدیث است آخرون السابقون

مرتبہ اگلوں سے پچھلوں کا سوا | پچھلے بڑھ کر ہیں۔[۱] نبیؐ نے ہے کہا

تا ہلاکِ قوم نوحؑ و قوم ہودؑ | عارضِ رحمت بجانِ ما نمود

وہ ہلاکت قوم نوحؑ و ہودؑ کی | ہاں ہمارے واسطے رحمت بنی

کشتِ ایشاں را کہ تا ترسیم ازو | در خود ایں برعکس کردی وائے تو

ان کو مارا تا ہمیں ڈر ہو ذرا | کرتا گر برعکس تو۔ افسوس تھا

[۱] نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ ؛

خود پرست اور انبیا و اولیا کی نعمت سے ناشکرے

هر که زایشاں گفت از عیب و گناه | وز دل چوں سنگ وز جان سیاه
جس نے کھولے ان کے یوں عیب و گناہ | دل تمہارا سنگ اور جاں ہے سیاہ

وز سبکداری و فرمانہائے او | وز فراغت از غم فردائے او
کچھ نہیں پروا ہمارے حکم کی | خوف سے تحشر کے ہو بے فکر بھی

وز ہوس وز عشق ایں دنیائے دوں | چوں زناں مر نفس را بودن زبوں
ہو ہوس سے عاشق دنیائے دوں | مثل زن ہو تابع نفس زبوں

واں نفور از گفت ہائے ناصحاں | واں رمیدن از لقائے صالحاں
ناصحوں کے قول سے نفرت تمہیں | صالحوں کی شکل سے وحشت تمہیں

با دل و با اہل دل دیوانگی | با شہاں تزویر و روبہ شانگی
اہل دل سے ہے تمہیں دیوانگی | مکر ہیں شاہوں سے بے روبہ گری

سیر چشماں را گدا پنداشتن | وز حسدشاں خفیہ دشمن داشتن
سیر چشموں کو گدا ہو جانتے | ہو حسد سے اُن کے تم دشمن چھپے

گر پذیرد چیز تو گوئی گدا ست | ورنہ گوئی زرق و مکر است و دغا ست
لے جو خیرات اس کو تم سمجھو گدا | اور نہ لے تو جان لو مکر و دغا

گر در آمیزد تو گوئی طامع است | ورنہ گوئی در تکبر مولع است
کہ دو طامع۔ گر کسی سے وہ ملے | ورنہ تم کہ دو۔ تکبر ہے اُسے

گر تحمل کرد گوئی عاجز است | ور غیور آمد تو گوئی گربز است
گر کرے برداشت عاجز جان لو | ہو اُسے غیرت تو حیلہ گر کہو ۲۶

لے یعنی نوح و ہود یا کسی اور بزرگ نے ان گمراہوں کے عیب و گناہ کھول دئے۔

با منافق وار عذر آری کہ من	مانده ام در نفقۂ فرزند و زن
جوں منافق عذر تم کرتے ہو یا	بچوں کے نفقے میں ہم ہیں مبتلا
نے مرا پروائے سر خاریدن است	نے مرا پروائے دیں ورزیدن است
سر کھجانے کی نہیں فرصت ہمیں	اور نہ فکر مذہب و ملت ہمیں
اے فلاں ما را بہ ہمت یاد دار	تا شویم از اولیا پایان کار
اور کہو تم اے فلاں مانگو دعا	تا ولی ہم کو بنا دے کبریا
این سخن نے ہم ز درد و سوز گفت	خوابناکے ہرزه گفت و باز خفت
اور نہیں یہ بات درد و سوز سے	جیسے سوتا خواب میں بڑا اٹھے
ہیچ چاره نیست از قوت عیال	از بن دنداں کنم کسب حلال
اور کہے لازم ہے بس فکر عیال	چاہتا محنت سے ہوں کسب حلال
چہ حلال اے گشتہ از اہل ضلال	غیر خون تو نمی بینم حلال [1]
کیا حلال اے صاحب جرم و ضلال	کیا ترے خوں کے علاوہ ہے حلال
از خدایت چاره است از قوت نے	چاره است از دین و از طاغوت نے
حق سے چاره ہے نہیں کچھ قوت سے	دیں سے چاره ہے انہیں طاغوت سے
اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں	صبر چوں داری ز نعم الماهدون [2]
جب نہیں تو قانع دنیائے دوں	صبر کیونکر ہے خدا سے اے زبوں
اے کہ صبرت نیست از ناز و نعیم	صبر چوں داری ز الله کریم
ناز و نعمت سے نہیں کچھ صبر جب	صبر مولا پر تو کر سکتا ہے کب

[1] بت - شیطان ۔

[2] قولہ تعالیٰ عزّ و جل۔ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ ہم نے زمین کو بچھایا۔ پس ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں ۔

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن
صبر چوں داری ز حق ذوالمنن

صبر جب فرزند و زن ہی سے نہیں
پھر خدا سے صبر ممکن ہے کہیں

اے کہ می گوئی خدا بخشد ترا
آں فریب غول میداں برترآ

تو کہے "اللہ بخشیگا مجھے"
یہ فریب غول ہے بس جان لے

کو خلیلے کو بروں آمد ز غار
گفت ہٰذا ربّ ہاں کو کردگار

اب خلیل اللہ کہاں جو غار سے
نکلے اور اللہ کو پہچان لے

من نہ خواہم در دو عالم بنگریست
تا نہ دانم ایں دو مجلس آن کیست

دونوں عالم کو نہ بس دیکھوں گا میں
تا نہ جانوں یہ دو مجلس کس کی ہیں

بے تماشائے صفتہائے خدا
گر خورم ناں در گلو گیرد مرا

کر نہ اوصافِ خدا کو پاؤں میں
حلق میں اٹکے جو روٹی کھاؤں میں

چوں گوارد لقمہ بے دیدار او
بے تماشائے گل و گلزارِ او

کیا گوارا لقمہ بے دیدار ہو
جب نہ دیدارِ گل و گلزار ہو

جز بامیدِ خدا زیں آب خور
کہ خورد یک لقمہ غیر گاؤ خر

اس جہاں سے غیر امیدِ خدا
جز گدھے کے کون لقمہ کھائے گا

آنکہ کالانعام بُد بل ہم اضل[1]
گرچہ پر مکر است آن گندہ بغل

جو ہے حیواں۔ بلکہ اس سے بھی بتر
گرچہ وہ مکار ہے اور گندہ تر

مکر او سر زیر او سر زیر شد
روزگارے برد و روزش دیر شد

مکر اس کا اور وہ عاجز ہوا
عمر گذری، اور نہ دن باقی رہا

فکر گاہش کند شد عقلش خرف
عمر شد چیزے نہ دارد چوں الف

فکر سست اور عقل کند اس کی ہوئی
عمر گزری، یہ چیز کیا باقی رہی

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جل :- أُولٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۔ یعنی وہ چارپایوں جیسے بلکہ ان سے بھی گمراہ تر ہیں +

آں چہ می گوید دریں اندیشہ ام ۔۔۔ ایں ہم از دستان ایں نفس ست ہم

یہ جو کہتا ہے میں اندیشے میں ہوں ۔۔۔ یہ بھی ہے بس اک فریب نفس دوں

واں چہ می گوید غفور ست و رحیم ۔۔۔ نیست جز آں حیلۂ نفس لئیم

یہ جو کہتا ہے کہ اللہ ہے رحیم ۔۔۔ یہ بھی ہے اک حیلۂ نفس لئیم

اے ز غم مردہ کہ دست از ناں تہی ست ۔۔۔ چوں غفور ست و رحیم ایں ترس چیست

تجھ کو یہ غم ۔ ہاتھ خالی ناں سے ۔۔۔ جب وہ رحماں ہے ۔ تو یہ ڈر کس لئے

ایک بوڑھا بیمار اور طبیب

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من ۔۔۔ در زحیرم از دماغ خویشتن

چارہ گر سے ایک بڈھے نے کہا ۔۔۔ مجھ کو تکلیف دماغی ہے ذرا

گفت از پیری ست ایں ضعف دماغ ۔۔۔ گفت در چشمم ز ظلمت ہست داغ

بولا وہ پیری سے ہے ضعف دماغ ۔۔۔ بولا آنکھوں میں بھی ظلمت سے ہے داغ

گفت از پیری ست اے شیخ قدیم ۔۔۔ گفت پشتم درد می آید عظیم

بولا یہ بھی ہے ضعیفی کا سبب ۔۔۔ بولا درد پشت ہے مجھ کو غضب

گفت از پیری ست اے شیخ نزار ۔۔۔ گفت ہر چہ می خورم نبود گوار

بولا پیری سے ہے اے شیخ نزار ۔۔۔ بولا کھانا بھی ہے مجھ کو ناگوار

گفت ضعف معدہ ہم از پیری است ۔۔۔ گفت وقت دم مرا دم گیری است

بولا ضعف معدہ بھی پیری سے ہے ۔۔۔ بولا دم رکتا ہے میرا پے بہ پے

گفت آرے انقطاع دم بود ۔۔۔ چوں رسد پیری دو صد علت شود

بولا ہاں دم ٹوٹتا ہوگا ضرور ۔۔۔ پیری میں سو علتوں کا ہو وفور

گفت کم شد شہوتم یکبارگی ۔۔۔ گفت از پیری ست ایں بیچارگی

بولا شہوت کم ہوئی یکبارگی ۔۔۔ بولا پیری سے ہے یہ بیچارگی

گفت پایم سست شد از رہ بماند　　گفت از پیری ست ای کنجت نشاند
بولا پاہیں سست چل سکنا نہیں　　بولا پیری نے کیا گوشہ نشیں
گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا　　گفت از پیری ست ایں رنج و عنا
بولا ہے مثل کماں یہ پیٹھ خم　　بولا پیری سے ہے یہ رنج و الم
گفت تاریک ست چشمم اے حکیم　　گفت کز پیری ست اے مرد فہیم
بولا تاریکی ہے آنکھوں میں حکیم　　بولا پیری سے ہے اے مرد علیم
گفت اے احمق بریں بر دوختی　　از طبیبی تو ہمیں آموختی
بولا اے احمق یہ کیا ہے گفتگو　　کیا طبابت سے یہی سیکھا ہے تو
اے مدمغ عقلت ایں دانش نداد　　کہ خدا ہر درد را درماں نہاد
عقل میں تیری نہیں یہ بات آج　　حق نے ہر دکھ کا بنایا ہے علاج
تو خر احمق ز اندک مایگی　　بر زمیں ماندی ز کوتہ پایگی
تھوڑی پونجی سے ہے تو احمق گدھا۔　　سست پائی سے زمیں ہی پر رہا۔
پس طبیبش گفت کاے عمر تو شصت　　ایں غضب ویں خشم ہم از پیری ست
شصت سالہ تو ہے۔ بولا چارہ گر　　ہے ضعیفی سے یہ غصہ بے خبر!
چوں ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف　　خویشتن داری و صبرت شد ضعیف
جب ہوئے اجزائے اعضا سب نحیف　　ہو گیا صبر و تحمل بھی ضعیف
بر نتابد دو سخن زاں ہے کند　　تاب یک جرعہ ندارد قے کند
تجھ کو دو باتوں کی بھی کب تاب ہے　　ایک ہی جرعہ میں کر دیتا ہے قے
جز مگر پیرے کہ از حق ست مست　　در درون او حیات طیب است
ہاں وہ بڈھا جس کو مست حق کہیں　　ہو حیات پاک جس کے جسم میں
از بروں پیر است و در باطن صبی　　خود چہ چیز است آں ولی و آں نبی
ہے بظاہر پیر باطن میں جواں　　وہ ولی ہے اور نبی ہے بے گماں

گر نہ پیدا ایند پیش نیک و بد | چیست با ایشاں خسانرا این حسد
گر نہیں ظاہر میان نیک و بد | آن سے کرتے ہیں کمینے کیوں حسد

ور نمی دانند شاں علم الیقیں | چیست ایں بغض و حیل سازی و کیں
جب نہیں حاصل انہیں علم الیقیں | کیوں ہے یہ بغض اور حیلہ اور کیں

ور ہمی دانند بعث و رستخیز | چوں زنندے خویش بر شمشیر تیز
جو ہیں قائل روز بعث و حشر کے | خود کو ہیں تلوار پر کیوں مارتے

بر تو می خندد مبیں او را چناں | صد قیامت در درونش نہاں
تجھ پہ ہنستا ہے۔ تو یہ کر لے گماں | بالیقیں سو حشر ہیں اس میں نہاں

دوزخ و جنت ہمہ اجزائے اوست | ہر چہ اندیشی تو آں بالائے اوست
دوزخ و جنت ہیں اجزا اس کے سب | تیرے اندیشے میں وہ آتا ہے کب

ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست | وانکہ در اندیشہ ناید آں خداست
ہے جو اندیشے میں وہ ہے فنا | جو نہ اندیشے میں آئے ہے خدا

بر در ایں خانہ گستاخی ز چیست | گر ہمی دانند کاندر خانہ کیست
پھر یہ دروازے پہ گستاخی ہے کیا | جب خبر ہے کون گھر میں ہے چھپا

ابلہاں تعظیم مسجد می کنند | در جفائے اہل دل جد می کنند
کرتے ہیں تعظیم مسجد نا سزا | اور اہل دل پہ کرتے ہیں جفا

آں مجاز ہست ایں حقیقت اے خراں | نیست مسجد جز درون سروراں
وہ مجاز اور یہ حقیقت غور کر | سروروں کا دل ہے مسجد بے جرا

مسجدے کو اندرون اولیاست | سجدہ گاہ جملہ ہست آں جا خداست
ہے جو مسجد اندرون اولیا | سجدہ گہ سب کی ہے اُس جا ہے خدا

تا دل مرد خدا ناید بدرد | ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد
دل نہ جب تک با خداؤں کا دکھا | قوموں کو رسوا خدا نے کب کیا

قصدِ جنگِ انبیاؑ می داشتند — جسم دیدند آدمی پنداشتند
کرتے تھے وہ قصدِ جنگِ انبیاؑ — آدمی کا جسم پر دھوکا رہا

در تو ہست اخلاقِ آں پیشینیاں — چوں نمی ترسی کہ تو باشی ہماں
تجھ میں ہے اخلاق اگلوں کا وہی — ڈر نہ ہو ویسا ہی تیرا حال بھی

عادتِ آں ناسپاساں در تو ہست — تا یدت ہر بار دلو از چہ درست
عادت اُن نالائقوں کی ہے تجھے — سیدھا کب ہر ڈول نکلے چاہ سے

آں نشانہا ہمہ چوں در تو ہست — چوں تو زایشانی کجا خواہی رست
جب وہ سب آثار تجھ میں ہیں عیاں — تو ہے ان میں سے ۔ رہائی پھر کہاں

ایک لڑکا اور جوجی مسخرہ

کودکے در پیشِ تابوتِ پدر — زار می نالید و بر می کوفت سر
ایک لڑکا پیشِ تابوتِ پدر — روتا تھا اور پیٹتا تھا اپنا سَر

کاے پدر آخر کجایت می برند — تا ترا در زیرِ خاکے بسپرند
لے چلے سب تجھ کو اے بابا کہاں — خاک میں کر دیں گے اب تجھ کو نہاں

می برندت خانۂ تنگ و زحیر — نے در و قالی و نے فرشِ حصیر
تنگ گھر میں لے چلے ہیں سب تجھے — جو ہے خالی فرش، قالیں، ٹاٹ سے

نے چراغے در شب و نے روز ناں — نے دراں بوئے طعام و نے نشاں
شمع شب کو اور نہیں روزن کوئی ہا ہا — دال نہ پانی بھی نہیں کچھ اے تقی!

نے درش معمور و نے سقف و نہ بام — نے دراں بہرِ ضیائے ہیچ جام
جس میں در ہے اور نہ چھت ہے اور نہ بام — اور نہ بہرِ روشنی ہے کوئی جام[۱]

نے دراں از بہرِ مہماں آبِ چاہ — نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
بہرِ مہماناں نہیں کچھ آبِ چاہ — اور نہ ہمسایہ کوئی بہرِ پناہ

۱ شیشہ

جسمِ تو کہ بوسہ گاہ خلق بود | چوں شود در خانۂ کور و کبود

جسم تیرا بوسہ گاہِ خلق تھا | پھر اندھیرے گھر میں کیا شکل پائے گا

خانۂ بے زینہار و جائے تنگ | کاندراں نے روئے می ماند نہ رنگ

وہ جگہ ہے تنگ اور گھر بے پناہ | رنگ و رخ ہو جاتے ہیں جس میں تباہ

زیں نسق اوصافِ خانہ می شمرد | وز دو دیدہ اشکِ خونیں می فشرد

یوں وہ گھر کا حال کرتا تھا بیاں | اور آنکھوں سے تھے اشکِ خوں رواں

گفت جوجی با پدر اے ارجمند | واللہ ایں را خانۂ ما می برند

بولا جوجی اپنے پیارے باپ سے | گھر ہمارے ہیں اسے لے جا رہے

گفت جوجی را پدر ابلہ مشو | گفت اے بابا نشانی ہا شنو

جوجی سے بولا پدر ناداں نہ ہو | بولا بابا میں بتاتا ہوں سنو

ایں نشانیہا کہ گفت او یک بیک | خانۂ ما راست بے تردید و شک

جو نشاں اس نے دئے ہیں یک بیک | بس ہمارے گھر کے ہیں بے شبہ و شک

نے حصیر و نے چراغ و نے طعام | نے درش معمور و نے صحن و نہ بام

ٹاٹ ہے اس میں نہ ہے شمع و طعام | ہے نہ دروازہ نہ چھت ہے اور نہ بام

زیں نمط دارند بر خود صد نشاں | لیک کے بینند آں را طاغیاں

اس طرح رکھتے ہیں اپنے سَو نشاں | کافراں کو دیکھ سکتے ہیں کہاں

خانۂ آں دل کہ ماند بے ضیا | از شعاعِ آفتابِ کبریا

خانۂ دل جو نہ روشن ہو سکے | آفتابِ کبریا کے نور سے

تنگ و تاریکست چوں جانِ یہود | بے نوا از ذوقِ سلطانِ ودود

ہے یہودیوں کے دل سا وہ سیاہ | اس میں کچھ باقی نہیں ذوقِ الٰہ

نے در آں دل تابِ نورِ آفتاب | نے گشادِ عرصہ نے فتحِ باب

اُس میں کب ہے تابِ نورِ آفتاب | نے کشاد اس میں کوئی نے فتحِ باب

گور خوشتر از چنیں دل مر ترا — آخر از گورِ دلِ خود بر تر آ

ایسے دل سے گور ہے بہتر تجھے — تو نکل آ اپنے دل کی گور سے

زندۂ و زندہ زاد اے شوخ شنگ — دل نمی گیرد ترا زیں گورِ تنگ

زندہ ہے اور زندہ زادا اے شوخ و شنگ — ناگوارا کیوں نہیں یہ گورِ تنگ

یوسفؑ وقتی و خورشید سما — زیں چہ و زنداں بر آور رہ نما

یوسفِ دوراں ہے خورشیدِ سما — اس کنوئیں اور قید سے تو باہر آ

یونسؑ ات در بطنِ ماہی پختہ شد — مخلصش را نیست از تسبیح بد

تیرا یونسؑ بطنِ ماہی ہیں پکا — کردیا تسبیح نے اس کو رہا ؎

گر نبودے او مسبّح بطنِ نون — حبس و زنداں اش بدے تا یبعثون

گر نہ وہ تسبیح کرتا یک بیک — حبس اور زنداں میں رہتا حشر تک

آں بہ تسبیح از تنِ ماہی بجست — چیست تسبیح آیتِ روزِ الست

وہ تنِ ماہی سے یوں آیا نکل ؎ — کیا ہے تسبیح، آیتِ روزِ ازل

گر فراموشت شد آں تسبیحِ جاں — بشنو ایں تسبیحہائے ماہیاں

گر نہیں اب یاد وہ تسبیحِ جاں — سُن کہ یوں تسبیح میں ہیں مچھلیاں

ہر کہ دید اللہ را اللّٰہی ست — ہر کہ دید آں بحر را او ماہی ست

جو خدا کو دیکھے اللّٰہی ہے وہ — جو رہے اس بحر میں ماہی ہے وہ

ایں جہاں دریا و تن ماہی و روح — یونسؑ محجوب از نورِ صبوح

بحرِ دنیا، تن ہے ماہی اور روح — ہے نہاں جوں یونسؑ از نورِ صبوح

گر مسبّح باشد از ماہی رہید — ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید

گر پڑھے تسبیح، چھٹے سے گماں — ورنہ اس میں ہضم ہو کر ہو نہاں

ماہیانِ جاں دریں دریا پُرند — تو نمی بینی کہ کوری و نژند

پُر ہے دریا مچھلیوں سے جان کی — تو ہے اندھا۔ کیا نظر آئے شقی!

بر تو خود را می زند آں ماہیاں
چشم بکشا تا ببینی شاں عیاں

ڈالتی ہیں خود کو تجھ پر مچھلیاں
کھول آنکھیں تا انہیں دیکھے عیاں

ماہیانِ جملہ رُوح بے جسد
نے در ایشاں کبر و کین نے حسد

مچھلیاں ہیں سب ہی رُوح بے جسد
کبر ہے اُن میں نہ ہے کین و حسد

ماہیاں را گر نمی بینی پدید
گوش تو تسبیح شاں آخر شنید

مچھلیوں کو گر نہیں تو دیکھتا
کانوں میں تسبیح کی تو ہے صدا

صبر کردن جانِ تسبیحات تست
صبر کن کانست تسبیح درست

صبر ہے بس تیری تسبیحوں کی جان
صبر کر، تسبیح سچی اس کو جان

ہیچ تسبیحے ندارد آں درج
صبر کن کالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج

اس سے بڑھ کر ہے کوئی تسبیح بھی؟
صبر کر، ہے صبر کنجی عیش کی

صبر چوں پول صراط آں سو بہشت
ہست با ہر خوب یک لالائے زشت

صبر ہے جوں پل صراط۔ اُس سو بہشت
ساتھ ہے ہر خوب کے لالائے[1] زشت

تا ز لالا می گریزی وصل نیست
زانکہ لالا را ز شاہد فصل نیست

بھاگے خادم سے تو کب حاصل ہو وصل
کیونکہ خادم کو نہیں شاہد سے فصل

تو چہ دانی ذوق صبر اے شیشہ دل
خاصہ صبر از بہر آں نقش چگل

صبر کا اے شیشہ دل کیا جانے ذوق
ہے خصوصاً صبر بہر شوخ فوق

مرد را ذوق از غزا و کر و فر
مر مخنث را بود ذوق از ذکر

ذوقِ مرداں ہے غزا اور کرّ و فر
اور مخنث کو فقط ذوقِ ذکر

جز ذکر نے دین او نے ذکر او
سوئے اسفل برد او را فکر او

ہے ذکر ہی ذکر بھی اور دین بھی
سوئے اسفل فکر اس کو لے گئی

گر بر آید تا فلک از وے مترس
کو بشوق سفل آموز ید درس

گر فلک تک ہے اُس سے تو نہ ڈر
لی ہے تعلیم اُس نے اسفل کی مگر

---

[1] خادم ۔

او بسوئے سفل می راند فرس ۔ گرچہ سوئے علو جنباند جرس

سوئے اسفل گھوڑا دوڑاتا ہے وہ ۔ گو جرس اوپر بجاتا ہے وہ[1]

از علمہائے گدایاں ترس چیست ۔ کاں علمہا لقمۂ ناں را پی است

ہے فقیروں کے علم سے خوف کیا ۔ وہ علم ہیں روٹیوں کا راستا

ایں سخنہا رانکو دریاب تو ۔ ور نمی دانی شنو از باب تو

غور ان باتوں پہ اچھی طرح کر ۔ گر سمجھ سکتا نہیں، سن اے پسر

ایک ننھے بچے کا ایک موٹے آدمی سے ڈرنا

کنگ زفتے کودکے را یافت فرد ۔ زرد شد کودک ز بیم قصد مرد

بچہ تنہا مرد فربہ کو ملا ۔ اُس کے ڈر سے زرد بچہ پڑ گیا

گفت ایمن باش اے زیبائے من ۔ کہ تو خواہی بود بر بالائے من

بولا اے پیارے مرے مجھ سے نہ ڈر ۔ مجھ سے اوپر ہوگا تو اے بے خبر!

من اگر ہولم مخنث داں مرا ۔ ہم چو اشتر بر نشیں میراں مرا

بے خطر ہوں تو مخنث جان لے ۔ مثل اشتر بیٹھ مجھ پر شوق سے

صورت مرداں معنی ایں چنیں ۔ از بروں آدم دروں دیو لعیں

صورت مرداں باطن ہے یوں نہیں؟ ۔ آدمی باہر سے اندر سے لعیں؟

آں دہل را مانی اے زفت چو باد ۔ کہ بروں آں شاخ را می کوفت راد

تھا ہوا سے ڈھول اک پھولا ہوا ۔ چوب سے کوئی تھا اس کو کوٹتا

روبہے اشکار خود را باد داد ۔ بہر طبلے ہم چو خیک پُر ز باد

لومڑی اک چھوڑ کر اپنا شکار ۔ ڈھول کی جانب ہوئی بس رہ سپار

[1] یعنی گو اُس کے خیالات بلند ہوں مگر افعال سب پست ہیں +

چوں نہ دید اندر دہل او فربہی   گفت خوکے بہ ازیں خیکے تہی

ڈھول کے جب پول کا پایا پتا   بولی بس اس سے تو بہتر خوک تھا

روبہاں ترسند از آوازِ دہل   عاقلش چنداں زند کہ لاتقل

لومڑی ترساں ڈھل کی بانگ سے   پیٹے یوں عاقل - صدا بالکل نہ دے

ایک تیر انداز اور ایک سوار

یک سوارے با سلاح بس مہیب   می شد اندر بیشہ بر اسپے نجیب

جسم پر ہتھیار باندھے اک سوار   گذرا اک جنگل سے لے کر راہوار

تیر اندازے بحکم او را بدید   پس ز خوفِ او کماں را در کشید

دیکھا اس کو ایک تیر انداز نے   اور کماں کو اپنی کھینچا خوف سے

تا زند تیرے سوارش بانگ زد   من ضعیفم گرچہ زفتستم جسد

تاکہ مارے تیر - چلّایا سوار   ناتواں ہوں گو بدن ہے استوار

ہاں وہاں منگر تو در زفتی من   کہ کمم در وقت جنگ از پیرہ زن

تو موٹاپے پر نہ میرے کر نظر   لڑنے میں بڑھیا سے کم ہوں خوش سیر!

گفت رو کہ نیک گفتی ورنہ نیش   بر تو می انداختم از ترس خویش

بولا - جا تو نے کہا سچ بر ملا   ورنہ ڈر سے تیر تجھ پر پھینکتا

بس کساں را آں سلح بستن بکشت   بے رجولیت چناں تیغے بمشت

اسلحہ بندی سے اکثر مر گئے   ہو جو بزدل. ہاتھ میں کیوں تیغ لے

گر بپوشی تو سلاحِ رستماں   رفت جانت چوں نباشی مردِ آں

اسلحہ رستم کے گر پہنے کہیں   جاں گئی - گر مرد تو اس کا نہیں

جاں سپر کن تیغ بگذار اے پسر   ہر کہ بے سر بود ازیں شر برد سر

جاں سپر کر تیغ کو چھوڑ اے پسر   تھا جو بے سر وہ ہوا آزاد شر

آں سلاحت حیلہ و مکرِ تو است	ہم ز تو زائید و ہم جانِ تو خست
مکر اور حیلے ترے ہتھیار ہیں	تجھ سے پیدا اور پھر غدّار ہیں
چوں نہ کردی ہیچ سود زیں حیل	ترکِ حیلہ کن کہ پیش آید دول
جب نہ کوئی نفع حیلوں سے ہوا	ترکِ حیلہ کرکے لے دولت کو آ
چوں یکے لحظہ نخوردی برز فن	ترکِ فن گو می طلب ربّ المنن
فن سے اپنے تو نے پھل پایا نہیں	چھوڑ فن، کر عشقِ ربّ العالمیں
چوں مبارک نیست بر تو ایں علوم	خویشتن گولے کن و بگذر ز شوم
جب نہیں تجھ پر مبارک یہ علوم	خود کو کر بے عقل اور بس چھوڑ شوم
چوں ملائک گو کہ لا عِلْمَ لَنَا	یا الٰہی غیرِ مَا عَلَّمْتَنَا
جوں ملائک کر کہ لا عِلْمَ لَنَا[1]	یا الٰہی غیرِ مَا عَلَّمْتَنَا
یک حکائت بشنو اے صاحبِ قبول	درمیانِ عقل و جہلِ بو الفضول
اک حکایت اور سن لے نوجواں	جو ہے عقل و جہل کے بس درمیاں

ایک اعرابی اور ایک عقلمند

یک عرابی بار کردہ اشترے	در جوالِ زفت از گندم پُرے
ایک اعرابی نے لادی اونٹ پر	گیہوں سے لبریز اک گون اے پسر
واں جوالِ دیگرش از ریگ پُر	ہر دو را او بار کردہ بر شتر
دوسری اک گون میں مٹی بھری	اونٹ پر دونوں کو لادا اے اخی

[1] قولہ تعالیٰ عزّ وجلّ: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ یعنی فرشتوں نے کہا کہ اے پاک پروردگار! ہمیں کوئی علم نہیں، مگر وہی جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ کیونکہ تو دانا اور حکمت والا ہے ؎

او نشستہ بر سرِ ہر دو جوال
یک حدیث انداز کرد او را سوال

دونوں گونوں پر وہ تھا بیٹھا ہوا
تو کسی نے یہ سوال اس سے کیا

از وطن پرسید و آورد ش بگفت
و اندر آں پرسش بسے دُرہا بسفت

پوچھ کر حالِ وطن کی اس سے بات
گوہر افشاں وہ ہوا اے نیک ذات!

بعد از آں گفتش کہ آں ہر دو جوال
چیست آگندہ بگو مصدوق حال

پوچھا پھر اُس سے کہ سُن لے باوفا
تیری ان گونوں میں یہ کیا ہے بھرا

گفت اندر یک جوالم گندم است
در دگر ریگے نہ قوتِ مردم است

ایک میں گندم ہے۔ اس نے یوں کہا
دوسری میں ریت ہے صرف اے لتا

گفت تو چوں بار کردی ایں رمال
گفت تا تنہا نماند آں جوال

پوچھا پھر یہ ریت کیوں تو نے بھری؟
بولا تا ہم وزن ہو اُس گون کی

گفت نیم گندم آں تنگ را
در دگر ریز از پے فرہنگ را

بولا آدھے گیہوں رکھتا ایک میں
اور رکھے آدھے گیہوں بھرنا ایک میں

تا سبک گردد جوال و ہم شتر
گفت شاباش اے حکیم اہل حر

تا سبک ہو جاتی گون اور اونٹ بھی
بولا شاباش اے حکیم فلسفی

ایں چنیں فکرِ دقیق و رائے خوب
تو چنیں عریاں پیادہ در لغوب

فکر گہری ہارائے اچھی ہے تری
پھر پیادہ پائی اور یہ خستگی

رحمش آمد بر حکیم و عزم کرد
کہ بر اشتر بر نشاند نیک مرد

رحم آیا، قصد پھر اُس نے کیا
اونٹ پر اس کو بٹھا لے بُرملا

باز گفتش اے حکیمِ خوش سخن
شمۂ از حال خود ہم شرح کن

اُس سے پوچھا اے حکیم باوفا
تو بھی اپنا حال تھوڑا سا سُنا

ایں چنیں عقل و کفائت کہ تراست
تو وزیری یا شہی برگوئے راست

تو جو اتنا عاقل و آگاہ ہے
نائبِ سلطاں ہے تو یا شاہ ہے؟

گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام | بنگر اندر حال و اندر جامہ ام

بولا یہ دونوں نہیں میں عام ہوں | دیکھ کپڑے اور مرا حالِ زبوں

گفت اشتر چند داری چند گاو | گفت نے این و نہ آں مارا مکاو

پوچھا گائیں اونٹ کتنے ہیں ترے | بولا ہوں محروم اونٹ اور گائے سے

گفت رختت چیست بارے در دکاں | گفت مارا کو دکان و کو مکاں

پوچھا ہے دکان میں اسباب کیا | بولا دکان و مکاں سے مجھ کو کیا!

نے ز قوت و نے رخوت و نے قماش | نے مطاع و نیست مطبخ نیست آتش

ہے نہ کھانا اور نہ سامان و لباس | ہے نہ خادم اور مطبخ، خوش اساس!

گفت پس از نقد پرسم نقد چند | کہ توئی تنہا رو و محبوب پند

پوچھا آخر نقد سے ہے پاس کیا | یا نصیحت گو ہے تنہا چل رہا

کیمیائے زرِ عالم با تو است | عقل و دانش را گہر تو بر تو است

کیا زرِ عالم کی پائی کیمیا؟؟ | عقل و دانش کے گہر ہے لے چلا

گنجہا بنہادہ باشی در مکاں | نیست عاقل تر ز تو کس در جہاں

گنج ہوں گے تیرے گھر میں بے گماں | تجھ سے عاقل تر ہے دنیا میں کہاں

گفت واللہ نیست یا وجہ العرب | در ہمہ ملکم وجوہ قوتِ شب۔

بولا وہ عاقل نہیں حق کی قسم | رات کی خوراک بھی مجھ کو بہم

پا برہنہ تن برہنہ می دوم | ہر کہ نانے می دہد آں جا روم

پا برہنہ تن برہنہ ہوں رواں | اُس کا ہوں میں جو کھلا دے روٹیاں

مر مرا زیں حکمت و فضل و ہنر | نیست حاصل جز خیال و درد سر

ایسی حکمت اور یہ فضل و ہنر | ہے خیالی اور وجہ دردِ سر

پس عرب گفتش کہ رو زود از برم | تا نیاید شومی تو بر سرم

پس عرب بولا کہ چل ہٹ جا پرے! | تیری منحوسی نہ تا مجھ پر پڑے

دور بر آں حکمت شومت زمن	نطق تو شوم است بر اہل زمن
شوم حکمت اپنی لے جا مجھ سے دور	بات کرنا بھی ہے شومی اور قصور
یا تو آں سو رو من ایں سو می روم	در ترا رہ پیش من وا پس شوم ²
یا اُدھر تو جا تو میں جاؤں اِدھر	یا تو آگے بڑھ، میں جاؤں لوٹ کر
یک جوالم گندم و دیگر ز ریگ	بہ بود زیں حیلہائے مردہ ریگ
گون اک گیہوں کی اور اک ریت کی	تیرے حیلوں سے ہے بہتر واقعی
احمقیتم بس مبارک احمقی ست	کہ دلم با برگ و جانم متقی ست
ہوں میں احمق، ہے مبارک احمقی	دل ہے باساماں اور جاں متقی
گر تو خواہی کت شقاوت کم شود	جہد کن تا از تو حکمت کم شود
گر تو چاہے ہو شقاوت کم تری	سعی کرتا ہو یہ حکمت کم تری
حکمتے کز طبع آید وز خیال	حکمتے نے فیضِ نورِ ذو الجلال
پائے جو حکمت خیال و طبع سے	فیض نورِ حق نہ وہ حکمت رکھے
حکمت دنیا فزاید ظن و شک	حکمت دینی برد فوقِ فلک
حکمتِ دنیا بڑھائے ظن و شک	حکمت دیں لے کے جائے تا فلک
روبہانِ زیرکِ آخر زماں	بر فزودہ خویش بر پیشینیاں ¹
اس زمانے کے جو ہیں روباہ عقل	اگلے لوگوں کی کیا کرتے ہیں نقل
حیلہ آموزاں جگرہا سوختہ	فعلہا و مکرہا آموختہ
حیلے سیکھے اور جگر سوزاں ہوئے	اور حاصل مکر و فعل و فن کئے
صبر و ایثار و سخائے نفس و جود	باز دادہ کاں بود اکسیر سود
صبر و بخشش اور سخاوت نفس و جود	چھوڑ بیٹھے جو کہ تھے اکسیر سود

¹ یعنی اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اُن سے عاقل و برتر سمجھتے ہیں۔

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے ۔۔۔ راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
فکر وہ ہے کھول دے جو راستے ۔۔۔ راہ وہ ہے جس سے سلطانی ملے
شاہ آں باشد کہ از خود شہ بود ۔۔۔ نے بہ مخزن ہا و گوہر شہ بود
شاہ وہ ہے جو ہے خود بادشاہ ۔۔۔ گوہر و مخزن نہ ہوں اس کی پناہ
تا بماند شاہی او سرمدی ۔۔۔ ہم چو عزِّ ملکِ دین احمدی ﷺ
تا ہو اس کی بادشاہت سرمدی ۔۔۔ جس طرح ہے ملک دین احمدی
تا قیامت نیست شرعش را زوال ۔۔۔ گشتہ دور از ملکِ او عین الکمال[1]
حشر تک کیا شرع کو اس کی زوال ۔۔۔ دور اُس کے ملک سے عین الکمال

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی کرامت

ہم ز ابراہیم ادہم آمد است ۔۔۔ کو ز راہے بر لبِ بحرے نشست
یہ ہے ابراہیم ادہم کی خبر ۔۔۔ بیٹھے تھے اک دن کنارے بحر پر
دلق خود می دوخت آں سلطانِ جاں ۔۔۔ یک امیرے آمد آں جا ناگہاں
اپنی گدڑی سیتے تھے سلطان جاں ۔۔۔ ایک دولت مند آیا ناگہاں
آں امیر از بندگان شیخ بود ۔۔۔ شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود
خادموں میں شیخ کے وہ شخص تھا ۔۔۔ شیخ کو پہچان کر سجدہ کیا
خیرہ شد در شیخ و اندر دلق او ۔۔۔ گشتہ دیگر گوں ز خلوت خلق او
شیخ کی گدڑی سے حیراں ہو گیا ۔۔۔ اس کی خلوت سے پریشاں ہو گیا
کو رہا کرد آں چناں ملک شگرف ۔۔۔ بر گزید از فقر بس باریک حرف
سلطنت کس طرح اپنی چھوڑ دی ۔۔۔ فقر کی کیوں یہ رہِ باریک لی
ترک کردہ ملک ہفت اقلیم را ۔۔۔ می زند بر دلق سوزن چوں گدا
ترک کر کے مُلک ہفت اقلیم کا ۔۔۔ اپنی گدڑی سی رہا ہے جوں گدا

[1] بُری آنکھ - چشم زخم ۔

ملکِ ہفت اقلیم ضائع می کند
چوں گدا بر دلق سوزن می زند
کرتا ہے ساتوں ولایت رائگاں
جوں گدا سیتا ہے گدڑی بے گماں

شیخ واقف گشت از اندیشہ اش
شیخ چوں شیر است دلہا بیشہ اش
شیخ اس اندیشے سے واقف ہوئے
دل ہیں جنگل۔ شیخ مثل اک شیر کے

چوں رجا و خوف در دلہا رواں
نیست بر وے مخفی اسرارِ نہاں
جوں رجا و خوف ہے دل میں رواں
اس پہ کب مخفی ہیں اسرارِ نہاں

دل نگہ دارید اے بے حاصلاں
در حضورِ حضرتِ صاحب دلاں
دل پہ رکھو آنکھ اے بے حاصلو
جب حضوری اہلِ دل کی تم کو ہو

پیش اہلِ تن ادب بر ظاہر است
کہ خدا از ایشاں نہاں ساتر است
پیش اہلِ تن ادب ہے ظاہری
کیوں کہ اُن سے ہے نہاں اللہ بھی

پیش اہلِ دل ادب بر باطن است
زاں کہ دلِ شاں بر سرائر فاطن است
اور ادب ہے اہلِ دل کا باطنی
بھیدُ اُن کے دل میں ہے اسرار کی

تو بعکسے پیش کوراں اہلِ جاہ
با حضور آئی نشینی پایگاہ[1]
برخلاف اس کے تو پیشِ اہلِ جاہ
بیٹھتا ہے آکے سوئے پائے گاہ

پیش بینایاں کنی ترکِ ادب
نارِ شہوت را ازاں گشتی حطب
بے ادب اہلِ نظر سے تو ہوا
اس لئے ہے نارِ شہوت میں جلا

چوں نداری فطنت نور ہدے
بہر کوراں روے را می زن جلا
جب نہیں دانائی و نورِ ہدیٰ
واسطے اندھوں کے منہ پر دے جلا

پیش بینایاں حدث در روے مال
ناز می کن با چنیں گندیدہ حال
پیشِ بینا تو بنے ناپاک رُو ہاہا
بس کیا کر ناز اس حالت پہ تو

[1] پاؤں رکھنے کی جگہ۔ جُوتے اُتارنے کی جگہ ۔

شیخ سوزن زود در دریا فگند	خواست سوزن را بآواز بلند
شیخ نے جھٹ پھینکی دریا میں سوئی	پھر بلایا اس کو اور آواز دی
صد ہزاراں ماہی اللہیے	سوزن زر برلب ہر ماہیے
مچھلیاں لاکھوں وہاں آئیں چلی	سب کے منہ میں سونے کی اک سوئی تھی
سر بر آوردند از دریائے حق	کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق
سر نکالا حق کے دریا سے وہاں	اور کہا اے شیخ حق کی سوئیاں
رو بدو کرد و بگفتش کاے امیر	ملک دل بہ یا چنیں ملکِ حقیر
شیخ نے اُس سے کہا کیوں اے امیر	ملک دل بہتر کہ وہ ملکِ حقیر
ایں نشانِ ظاہر ست ایں ہیچ نیست	باطنے جوے و بظاہر بایست
یہ نشاں ظاہر ہے اور یہ کچھ نہیں	ڈھونڈ باطن کو، نہ ہو ظاہر نشیں
سوئے شہر از باغ شاخے آورند	باغ و بستاں را کجا آں جا برند
باغ سے اک شاخ لائیں شہر میں	باغ اور بستاں کو کیونکر لے چلیں
خاصہ باغے کیں فلک یک برگِ اوست	بلکہ آں مغز ست ایں عالم چو پوست
باغ وہ ہے جس کا پتہ آسماں	مغز ہے وہ پوست ہے سارا جہاں
برنمی داری سوئے آں باغ گام	بوئے افزوں جوے وکن دفعِ زکام
کیوں نہیں کرتا سوئے گلشن خرام	ڈھونڈ خوشبو، دُور ہو جس سے زکام
تاکہ آں بو جاذبِ جانت شود	تاکہ آں بو نورِ چشمانت شود
جاذبِ جاں تاکہ وہ خوشبو بنے	تا تری آنکھوں کو وہ روشن کرے
تاکہ آں بو سوئے بستانت کشد	وانماید مر ترا راہِ رشد
تاکہ وہ بو کھینچے سوئے بوستاں	راہ نیکی کی کرے تجھ پر عیاں
چشم نابینات را بینا کند	سینہ ات را سینۂ سینا کند
تیری اندھی آنکھ کو بینا کرے	ترا سینہ، سینۂ سینا کرے

گفت یوسفؑ ابن یعقوبؑ نبی	بہر بو اُلْقُوْا عَلٰی وَجْہِ اَبِی
بولے یوسفؑ ایسی خوشبو کے لئے	رکھنا یہ کُرتا پدر کے سامنے
بہر ایں بو گفت احمدؐ در عظات	دائماً از قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ
واسطے اِس بُو کے بولے مصطفٰیؐ	یہ نماز دل میں ہے آنکھوں کی ضیا
پنج حس بایک دگر پیوستہ اند	زانکہ ایں ہر پنج ز اصلے رستہ اند
ہیں ملی بایک دگر پانچوں حِسیں	ایک ہی جڑ سے اُگی ہیں اصل میں
قوت ہر یک قوت باقی شود	ما بقی را ہر یکے ساقی شود
قوت سب کی قوتِ باقی رہے	باقیوں کی وہ ہر اک ساقی رہے
دیدن دیدہ فزاید عشق را	عشق اندر دل فزاید صدق را
آنکھ کے دیکھے سے افزوں عشق ہو	عشق ہی دل میں بڑھادے صدق کو
صدق بیداریٔ ہر حس میشود	حسہا را ذوق مونس می شود
صدق سے بیداریٔ حس ہے تمام	ذوق مونس ہے حسوں کا لاکلام
چوں یکے حس در دروں بکشادہ بند	ما بقی حسہا ہمہ مبدل شوند
ایک حِس بھی دل میں کھُل جاتی ہے جب	تو حسیں باقی بدل جاتی ہیں سب

سلہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا "اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ يَاْتِ بَصِيْرًا" یعنی میری قمیص لے جاؤ اور میرے باپ کے سامنے ڈال دو تاکہ وہ بینا ہو جائے ۔

سلہ اقتباس حدیث شریف ہے کہ "احبّ الی من دنیاکم ثلاث الطیب و النساء و قرۃ عینی فی الصلوٰۃ" یعنی تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے پسند ہیں خوشبو ۔ عورت اور نماز میں آنکھوں کی روشنی ۔

عارف کے حواس کا نورِ غیب سے منوّر ہونا

چوں یکے حس غیر محسوسات دید	گشت غیبی بر ہمہ حسہا پدید
غیر محسوس ایک حس پر جب کھلا	سب حسوں پر غیب ظاہر ہو گیا
چوں ز جو جست از گلہ یک گوسفند	پس پیاپے جملہ زاں سو بر جہند
بھیڑ اک گلے کی کودے نہر سے	پیچھے پیچھے اس کے سب گذر چلے
گوسفندانِ حواست را بران	در چرا از اخرج المرعیٰ[1] چراں
بھیڑیں تو اپنے حواسوں کی ہنکا	اخرج المرعیٰ کے کھیتوں میں چرا
تا در آں جا سنبل و ریحاں چرند	تا بہ گلزارِ حقایق رہ برند
تاکہ اس جا سنبل و ریحاں چریں	راستہ باغِ حقیقت کا وہ لیں
ہر حست پیغمبر حسہا شود	جملۂ حسہا در آں جنّت رود
تیری ہر حس ان حسوں کی ہو نبی	سب حسیں ہو جائیں تیری جنّتی
حسہا با حسِّ تو گویند راز	بے زبان و بے حقیقت بے مجاز
تیری حس کو یہ حسیں بتلائیں راز	بے زباں اور بے حقیقت بے مجاز
کیں حقیقت قابلِ تاویلہاست	ویں توہم مایۂ تخییلہاست
یہ حقیقت دائی تاویلوں کی ہے	وہم تو یہ ساری تخییلوں کی ہے
آں حقیقت کاں بود عینِ عیاں	ہیچ تاویلے نگنجد درمیاں
وہ حقیقت جو کہ ہو عینِ عیاں	اس میں تاویلوں کی گنجائش کہاں

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل بسالذی قدر فہدیٰ والذی اخرج المرعیٰ - یعنی وہ ایسا خدا ہے جس نے دنیا کو پیدا کیا، پھر ہدایت دی۔ اور ایسا خدا جس نے چراگاہ زمین سے نکالی ؛

چونکہ ہر حس بندۂ حسِّ تو شد　　مر فلکہا را نباشد از تو بُد

تیری حس کی سب حسیں بندہ ہوئیں　　تجھ سے کچھ افلاک کو چارہ نہیں

چونکہ دعویٰ می رود در مُلکِ پوست　　مغز آں کہ بُود قشر آں اوست

جب ہو مُلکِ پوست میں دعویٰ کوئی　　مغز جس کا ہے اسی کا پوست بھی

چوں تنازع افتد اندر تنگ گاہ　　دانۂ آں کیست آں را کن نگاہ

اس جہاں میں جب کہیں جھگڑا پڑے　　کس کا ہے دانہ۔ نظر میں رکھ اُسے

پس فلک قشر است و نورِ روح مغز　　ایں پدید است آں خفی زیں رُو ملغز

آسماں چھلکا ہے اور ہے مغز رُوح　　یہ ہے ظاہر وہ خفی، اے پُر فتوح

جسم ظاہر روح مخفی آمد است　　جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست

جسم ظاہر رُوح مطلق ہے نہاں　　آستیں ہے جسم اور ہے ہاتھ جاں

باز عقل از روح مخفی تر بود　　حس بسوئے روح ازاں زوتر رود

عقل پھر پوشیدہ تر ہے رُوح سے　　جاتی ہے جھٹ حس سوئے رُوح اس لئے

جنبشے بینی بدانی زندہ است　　ایں ندانی کو ز عقل آگندہ[۱] است

دیکھے حرکت تو سمجھ لے زندہ ہے　　یہ نہ سمجھے عقل سے آگندہ ہے

تاکہ جنبشہائے موزوں سر کند　　جنبشِ مس را بدانش زر کند

تاکہ موزوں جنبشیں جاری رکھے　　جنبشِ مِس کو خرد سے زر کرے

زاں مناسب آمدن افعالِ دست　　فہم آید مر ترا گر عقل ہست

ہاتھ سے افعال پھر صادر ہوں چُست　　سمجھے تو گر عقل ہو تیری درست

روحِ وحی از عقل پنہاں تر بود　　زانکہ او غیب است او زاں سر بود

روحِ وحی اس عقل سے پوشیدہ تر　　غیب کے ہے اُس سرے سے وہ مگر

[۱] بھرا ہوا۔ لبریز +

عقلِ احمدؐ از کسے پنہاں نشد	روح وحیش مدرک ہر جاں نشد
عقلِ احمدؐ کس سے پوشیدہ رہی	کون سمجھا روح لیکن وحی کی
روحِ وحیی را مناسبہاست نیز	در نیابد عقل کاں آمد عزیز
روحِ وحیی کو ہیں اکثر نسبتیں	عقل ہے مجبور ان کے فہم میں
گہ جنوں بیند گہے حیراں شود	زانکہ موقوفست تا او آں شود[1]
ہو کبھی دیوانی اور حیراں کبھی	عقل جب سمجھے کہ ہو جائے وہی
چوں مناسبہائے احوالِ خضرؑ	عقلِ موسیٰؑ بود در دیدش کدر
جیسے حالِ خضرؑ ہیں کتنی نسبتیں	عقلِ موسیٰؑ میل اُن کی آنکھ میں
نامناسب می نمود افعالِ او	پیشِ موسیٰؑ چوں نبودش حالِ او
نامناسب کام آتے تھے نظر	حال سے ان کے تھے موسیٰؑ بے خبر
عقلِ موسیٰؑ چوں شود در غیب بند	عقلِ موشے چوں بود اے ارجمند
عقلِ موسیٰؑ غیب میں ہو جائے بند	موش کی پھر عقل کیا اے ارجمند!
علمِ تقلیدی بود بہرِ فروخت	چوں بیابد مشتری خوش بر فروخت
علمِ تقلیدی ہے بکنے کے لئے	مشتری جب آئے خوش خوش بیچ دے
مشتریٔ علمِ تحقیقی حق است	دائما بازارِ او با رونق است
مشتری علمِ حقیقت کا خدا	رونق بازار رہتی ہے سدا
لب ببستہ مست در بیع و شریٰ	مشتری بیحد کہ اللہ اشتریٰ
مست ہیں خاموش، سودا ہے کھرا	مشتری لاکھوں۔ کہ گاہک ہے خدا
درسِ آدمؑ را فرشتہ مشتری	محرمِ درسش نہ دیو و نہ پری
درسِ آدمؑ کا فرشتہ مشتری	سمجھیں اُس کا درس کیا دیو و پری

[1] یعنی روحِ وحی ہو جائے +

ادمؑا انبئهم باسما درس گو ۔۔۔ شرح کن اسرارِ حق را مو بمو

ادمؑ انبئهم باسما تھا سبق ۔۔۔ یاد کر اور کھول دے اسرار حق

آنچناں کس راکہ کوتہ بیں بود ۔۔۔ در تلوّن غرق و بے تمکیں بود

میں نے ایسے کو جو ہو کوتاہ بیں ۔۔۔ جس کی عادت ہو تلوّن بالیقیں

موش گفتم زانکہ در خاک ست جاش ۔۔۔ خاک باشد موش را جائے معاش

گردیا چوہا - کہ ہے خاک اس کی جا ۔۔۔ خاک ہی ہوتی ہے چوہوں کی غذا

راہہا داند و لے در زیرِ خاک ۔۔۔ ہر طرف او خاک را کردست چاک

جانتا ہے راستے، اور زیرِ خاک ۔۔۔ خاک کو کرتا ہے وہ ہر سمت چاک

نفسِ موشے نیست الا لقمہ رند ۔۔۔ قدرِ حاجت موش را عقلے دہند

لقمۂ دزدیدہ نفسِ موش اخی ! ۔۔۔ قدرِ حاجت جس ہے چوہے کو ملی

زانکہ بے حاجت خداوندِ عزیز ۔۔۔ می نبخشد ہیچ کس را ہیچ چیز

کیونکہ بے حاجت خداوندِ عزیز ۔۔۔ بخشتا کب ہے کسی کو کوئی چیز

گر نبودے حاجتِ عالم زمیں ۔۔۔ نافریدے ہیچ ربّ العالمیں

گر نہ ہوتی حاجتِ دنیا - زمیں ۔۔۔ کب بناتا اس کو ربّ العالمیں

ویں زمینِ مضطرب محتاج کوہ ۔۔۔ گر نبودے نافریدے پُر شکوہ

تھی زمینِ مضطرب محتاج کوہ ۔۔۔ گر نہ ہوتی کیوں انہیں ملتا شکوہ

ور نبودے حاجتِ افلاک ہم ۔۔۔ ہفت گردوں نا وریدے از عدم

گر نہ ہوتی حاجتِ افلاک بھی ۔۔۔ کرتے کیوں سات آسماں جلوہ گری

لہ قولہ تعالیٰ عزوجل: قَالَ یٰاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ الخ - یعنی خدائے تعالیٰ نے آدمؑ سے فرمایا کہ فرشتوں کو اسماء سکھادو - جب سکھادئے تو خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا - کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں زمین و آسمان کے راز جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔

آفتاب و ماہ و ایں استارگاں ۔ جز بحاجت کے پدید آمد عیاں

چاند سورج اور تارے بے گماں ۔ بے ضرورت کب ہوئے آخر عیاں

پس کمندِ ہستہا حاجت بود ۔ قدرِ حاجت مرد را آلت بود

ہے کمندِ ہست حاجت اے اخی ۔ قدرِ حاجت مرد کا آلہ بنی

پس بیفزا حاجت اے محتاج زود ۔ تا بجوشد از کرم دریائے جود

پس بڑھا محتاج!! اپنی حاجتیں ۔ جوش میں آجائیں اس کی رحمتیں

ایں گدایاں ہرزہ و ہر مبتلا ۔ حاجت خود می نماید خلق را

یہ گدا ہیں مبتلا و ہرزہ جو ا ۔ حاجت اپنی ہیں جتاتے خلق کو

کوری و تنگی و بیماری و درد ۔ تا ازیں حاجت بجنبد رحم مرد

اندھاپن، تنگی و بیماری و درد ۔ تاکہ اس حاجت سے کھائیں رحم مرد

ہیچ گوید ناں دہید اے مردماں ۔ کہ مرا مال است و انبار ست و خواں

کوئی کہتا ہے کہ روٹی دو مجھے ۔ مال ہے اور خوان ہیں گھر میں مرے

چشم ننہاد است حق در کور موش ۔ زانکہ بے چشمش چریدن ہست جوش

اندھیاؤں حق نے چھچھوندر کو کیا ۔ اندھی آنکھوں سے وہ چرتی ہے سوا

می تواند زیست بے چشم و بصر ۔ فارغ است از چشم اندر خاک تر

وہ یونہی جیتی ہے بے چشم و بصر ۔ آنکھوں سے فارغ ہے زیرِ خاکِ تر

جز بدزدی او بروں ناید ز خاک ۔ تا کند خالق از آں دزدیش پاک

آئے باہر صرف چوری کے لئے ۔ حق اسے تا پاک چوری سے کرے

بعد ازاں پر یابد و مرغے شود ۔ چوں ملائک جانب گردوں رود

بعد ازاں پر نکلیں اور وہ مرغ ہو ۔ اور جائے جوں ملائک چرخ کو

؎ بیہودہ +

ہر زماں در گلشنِ شکرِ خدا — او بر آرد ہمچو بلبل صد نوا

گلشنِ شکرِ خدا میں ہر گھڑی — صورتِ بلبل کرے نغمہ زنی

کاے رہانندہ مرا از وصفِ زشت — اے کنندہ دوزخے را چوں بہشت

اے چھڑانے والے مجھ سے کارِ زشت — اے بنانے والے دوزخ کو بہشت

در یکے پیہے نہی تو روشنی — استخوانے را دہی سمع اے غنی

آنکھ کی چربی میں رکھ دی روشنی — ہڈیوں کو دی سماعت اے غنی

چہ تعلق آں معانی را بجسم — چہ تعلق فہمِ اشیاء را باسم

جسم کو معنی سے کیا ہے واسطا — اسم سے ہے کیا تعلق فہم کا

لفظ چوں وکرست و معنی طائرست — جسم جوے و روح آبِ سائرست

مرغ معنی اور ہے لفظ آشیاں — جسم ندی روح ہے آبِ رواں

در روانی روئے آبِ جوئے فکر — نیست بے خاشاک خوب و زشت گر

فکر ندی پر روانی میں فتا! — آشیاں کا کوڑا ہے اچھا برا

او رواں است و تو گوئی واقف است — او دواں ہست و تو گوئی عاکف است

وہ رواں ہے۔ تو کہے ٹھہرا ہؤا — وہ دواں ہے۔ تو کہے ٹھہرا ہؤا

گر نبودے سیرِ آب از جا بجا — چیست بر روئے نو بنو خاشاکہا

جا بجا پانی اگر جاری نہ ہو — کون لے جائے خس و خاشاک کو

ہست آں خاشاک صورتہائے فکر — نو بنو در می رسد اشکالِ بکر

ہے خس و خاشاک صورت فکر کی — جس کی شکلیں ہیں بہت نادر نئی

روئے آبِ جوئے فکر اندر روش — نیست بے خاشاکِ محبوب و وحش

آبِ جو کی سطح پر فکرِ رواں — خوب یا بد اک ہے کوڑا بے گماں

قشرہا بر روئے ایں آبِ رواں — از ثمارِ باغِ غیبی شد رواں

چھلکے اِس آبِ رواں پر ہیں رواں — جا بجا غیبی پھلوں کے بیگماں

قشرہا را مغز اندر باغ جو	زانکہ آب از باغ می آید بجو
باغ میں جا ڈھونڈ مغز ان چھلکوں کے	نہر میں آتا ہے پانی باغ سے
گر نہ بینی رفتن آب حیات	بنگر اندر جوئے ایں سیر نبات
گر نہیں آتا نظر آب حیات	دیکھ تو ندی میں یہ سیر نبات
آب جو انبہ تر آید در نظر	زو کند قشر صور زو تر گذر
آب جو میں تیز پانی ہو رواں	چھلکے صورت کے ہیں بس اس میں دواں
چون بغایت تیز شد ایں جو رواں	غم نیاید در ضمیر عارفاں
جب نہایت تیز ندی ہو رواں	غم دل عارف میں ٹھہرے پھر کہاں
چون بغایت ممتلی بود و شتاب	پس نگنجد اندرو الا کہ آب
ہو جو لبریز اور جاری ہو شتاب	پھر سمائے اور اس میں کیا جز آب

ایک شیخ پر کسی کا تہمت لگانا

آں یکے یک شیخ را تہمت نہاد	کو بدست و نیست بر راہ رشاد
ایک نے تہمت لگائی شیخ پر	یعنی ہے بد نیکیوں سے دور تر
شارب خمرست و سالوس و خبیث	مر مریداں را کجا باشد مغیث
ہے شرابی اور مکار و خبیث	پھر مریدوں کا ہو وہ کیونکر مغیث
آں یکے گفتش ادب را ہوش دار	خورد نبود ایں چنیں ظن بر کبار
ایک نے اس سے کہا لے بے ادب	عیب جوئی ہے بڑوں کی خوب کب
دور ازو و دور از اوصاف او	کز سیلے تیرہ گردد صاف او
دور ہے اس سے اور اس کے وصف سے	اس کا آب صاف یوں گدلا بنے

لہ فریادرس +

ایں چنیں بہتاں منہ بر اہلِ حق ۔۔۔ کایں خیالِ تست برگرداں ورق

رکھ نہ اہلِ حق پہ یوں بہتان تو ہا ۔۔۔ یہ خیالِ خام ہے پہچان تو ہا

ایں نباشد ور بود اے مرغِ خاک ۔۔۔ بحرِ قلزم را ز مُردارے چہ باک

یہ غلط ہے اور اگر ایسا ہی ہو ۔۔۔ خوف کیا مردار سے ہو بحر کو

نیست دون القلتین و حوضِ خُرد ۔۔۔ کش تواند قطرۂ از کار بُرد

کم نہیں وہ قلتین[۱] و حوض سے ۔۔۔ ایک قطرہ جو اُسے گندہ کرے

آتش ابراہیمؑ را نبود زیاں ۔۔۔ ہر کہ نمرودیست گو می ترس ازاں

آگ ابراہیمؑ پر تھی بے زیاں ۔۔۔ ہو جو نمرود اُس کو آئے خوف ہاں

نفس نمرود ست و عقل و جاں خلیلؑ ۔۔۔ روح در عین است و نفس اندر دلیل

نفس ہے نمرود، عقل و جاں خلیلؑ ۔۔۔ رُوح ہے عین اور نفس اس کی دلیل

ایں دلیلِ راہ رہرو را بود ۔۔۔ کو بہر دم در بیاباں گم شود

ہے دلیلِ راہ رہرو کے لئے ۔۔۔ گم بیاباں میں جو ہر لحظہ رہے

واصلاں را نیست جز چشم و چراغ ۔۔۔ از دلیل و راہِ شاں باشد فراغ

واصلوں کو ہے فقط چشم و چراغ ۔۔۔ ہے دلیل و راہ سے ان کو فراغ

گر دلیلے گفت آں مردِ وصال ۔۔۔ گفت بہرِ فہمِ اصحابِ جدال

گر دلیل اس نے کوئی پیدا بھی کی ۔۔۔ وہ سمجھنے کے لئے لوگوں کے بھی

بہرِ طفلِ نو پدر تی تی کند ۔۔۔ گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند

بچہ سے کہتا ہے تی تی باپ بھی ۔۔۔ گو ریاضی میں ہو عقل اس کی بڑی

کم نگردد فضلِ استاد از علو ۔۔۔ گر الف چیزے ندارد گوید او

کم نہیں ہو سکتا فضل اُستاد کا ۔۔۔ گر "الف خالی" پڑھائے اے فتا

۱؎ دو مٹکے جن میں ۱۲۰۰ رطل عراقی پانی سما سکے۔ اس قدر پانی گندگی سے ناپاک نہیں ہوتا +

از پئے تعلیمِ آں بستہ دہن
از زبانِ خود برون باید شدن
جس کا منہ ہے بند بس اس کے لئے
چھوٹنا بندِ زباں سے چاہیئے

در زبانِ او بباید آمدن
تا بیاموزد ز تو او علم و فن
چاہیئے اس کی زباں میں بولنا
تا وہ تجھ سے علم و فن سیکھے ذرا

پس ہمہ خلقاں چو طفلانِ ویند
لازم ست آں پیر را در وقتِ پند
لوگ سب لڑکے ہیں گویا پیر کے
وقتِ پند اس کو یہی بس چاہیئے

آں مریدِ شیخ بدگوینده را
آں بکفر و گمرہی آگنده را
اُس مریدِ شیخ نے اے باوفا
اُس سے جو تھا گمرہی میں مبتلا

گفت تو خود را مزن بر تیغ تیز
ہیں مکن با شاہ و با سلطاں ستیز
یوں کہا تو تیغ تیز اپنے نہ مار
بادشاہوں سے نہ کر تکرار یار

حوض با دریا اگر پہلو زند
خویش را از بیخ ہستی بر کند
حوض دریا سے اگر چشمک رکھے
اپنی ہستی پر وہ پانی پھیر لے

نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا
تیرہ گردد او ز مردارِ شما
کوئی بحر ایسا نہیں۔ یہ جان لے
جو کہ گدلا ہو سکے مُردار سے

بحر را حدّ ست و اندازه بداں
شیخ و نورِ شیخ را نبود کراں
بحر کا اندازه و حد ہے ضرور
شیخ بے حد، اور بے حد اُس کا نور

پیشِ بیحد ہرچہ محدود ست لاست
کل شیءٍ غیر وجہ اللّٰہ فناست
سامنے بے حد کے ہے محدود کیا
ہے بس اللہ کے سوا ہر شے فنا

کفر و ایماں نیست آں جائیکہ اوست
زانکہ او مغز ست و ایں دو رنگ و پوست
وہ جہاں ہے کفر و ایماں بھی نہیں
پوست میں یہ، مغز ہے وہ بالیقیں

ایں فناہا پردۂ آں وجہ گشت
چوں چراغِ خفیہ اندر زیرِ طشت
یہ فنا پردہ بنی اُس ذات کی ہے
شمع جیسے طشت کے نیچے کوئی ہے

پس سرِ این تن حجابِ آں سر است ۔ پیشِ آں سر این سرِ تن کافر است
پس سر اس تن کا حجاب اُس سر کا ہے ۔ سر یہ اُس کے سامنے کافر کا ہے

کیست کافر غافل از ایمانِ شیخ ۔ کیست مردہ بیخبر از جانِ شیخ
کون کافر، غافلِ ایمانِ شیخ؟ ۔ کون مُردہ، ناشناسِ جانِ شیخ؟

جاں نباشد جز خبر در آزموں ۔ ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
امتحاں میں بس خبر ہی جان ہے ۔ جاں فزوں جس کو سوا پہچان ہے

جانِ ما از جانِ حیواں بیشتر ۔ از چہ زاں رو کہ فزوں دارد خبر
جان حیوانوں سے اپنی خوب تر ۔ کیونکہ اُن سے ہے زیادہ باخبر

پس فزوں از جانِ ما جانِ ملک ۔ کو منزّہ شد ز حسِّ مشترک
جاں ہماری سے فزوں جانِ مَلک ۔ کیونکہ ہے محفوظِ حسِّ مشترک

وز ملک جانِ خداونداں دل ۔ باشد افزوں تو تحیّر را بہل
اور فرشتوں سے بھی جانِ اہلِ دل ۔ بڑھ کے ہے۔ حیرت سے کیوں ہے منفعل

زاں سبب آدم بود مسجودِ شاں ۔ جانِ او افزوں تر است از بودِ شاں
آدم اُن کا اِس لئے مسجود تھا ۔ جانِ آدم تھی فرشتوں سے سوا

ورنہ بہتر را سجودِ دوں بری ۔ امر کردن ہیچ نبود در خوری
کم کو ورنہ سجدہ گر بہتر کرے ۔ حکم ایسا کس طرح موزوں رہے

کے پسندد عدل و لطفِ کردگار ۔ کہ گلے سجدہ کند در پیشِ خار
کب ہے یہ انصاف و لطفِ کردگار ۔ پھول اگر سر کو جھکائے پیشِ خار

جان چو افزوں شد گذشت از انتہا ۔ شد مطیعش جانِ جملہ چیزہا
انتہا سے گذری جب یہ جاں بڑھی ۔ جان سب کی اس کی تابع ہو گئی

مرغ و ماہی و پری و آدمی ۔ زانکہ او بیش است ایشاں در کمی
جانور، مچھلی، پری اور آدمی ۔ کیونکہ وہ ہے بیش، ان میں ہے کمی

ماہیاں سوزن گر دلقش شوند — سوزناں را رشتہا تابع بوند

مچھلیاں خود تیری گدڑی کو سیئیں — اور ڈورے تابع سوزن رہیں

حضرت ابراہیمؒ ادہم کا باقی قصہ

چوں نفاذِ امرِ شیخ آں میر دید — ز آمدِ ماہی شدش وجدے پدید

حکم یوں جاری جو دیکھا شیخ کا — مچھلیوں کو دیکھ کر وجد آ گیا

گفت اہ ماہی ز پیراں آگہ است — شہ تنے را کو لعین درگہ است

بولا مچھلی پیر سے آگاہ ہے — حیف وہ جو راندۂ درگاہ ہے

ماہیاں از پیر آگہ ما بعید — ما شقی زیں دولت و ایشاں سعید

مچھلیاں پیروں سے واقف، ہم بعید — ہم تو ہیں محروم دولت، وہ سعید

سجدہ کرد و رفت گریان و خراب — گشت دیوانہ ز عشق فتح باب

سجدہ کر کے خوب رویا اور گیا — عشق میں مرشد کے دیوانہ ہوا

پس تو اے ناشستہ رو در چیستی — در نزاع و در حسد با کیستی

پس تو اے ناپاک کیا جھگڑا ترا — کس سے تو جنگ و حسد ہے کر رہا

با دمِ شیرے تو بازی می کنی — بر ملائک ترکتازی می کنی

شیر کی دُم سے بہت ہے کھیلتا — حملہ رہتا ہے فرشتوں پر ترا

بد چہ می گوئی تو خیرِ محض را — ہیں تو رفعے کم شمر آں خفض را

تو برا کہتا ہے خیرِ محض کو — اس کو اعلیٰ مت سمجھ جو پست ہو

بد چہ باشد مسِ محتاجِ مہاں — شیخ کہ بود کیمیائے بیکراں

بد ہے کیا؟ تانبا ہے۔ ناقص پُرزیاں — شیخ کیا ہے؟ کیمیائے بیکراں

مس اگر از کیمیا قابل نشد — کیمیا از مس ہرگز مس نشد

کیمیا سے مس اگر سونا نہ ہو — کیمیا مس سے کبھی تانبا نہ ہو

بد چہ باشد سرکش آتش عمل[لہ] — شیخ کہ بود عینِ دریائے ازل

کیا ہے بد؟ اک سرکش آتش عمل — شیخ کیا ہے؟ عینِ دریائے ازل

بد کہ باشد ظالمِ ظلمت فزا — شیخ کہ بود عکسِ انوارِ خدا

کیا ہے بد؟ اک ظالمِ ظلمت فزا — شیخ کیا ہے؟ عکسِ انوارِ خدا

بد چہ باشد آتشے پُر درد و سوز — شیخ آبِ کوثر ہست اندر تموز

کیا ہے بد؟ اک آگ ہے لبریزِ سوز — آبِ کوثر شیخ ہے، اور جانفز دو

دائم آتش را بترساند ز آب — آب کے ترسد ہرگز زالتہاب

آگ کو ہر دم ڈرائے آب سے — شعلۂ آتش سے پانی کب ڈرے

در رخِ مہ عیب بینی می کنی — در بہشتے خار چینی می کنی

چاند میں اور عیب بینی! واہ واہ — خلد میں، اور خار چینی، واہ واہ

گر بہشت اندر روی تو خار جو — ہیچ خار آں جا نیابی غیرِ تو

خلد میں جا کر جو ڈھونڈے خار تو — تو کہاں پائے بجز اپنے خار تو

می بپوشی آفتابے در گِلے — رخنہ می جوئی ز بدرِ کاملے

خاک تو سورج پہ ہے بس ڈالتا — بدر میں تو عیب ڈھونڈے بر ملا

آفتابے کو بتابد در جہاں — بہرِ خفاشے کجا گردد نہاں

آفتاب ایسا جو چمکائے جہاں — کب ہو چمگادڑ کی خاطر سے نہاں

عیبہا از ردِّ پیراں عیب شد — عیبہا از رشکِ پیراں غیب شد

عیب ردِّ پیر ہی سے عیب ہے — عیب رشکِ پیر ہی سے غیب ہے

بارے از دوری ز خدمت یار باش — در ندامت جاں کن و در کار باش

دور اگر خدمت سے ہے تو یار ہو — کام کر اور دے ندامت جان کو

لہ تیز مزاج۔ گرم طبیعت

تا از آں راحت نسیمے می رسد — آب رحمت را چہ بندی از حسد
تا کہ آئے اک نسیم فرح مند — آب رحمت کو حسد سے کر نہ بند

گر تو دوری دور می جنباں تو دم — حیثما کنتم فولوا وجوهکم[1]
دور ہے، تو دور ہی سے سعی کر — تم جدھر بھی ہو، پھراؤ رخ ادھر

چوں خرے در گل فتد از گام تیز — دمبدم جنبد برائے عزم خیز
تیز چل کر جب گرے، کیچڑ میں خر — کوشش اٹھنے کی کرے گا زود تر

جائے را ہموار نکند بہر باش — داند او کہ نیست آں جائے معاش
کب کرے وہ رہنے کو ہموار جا — جب معاش اس کو نہ حاصل ہو ذرا

حس تو از حس خر کمتر بد است — کہ دل تو زاں وحلہا بر نجست
حس خر سے بھی ہے کمتر حس تری — تو کہاں نکلا ہے کیچڑ سے ابھی

در وحل تاویل رخصت می کنی — چوں نمی خواہی کزاں دل بر کنی
رہ کے کیچڑ میں ہیں تاویلیں وہی — ہے نکلنا اس سے کب خواہش تری

کایں روا باشد مرا من مضطرم — حق نگیرد عاجزے را از کرم
یعنی میں مضطر ہوں مجھ کو ہے روا — عاجز دل کو کب پکڑتا ہے خدا

خود گرفتستی تو چوں کفتار گور[2] — ایں گرفتن را نہ بینی از غرور
صورت کفتار تو خود ہے پھنسا — کبر سے تجھ کو نہیں کچھ سوجھتا

می بگویند اندر آں کفتار نیست — از برون جویید کاندر غار نیست
کہتے ہیں کفتار اس جا پر نہیں — ڈھونڈ دبا ہر غار کے اندر نہیں

۱ قولہ تعالیٰ عزوجل: حیثما کنتم فولوا وجوهکم۔ تم جہاں کہیں رہو نماز ادا کرنے کے ارادے میں رہو۔ اور اپنے رخ مسجد الحرام کی جانب پھیرو ؂
۲ بجو۔

نیست در سوراخ گفتار اے پسر ۔۔۔ رفت تازاں او بسوئے آبخور

غار میں گفتار کب ہے اے پسر ۔۔۔ پانی پینے کو گیا اے بے خبر!

ایں ہمی گویند و بندش می نہند ۔۔۔ او ہمی گوید زمن کے آگہند

اس طرح کہہ کر پکڑتے ہیں اُسے ۔۔۔ وہ یہ کہتا ہے کہ کب جانیں مجھے

گر زمن آگاہ بودے ایں عدو ۔۔۔ کے ندا کردے کہ آں گفتار کو

ہوتے گر آگاہ دشمن مجھ سے ہاں ۔۔۔ کہتے کیوں گفتار ہے وہ اب کہاں

تاکہ بربندند و بیرونش کنند ۔۔۔ غافل آں گفتار از ایں ریشخند

تاکہ باندھیں اور کریں باہر اُسے ۔۔۔ ہے مگر گفتار غافل مکر سے

ایک شخص اور حضرتِ شعیبؑ

آں یکے می گفت در عہدِ شعیبؑ ۔۔۔ کہ خدا از من بسے دیدست عیب

کہتا تھا اک صاحب عہدِ شعیبؑ ۔۔۔ مجھ سے دیکھے ہیں خدا نے لاکھ عیب

چند دید از من گناہ و جرمہا ۔۔۔ وز کرم یزداں نمی گیرد مرا

جرم اُس نے سیکڑوں دیکھے مرے ۔۔۔ اور نہ پکڑا مجھ کو فرطِ رحم سے

حق تعالیٰ گفت در گوشِ شعیبؑ ۔۔۔ در جواب او فصیح از راہِ غیب

یوں شعیبؑ پاک سے حق نے کہا ۔۔۔ غیب سے کانوں میں اُن کے دی ندا

کہ بگفتی چند کردم من گناہ ۔۔۔ وز کرم نگرفت بر جرمم الٰہ

تو جو کہتا ہے کئے اتنے گناہ ۔۔۔ باوجود اس کے رہا لطفِ الٰہ

عکس می گوئی و مقلوب اے سفیہ ۔۔۔ اے رہا کردہ رہ و بگرفتہ تیہ

کہتا ہے برعکس تو اے بے شعور ۔۔۔ راہ بھولا دشت میں آیا ضرور

چند چندت گیرم و تو بے خبر ۔۔۔ در سلاسل ماندۂ پا تا بسر

میں نے پکڑا تجھ کو تو ہے بے خبر ۔۔۔ جکڑا ہے زنجیر میں تو سر بسر

زنگِ تو بر توت اے دیگِ سیاہ | کرد سیمائے درونت را تباہ
زنگ کے پردوں نے لے دیگِ سیاہ | کر دیا ہے دل کا آئینہ تباہ

بر دلت زنگار بر زنگار ہا | جمع شد تا کور شد ز اسرار ہا
میل تیرے قلب میں ہے میل پر | ہو گیا اسرار سے تُو بے خبر

گر زند آں دُود بر دیگِ نوے | آں اثر بنماید ار باشد جوے
میل گر پھینکیں نئی اک دیگ پر | وہ اثر کر جائے، گو ہو مختصر

زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود | بر سفیدی آں سیہ سوا شود
ضد سے پیدا ہوتی ہے ہر چیز یار | ہو سفیدی پر سیاہی آشکار

چوں سیہ شد دیگ از تاثیرِ دُود | بعد ازاں بر وے کہ بیند دُود زود
جب دھوئیں سے دیگ کالی ہو چکی | پھر دھواں کیونکر نظر آئے کبھی

مردِ آہنگر کہ او زنگی بود | دُود را با روئش ہمرنگی بود
مردِ آہنگر کہ اہلِ زنگ ہے | اس کے چہرے سے دھواں ہمرنگ ہے

مردِ رُومی گر کند آہنگری | رویش ابلق گردد از دود آوری
مردِ رُومی گر کرے آہنگری | منہ دھوئیں سے اس کا ابلق ہو ابھی

پس بداند زود تاثیرِ گناہ | پس بنالد زار و گوید کاے الٰہ
پس وہ تاثیر گنہ کی جان لے | روئے اور اللہ سے اپنے کہے

چوں کند اصرار و بد پیشہ کند | خاک اندر چشمِ اندیشہ کند
گر کرے ضد اور بد پیشہ کرے | خاک سے پُر چشمِ اندیشہ کرے

توبہ نندیشد دگر شیریں شود | بر دلش آں جرم تا بیدیں شود
توبہ سے توبہ کی، اور شیریں ہوا | اس کے دل پر جرم، وہ بےدیں ہوا

آں پشیمانی و یارب رفت از و | شست بر آئینہ زنگِ پنج تو
وہ پشیمانی دیا ہو، پھر کہاں | زنگ کی تہ آئینے پر ہے نہاں

آہنش را زنگہا خوردن گرفت | گوہرش را رنگ کم کردن گرفت
زنگ اس کے لوہے کو کھانے لگا | گوہر اس کا رنگ کم پانے لگا

چوں نویسی کاغذِ اسپید بر | آں نوشتہ خواندہ آید در نظر
سادہ کاغذ پر اگر تو کچھ لکھے | جو اسے دیکھے وہ فوراً پڑھ سکے

چوں نویسی بر سرِ بنوشتہ خط | فہم ناید خواندنش گردد غلط
تو لکھے لکھے ہوئے خط پر اگر | کچھ نہ سمجھے اور غلط ہو سر بسر

کآں سیاہی بر سیاہی اوفتاد | ہر دو خط شد کور معنی رو نداد
جب سیاہی پر سیاہی پڑ گئی | دونوں خط مہمل ہوئے سن لے اخی!

ور سوم بارہ نویسی بر سرش | بس سیہ کردی تو جانِ کافرش
تیسری بار اور اگر اس پر لکھے | جان کافر کی طرح کالا کرے

پس چہ چارہ جز پناہِ چارہ گر | ناامیدی مس و اکسیرش نظر
کیا ہے چارہ جز پناہِ چارہ گر | یاس ہے مس، کیمیا اس کی نظر

ناامیدیہا بہ پیشِ او نہید | تا ز دردِ بے دوا بیروں جہید
ناامیدی رکھ دے اس کے سامنے | تاکہ دردِ بے دوا چھوڑے تجھے

چوں شعیبؑ ایں نکتہا با او بگفت | زاں دمِ جاں در دلِ او گل شگفت
جب شعیبؑ اس سے یہ نکتے کہہ چکے | اس کے دل میں اور ہی کچھ گل کھلے

جانِ او بشنید وحیِ آسماں | گفت اگر بگرفت ما را کو نشاں
کچھ سنی اس نے نہ وحیِ آسماں | بولا پکڑا اس نے تو کیا ہے نشاں!

گفت یا رب دفعِ من می گوید او | آں گرفتن را نشاں می جوید او
بولے یا رب مجھ کو رد اس نے کیا | پوچھتا ہے اب پکڑنے کا پتا

گفت ستارم نگویم رازہاش | جز یکے رمزے برائے ابتلاش
دی ندا حق نے کہ میں ستار ہوں | امتحاناً بھید اک تجھ سے کہوں

یک نشانے آنکہ می گیرم ورا
آنکہ طاعت دارد و صوم و دعا

اک نشاں یہ ہے کہ پکڑا ہے اسے
بہرِ طاعت اور روزوں کے لئے

از نماز و از زکوٰۃ و غیرِ آں
لیک یک ذرہ ندارد ذوقِ جاں

وہ نمازیں پڑھ کے دیتا ہے زکات
ذوقِ جاں سے ہے نہ حاصل کوئی بات

می کند طاعات و افعالِ سنی
لیک یک ذرہ ندارد چاشنی

نیک کام اور کرتا ہے طاعات بھی
اور مزہ اس کا نہیں پاتا کبھی

طاعتش نغز است و معنی نغز نے
جوزہا بسیار و در وے مغز نے

طاعتیں اچھی ہیں معنی ہیں بتر
ہیں بہت اخروٹ خالی ہیں مگر

ذوق باید تا دہد طاعات بر
مغز باید تا دہد دانہ شجر

ذوق ہو تو ہو عبادت بارور
مغز ہو اس میں تو دانہ دے شجر

دانۂ بے مغز کے گردد نہال
صورتِ بے جاں نباشد جز خیال

دانۂ بے مغز کب ہو گا نہال
صورتِ بے جاں فقط ہے اک خیال

چوں شعیبؑ ایں نکتہا بر وے بخواند
از تفکر ہمچو خر در گل بماند

جب شعیبؑ اس سے یہ نکتے کہہ گئے
پھنس گیا کیچڑ میں وہ خر فکر سے

شیخ اور اس کے طعنہ زن کا قصہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ
کژ نگر باشد ہمیشہ عقلِ کاژ

شیخ کو بد کہہ رہا تھا وہ برا
عقل احول دیکھتی ہے کج سدا

کہ منم بر حالِ زشتِ او گواہ
خمر خوار است و بد و کارش تباہ

کہتا تھا ہوں اس کی حالت کا گواہ
ہے شرابی اور بدکار و تباہ

دیدمش اندر میانِ مجلسے
او ز تقوی عاری است و مفلسے

میں نے اک مجلس میں دیکھا ہے اسے
ہے وہ مفلس دور ہے پرہیز سے

ور کہ باور نیستت خیز امشباں　　تا ببینی فسق شیخت را عیاں

گر نہ ہو باور تو چل کر رات کو　　فسق اپنے شیخ کا تم دیکھ لو

شب ببردش بر سر یک روزنے　　گفت بنگر فسق و عشرت کردنے

لے گیا وہ شب کو اک روزن کے پاس　　اور کہا لے دیکھ فسق اے ناشناس

بنگر آں سالوس روز و فسق شب　　روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب

بولا تم بھی روز دیکھ اور فسق شب　　مصطفیٰ ہے دن کو شب کو بولہب

روز عبداللہ او را گشتہ نام　　شب نعوذ باللہ و در دست جام

دن کو عبداللہ ہے گو اس کا نام　　شب کو استغفار اور ہاتھوں میں جام

دید شیشہ در کف آں شیخ پر　　گفت شیخا مر ترا ہم ہست غر

شیخ کے ہاتھوں میں شیشہ تھا بھرا　　بولا کیوں اے شیخ یہ کیسی ریا

تو نمی گفتی کہ در جام شراب　　دیو می میزد شتاب اندر شتاب

تو تو کہتا تھا کہ ہے یہ بالیقیں　　کرتا ہے پیشاب شیطان لعیں

گفت جامم را چناں پر کردہ اند　　کاندروں می نگنجد یک سپند

بولا میرا جام ہے اتنا بھرا　　اس میں گنجائش نہیں باقی ذرا

بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرۂ　　ایں سخن را کژ شنیدہ غرۂ

دیکھ ذرے کی سمائی بھی نہیں　　سننے والے نے سنا کج تھا لعیں

جام ظاہر خمر ظاہر نیست ایں　　دور دار ایں را ز شیخ دوربیں

یہ نہیں کچھ ظاہری جام و شراب　　شیخ سے دور اس کو جان اے باحجاب

جام مے ہستیٔ شیخ ست اے فلیو　　کاندرو اندر نہ گنجد بول دیو

شیخ کی ہستی ہے ایسا جام مے　　اس میں کب ایسا سماتا بول ہے

پر و مالا مال از نور حق است　　جام تن بشکستہ نور مطلق است

نور حق سے پر ہے اس کو دیکھ لے　　جام تن ٹوٹا ہے نور ذات سے

نورِ خورشید ار بیفتد بر حدث	او ہماں نور است نپذیرد خبث
گندگی پر چمکے نورِ مہر اگر	اس پہ کیونکر گندگی کا ہو اثر
شیخ گفتا این خم و نہ جام است نہ مے	ایں بہ پیر آ منکرا بنگر بوے
شیخ بولا یہ نہ ہے جام اور نہ مے	پیجئے آ کر دیکھ اس کو ہے جو شے
آمد و دید انگبینِ خاص بود	کور شد آں دشمنِ کور و کبود
آیا اور دیکھا تو خالص شہد تھا	رُو سیہ دشمن تھا اندھا ہو گیا
گفت پیر آں دم مریدِ خویش را	رَو برائے من بجو مے اے کیا
بولا پیر اپنے مرید خاص سے	لا شراب اس وقت تو میرے لئے
کہ مرا رنجے ست مضطر گشتہ ام	من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام
مجھ کو ہے تکلیف اور ہوں بے قرار	مخمصہ کو بھی میں اب بھولا ہوں یار
در ضرورت ہست ہر مردار پاک	بر سرِ منکر ز لعنت باد خاک
ہے ضرورت میں ہر اک مردار پاک	ہو سرِ منکر پہ لعنت اور خاک
گردِ خمخانہ بر آمد آں مرید	بہرِ شیخ از ہر خمے او می چشید
پہنچا بھٹی پر مرید با حجاب	اور ہر مٹکے سے چکھی کچھ شراب
در ہمہ خمخانہا او مے ندید	گشتہ بُد پُر از عسل خم نبید
بھٹیوں میں مے نہ دیکھی دستیاب	بھر گئے تھے شہد سے خم شراب
گفت اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار	ہیچ خمے در نمی بینم عقار
بولا رندو ہے یہ کیا حال خراب	ایک بھی خم میں نہیں باقی شراب
جملہ رنداں نزدِ آں شیخ آمدند	چشم گریاں دست بر سر می زدند
رند سب اس شیخ کے پاس آ گئے	روتے تھے اور اپنے سر تھے پیٹتے

لہ غمِ عظیم ۰

در خرابات آمدی شیخ اجل
جملہ مے‌ہا از قدومت شد عسل

میکدہ میں آ کے اے شیخ اجل
کر دیا تو نے شرابوں کو عسل

کردۂ مے را تو مبدل از حدث
جانِ ما را ہم بدل کن از خبث

شہد میں تبدیل کی تو نے شراب
جاں بدل دے تو ہماری بھی شتاب

گر شود عالم پر از خوں مال مال
کے خورد بندہ خدا الّا حلال

سب جہاں گر خون سے ہو مالا مال
کھائے کب بندہ خدا کا جز حلال

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور رسول مقبولؐ

عائشہؓ روزے بہ پیغمبرؐ بگفت
یا رسول اللہ تو پیدا و نہفت

عائشہؓ بولیں نبیؐ سے بے گماں
یا رسولؐ اللہ ظاہر اور نہاں

ہر کجا باشد نمازے می کنی
می رود در خانہ ناپاک و دنی

آپ پڑھ لیتے ہیں ہر اک جا نماز
گھر ہیں ہر جا پاک کب ہے پاکباز!

گرچہ می دانی کہ ہر طفل پلید
کرد مستعمل بہر جا کہ رسید

جانتے ہیں آپ بچے ہر کہیں
کرتے ہیں ناپاک پھر پھر کر زمیں

بے مصلّیٰ می گزاری تو نماز
ہر کجا روئے زمیں بکشائے راز

بے مصلّیٰ آپ پڑھتے ہیں نماز
ہر زمیں پر اس میں آخر کیا ہے راز

گفت پیغمبرؐ کہ از بہرِ مہاں
حق نجس را پاک گرداند بداں

بولے پیغمبرؐ - بزرگوں کے لئے
حق زمیں کو پاک کر دے۔ جان لے

زو کہ سجدہ گاہِ ما را لطفِ حق
پاک گردانید تا ہفتم طبق

پاک کی حق نے ہماری سجدہ گاہ
ساتویں طبقے تلک بے اشتباہ

ہان و ہان ترکِ حسد کن با شہاں
ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں

ہاں! بزرگوں سے حسد تو چھوڑ دے
تا نہ تو ابلیس دنیا میں بنے

کو اگر زہرے خورد شہدے شود
زہر بھی کھائے جو وہ تو شہد ہو

تو اگر شہدے خوری زہرے بود
شہد تو کھائے تو کھائے زہر کو

کو بدل گشت و بدل شد کار او
وہ جو بدلا اس کے بدلے کام بھی

لطف گشت و نور شد مر نار او
آگ اس کے حق میں رحمت ہو گئی

قوت حق بود مر بابیل را
تھیں ابابیلوں میں حق کی قوتیں

ورنہ مرغے چوں کشد مر پیل را
کیا پرندے ورنہ ہاتھی سے لڑیں

لشکرے را مرغکے چندے شکست
لہ کچھ پرندوں نے ہرایا فوج کو

تا بدانی کاں صلابت از حق ست
تھا وہ زور حق، تجھے معلوم ہو

گر ترا وسواس آید زیں قبیل
وسوسہ ہو تجھ کو گر ایسے دلیل

رو بخواں تو سورۂ اصحاب فیل
جا تو پڑھ لے سورۂ اصحاب فیل

ور کنی با او مری و ہمسری
اور اگر تو ہمسری اس سے کرے

کافرم گر تو از ایشاں بو بری
میں ہوں کافر گر تو اس کی بو بھی لے

چوہے کا اونٹ کی نکیل کھینچنا

موشکے در کف مہار اشترے
چوہے نے اک اونٹ کی پکڑی مہار

درربود و شد رواں او از مرے
اور دوڑا اک طرف نخوت شعار

اشتر از چستی کہ با او شد رواں
اونٹ چستی سے تھا ساتھ اس کے رواں

موش غرہ شد کہ ہستم پہلواں
چوہا سمجھا میں بھی ہوں اک پہلواں

بر شتر زد پرتو اندیشہ اش
اونٹ پر اندیشہ کا پرتو پڑا

گفت بنمایم ترا تو باش خوش
بولا بتلاتا ہوں۔ آگے چل ذرا

لہ اصحاب فیل کے قصے کی طرف اشارہ ہے جو کعبہ ڈھانے کے لئے آئے تھے۔ اور جنہیں ابابیلوں نے شکست دی تھی +

تا بیامد بر لب جوئے بزرگ — کاندرو گشتے زبون پیل سترگ

پہنچے اک ندی پہ وہ دونوں شتاب — جس میں ہاتھی جائے تو ہو غرق آب

موش آنجا ایستاد و خشک گشت — گفت اشتر اے رفیق کوہ و دشت

جو ہا ٹھہرا اور ٹھٹھک کر رہ گیا — اونٹ بولا اے رفیق باصفا

این توقف چیست حیرانی چرا — پا بنہ مردانہ اندر جو در آ

کیوں ہے ٹھہرا اور حیرانی ہے کیا — بڑھ کے مردوں کی طرح ندی میں آ

تو قلاؤزی و پیش آہنگ من — درمیان رہ مباش و تن مزن

رہنما ہے پیش رو ہے تو مرا — راستہ کھوتا نہ کر ہاں چل ذرا

گفت این آبے شگرف ست و عمیق — من ہمی ترسم ز غرقاب اے رفیق

بولا یہ ندی عجب ہے اور عمیق — ڈوبنے سے میں ہوں ڈرتا اے رفیق

گفت اشتر تا ببینم حد آب — پا درو بنہاد آن اشتر شتاب

اونٹ بولا دیکھ لوں پانی ذرا — پاؤں پھر ندی میں اس نے رکھ دیا

گفت تا زانوست آب اے کور موش — از چہ حیران گشتی و رفتی ز ہوش

اور کہا پانی ہے گھٹنوں تک یہاں — ہوش گم کیوں کھوتا ہے اپنے رائگاں

گفت مور ست مار اژدہاست — کہ ز زانو تا بزانو فرقہاست

بولا مجھ کو یہ چیونٹی اژدر ہے مجھے — فرق ہیں زانو سے زانو تک بڑے

گر ترا تا زانوست اے پر ہنر — مر مرا صد گز گذشت از فرق سر

تیرے گھٹنوں تک اگر پانی رہا — میرے سر سے سو گز اونچا جائے گا

گفت گستاخی مکن بار دگر — تا نسوزد جسم و جانت زین شرر

بولا اب کرنا نہ گستاخی کبھی — ورنہ تیری جان تک جل جائے گی

تو مری با مثل خود موشان بکن — با شتر مر موش را نبود سخن

ہمسری کر اپنے جیسے چوہوں سے — باتیں کیا چوہا کرے ساتھ اونٹ کے

گفت توبہ کردم از بہر خدا — بگذراں زیں آب مُہلک مر مرا
بولا-توبہ کی خدا کے واسطے — پار کردے اب تو ندی سے مجھے

رحم آمد مر شتر را گفت ہیں — بر جہ و بر گردبان من نشیں
رحم آیا اونٹ کو بولا کہ آ آ آ آ — کود۔ اور کوہان پر تو بیٹھ جا

ایں گذشتن شد مسلّم مر مرا — بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا
پار کر دینے کا میں ہوں ذمہ دار — لاکھوں تجھ جیسوں کو لے جاؤں میں پار

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ — تا رسی از چاہ روزے تو بجاہ
ہے نہ پیغمبر۔ چل اپنی راہ تو — تا کہ پہنچے چاہ سے تا جاہ تو

تو رعیت باش چوں سلطاں نۂ — تک مراں چوں مرد کشتیباں نۂ
تو رعیت بن، اگر سلطاں نہیں — کھے نہ کشتی کو، جو کشتیباں نہیں

چوں نۂ کامل دکاں تنہا مگیر — دستِ خوش می باش تا گردی خمیر
گر نہیں کامل۔ نہ لے تنہا دکاں — پیش خدمت بن، کہ تو پائے اماں

چونکہ آزادیت نامد بندہ باش — ہیں مپوش اطلس برو در ژندہ باش
تجھ کو آزادی نہیں۔ تو بن غلام — چھوڑ اطلس، اور رکھ گدڑی سے کام

اَنْصِتُوْا[۱] را گوش کن خاموش باش — چوں زبانِ حق نگشتی گوش باش
اَنْصِتُوْا سن اور پھر خاموش ہو — تو زبانِ حق نہیں، تو گوش ہو

ور بگوئی شکلِ استفسار گو — با شہنشاہاں تو مسکیں وار گو
اور کہے بھی کچھ تو کہ مثل سوال — بادشاہوں سے غریبوں کی مثال

[۱] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ:۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ جس وقت کلام خدا پڑھا جائے۔ پس سنو اور خاموش رہو۔ شاید تم پر رحمت کی جائے۔

ابتدائے کبر و کیں از شہوت است — راسخی شہوت ز عادت است

ابتدائے کبر و کیں شہوت سے ہے — اس کا استحکام پھر عادت سے ہے

چوں ز عادت گشت محکم خوئے بد — خشم آید بر کسے کت وا کشد

ہوتی ہے عادت سے محکم خوئے بد — روکنے والے سے ہوتا ہے حسد

چونکہ تو گلخوار گشتی ہر کہ او — وا کشد از گل ترا باشد عدو

مٹی تو کھاتا ہے جو روکے تجھے — دشمن اپنا تو سمجھتا ہے اسے

بت پرستاں چونکہ خو با بت کنند — مانعان راہ بتاں را دشمن اند

بت پرستوں کی جو خو ہو بت گری — منع کرنے والوں سے ہے دشمنی

چونکہ کرد ابلیس خو با سروری — دید آدم را بتحقیر از خری

چونکہ تھی ابلیس کی خو سروری — دیکھ کر آدم کو تھی تحقیر کی

کہ بہ از من سرورے دیگر بود — تاکہ او مسجود چوں من کس شود

مجھ سے بہتر کون ہے وہ دوسرا — جو مرے سجدوں کے قابل ہو گیا

سروری زہر است جز آں روح را — کہ بود تریاق لانے ز ابتدا

سروری ہے زہر جز اس روح کے — جس کو تریاقیت اول سے ملے

کوہ اگر پر مار شد باکے مدار — کہ بود اندر دروں تریاق زار

کوہ میں گر سانپ ہوں تو خوف کیا — کیونکہ تریاق اس کے اندر ہے بھرا

سروری چوں شد دماغت را ندیم — ہر کہ بشکستت شود خصم قدیم

سروری جب ہو دماغوں کی ندیم — جو اسے توڑے وہ ہے دشمن قدیم

چوں خلاف خوئے تو گوید کسے — کینہا خیزد ترا با او بسے

جو کہے تجھ تیری عادت کے خلاف — دشمنی اس سے تجھے ہو جائے صاف

کو مرا از خوئے من بر می کند — خویش را بر من چو سروری کند

یعنی میری خو سے ہے بیزار وہ — اور بنتا ہے مرا سردار وہ

چوں نباشد خوئے بد سرکش درو ‏ ‏ کے فروزد از خلاف آتش درو

گر نہ ایسی خوئے سرکش اس میں ہو ‏ ‏ دشمنی کی کیوں لے پھر آتش اس میں ہو

چوں نباشد خوئے بد محکم شدہ ‏ ‏ کے فروزد از خلاف آتشکدہ

خوئے بد محکم نہ ہو جائے اگر ‏ ‏ دشمنی سے آگ کیوں ہو تیز تر

با مخالف او مدارائی کند ‏ ‏ در دل او خویش را جائی کند

کرتا ہے خاطر مخالف جان کر ‏ ‏ اس کے دل میں ہے بناتا اپنا گھر

زانکہ خوئے بد بگشتت استوار ‏ ‏ مور شہوت شد ز عادت ہمچو مار

خوئے بد تیری ہوئی ہے استوار ‏ ‏ چیونٹی شہوت کی بنی ہے مثل مار

مار شہوت را بکش در ابتدا ‏ ‏ ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا

مار شہوت کو تو پہلے کر فنا ‏ ‏ سانپ بن جائے گا ورنہ اژدہا

لیک ہر کس مور بیند مار خویش ‏ ‏ تو ز صاحبدل کن استفسار خویش

سانپ سب کو چیونٹی آتا ہے نظر ‏ ‏ اہل دل سے جا کے استفسار کر

تا نشد زر مس نداند من مسم ‏ ‏ تا نشد شہ دل نداند مفلسم

مس نہ ہو زر تو نہ جانے مس ہوں میں ‏ ‏ شاہ ہو تو جانے دل مفلس ہوں میں

خدمت اکسیر کن مس وار تو ‏ ‏ جور می کش اے دل از دلدار تو

مس کی صورت خدمت اکسیر کر ‏ ‏ جور اٹھا دلدار کے اے دل۔ مگر

کیست دلدار اہل دل نیکو بداں ‏ ‏ کہ چو روز و شب جہانند از جہاں

کون ہیں دلدار۔ جو ہیں اہل دل ‏ ‏ بھاگتے ہیں اس جہاں سے متصل

ایک کشتی سوار شیخ کی کرامت

عیب کم گو بندۂ اللہ را ‏ ‏ متہم کم کن بدزدی شاہ را

حق کے بندوں کا نہ ہو تو عیب جو ‏ ‏ کر نہ شہ کو متہم چوری سے تو

ور بباشی ہیچ ہیچ از ہیچیاں ‌ ‌ ‌ پس برو بردیو باشی مستہاں

اور اگر تو ہے بُزدل سے بھی بُرا ‌ ‌ ‌ جا۔ تجھے شیطاں بھی رُسوا جانے گا

بود درویشے دروں کشتیے ‌ ‌ ‌ ساختہ از رختِ مردے پشتیے

ایک کشتی میں کوئی درویش تھا ‌ ‌ ‌ غیر کے ساماں کو تکیہ تھا کیا

یاوہ شد ہمیان زر او خفتہ بود ‌ ‌ ‌ جملہ را جُستند او را ہم نمود

سوتے میں سونے کی تھیلی گم ہوئی ‌ ‌ ‌ لی تلاشی اس کی سب کے ساتھ ہی

کیں فقیرِ خفتہ را جوئیم ہم ‌ ‌ ‌ کرد بیدارش زغم صاحب درم

سونے والے کی تلاشی لیں گے ہم ‌ ‌ ‌ وہ جگانے آیا جس کے تھے دِرم

کہ دریں کشتی چرمداں گم شدست ‌ ‌ ‌ جملہ را جُستیم نتوانی تو رست

اور بولا چرمطے کی تھیلی ہے گم ‌ ‌ ‌ سب کو ڈھونڈا۔ اب نہیں بچ سکتے تم

دلق بیروں کن برہنہ شو ز دلق ‌ ‌ ‌ تا ز تو فارغ شود اوہام خلق

ہو برہنہ اور گدڑی کو اُتار ‌ ‌ ‌ تا ہو وہم خلق سے تو رستگار

گفت یارب بر غلامت ایں خساں ‌ ‌ ‌ تہمتے کردند فرماں در رساں

بولا یارب لوگ بندے پر ترے ‌ ‌ ‌ رکھتے ہیں الزام، کوئی حکم دے

یَا غِیَاثِیْ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَۃٍ ‌ ‌ ‌ یَا مَعَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ شَہْوَۃٍ

اے کہ تو ہے رنج میں فریادرس ‌ ‌ ‌ اے کہ تو مامن ہے وقتِ ہوس

یَا مُجِیْبِیْ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَۃٍ ‌ ‌ ‌ یَا مَلَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ مِحْنَۃٍ

اے کہ تو ہر دم دُعا میری سنے ‌ ‌ ‌ اے کہ ہر تکلیف میں یاور بنے

چوں بدرد آمد دلِ درویش ازاں ‌ ‌ ‌ سر بروں کردند ہر سو در زماں

جب دلِ درویش میں یوں درد اُٹھا ‌ ‌ ‌ سر نکالا ہر طرف سے بر ملا

صد ہزاراں ماہی از دریائے ژرف ‌ ‌ ‌ در دہانِ ہر یکے دُرِّ شگرف

لاکھوں ہی دریا سے نکلیں مچھلیاں ‌ ‌ ‌ سب کے منہ میں ایک موتی تھا گراں

ہر یکے دُرّے خراجِ ملکتے
ایک موتی تھا خراج اک ملک کا

کز الٰہ ست ایں ندارد شرکتے
وہ خدا کے تھے ہو شرکت ان میں کیا

دُرِّ چند انداخت در کشتی و جست
چند اس کشتی میں موتی ڈال کر

مر ہوا را ساخت کرسی و نشست
بیٹھا کرسی ہوا پر بے خطر

خوش مربع چوں شہاں تختِ خویش
جیسے شہ ہو تخت پر اپنے عیاں

او فراز اوج و کشتی اش بہ پیش
وہ تھا اونچا نیچے کشتی تھی رواں

گفت کایں کشتی شما را حق مرا
بولا کشتی ہے تمہاری۔ حق مرا

تا نباشد با شما دزدِ گدا
وہ نہ چاہیے تم میں ہو دزدِ گدا

تا کرا باشد خسارت زیں فراق
دیکھو کس کو ہے جدائی سے زیاں

من خوشم جفتِ حق و با خلق طاق
واصلِ حق ہوں میں سبب سے دور ہاں

نے مرا او تہمت دُزدی نہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت رکھے

نے مہارم را بغمازے دِہد
اور نہ میری باگ غمازوں کو دے

بانگ کردند اہلِ کشتی کاے ہمام
اہلِ کشتی نے ندا دی اے ہمام[1]

از چہ دادندت چنیں عالی مقام
تجھ کو یہ کیونکر ملا عالی مقام

گفت از تہمت نہادن بر فقیر
بولا تہمت رکھی تم نے بے خبر!

وز حق آزاری پئے چیزے حقیر
اور حق آزاری کی ادنیٰ چیز پر

حاش للہ بل ز تعظیمِ شہاں
وہ تو عزت میں ہیں شاہوں سے فزوں

کہ نبودم بر فقیراں بدگماں
بدگمانی میں فقیروں سے رکھوں؟

آں فقیرانِ لطیفِ خوش نفس
وہ فقیرانِ لطیف اور خوش نفس

کز پئے تعظیمِ شاں آمد عبس
آیا ہے تعظیم میں جن کی۔ عبس[2]

[1] بزرگ ۔

[2] "عَبَسَ وَتَوَلّٰی" (جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے) ۔

آں فقیرے بہر پیچا پیچ نیست — بل بپیش آنکہ بجز حق ہیچ نیست

ان فقیروں میں کہاں کچھ پیچ ہے — جز خدا سب ان کے آگے ہیچ ہے

متہم چوں دارم آنہارا کہ حق — کرد امین مخزن ہفتم طبق

متہم کیا کیجئے ان کو کہ حق ؟ — ہے امانت دے چکا ہفتم طبق

متہم نفس است نے عقل شریف — متہم حس است نے نور لطیف

متہم ہے نفس نے عقل شریف — متہم حس ہے ۔ نہیں نور لطیف

نفس سوفسطائی آمد می زنش — کش زدن سازد نہ حجت گفتنش

نفس سوفسطائی[1] ہے کر قتل اسے — بند لا حاصل ، مرے گا مار سے

معجزہ بیند فروزد آں زماں — بعد ازاں گوید خیالے بود آں

معجزہ دیکھے تو خوش ہو اس گھڑی — پھر کہے یہ تو خیالی بات تھی

در حقیقت بودے آں دید عجب — پس مقیم چشم بودے روز و شب

فی الحقیقت معجزہ ہوتا اگر — رات دن آتا نگاہوں کو نظر

آں مقیم چشم پاکاں می بود — نے قرین چشم حیواں می شود

ہوتا ہے وہ چشم پاکاں میں مقیم — اور نہیں ہے چشم حیواں میں مقیم

کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ — کے بود طاؤس اندر چاہ تنگ

معجزہ اس حس سے رکھے عار و ننگ — کب ہے ممکن مور ہو اندر چاہ تنگ

تا نگوئی مر مرا بسیار گو — من ز صد یک گویم و آں ہم چو مو

تا نہ تم کہہ دو مجھے بسیار گو

سو کی میں اک بات کہتا ہوں سنو

[1] سوفسطائی اسے کہتے ہیں جو دنیا کو نمود بے بود اور محض خیال سمجھتا ہے ۔

ایک صوفی پر صوفیوں کی طعنہ زنی

صوفیاں بر صوفیے شنعت زدند ۔ پیش شیخ خانقاہے آمدند
صوفیوں نے طعنہ صوفی کو دیا ۔ آگے شیخ خانقہ کے بر ملا

شیخ را گفتند داد جان ما ۔ تو ازیں صوفی بخواہ اے پیشوا
بولے فریادی ہماری جان ہے ۔ داد اس صوفی سے لے اے [illegible]

گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں ۔ گفت ایں صوفی سہ خو دارد گراں
بولا۔ آخر کیوں شکایت تم نے کی ۔ بولے۔ اس میں تین باتیں ہیں بڑی

در سخن بسیار گو ہمچوں جرس ۔ در خورش افزوں خورد از بیست کس
باتیں کرتا ہے بہت مثل جرس ۔ کھاتا ہے اتنا کہ کھائیں بیس کس

در بخسپد ہست چوں اصحاب کہف ۔ صوفیاں کردند پیش شیخ زحف
سونے میں بالکل ہے اہل کہف سا ۔ صوفیوں نے یوں اسے رسوا کیا

شیخ رو آورد پیش آں فقیر ۔ کہ بہر حالے کہ ہست اوساط گیر
شیخ اس صوفی سے بولا قال ہیں ۔ چاہیئے اوسط سمجھیے ہر حال میں

در خبر خَیرُ الاُمُورِ اَوسَاطُہَا ۔ نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا
قول ہے خیر الامور اوساطہا[1] ۔ ہوگا نافع اعتدال اخلاط کا

گر یکے خلطے فزوں شد از عرض ۔ در تن مردم پدید آید مرض
گر عرض سے ہو فزوں اک خلط بھی ۔ تو مرض میں مبتلا ہو آدمی

بر قرین خویش مفزا در صفت ۔ کاں فراق آرد یقین در عاقبت
تو صفت میں بڑھ نہ اپنے یار سے ۔ کیونکہ یہ آخر جدائی ڈال دے

[1] حدیث شریف میں ہے کہ "خیر الامور اوساطہا" یعنی تمام کاموں کا بہترین حصہ اوسط ہے ۔

نطقِ موسیٰ بود با اندازه لیک | هم فزوں آمد ز گفتِ یارِ نیک

نطقِ موسیٰ کو کہ اندازے سے تھا | گفتگوئے یار سے کچھ بڑھ گیا

آں فزونی با خضر آمد شقاق | گفت رَو تو مکثری هذا فراق

خضر سے دُور اس فزونی نے کیا | بولے اے بسیار گو۔ بس دُور جا

موشیا بسیار گوئی در گذرہ | چند گوئی رَو وصال آمد بسر

موشیا۔ بسیار گوئی چھوڑ دے | وصل اب آخر ہے اپنی راہ لے

موشیا بسیار گوئی دُور شو | ورنہ با من گنگ باش و کور شو

موشیا! بسیار گو ہے۔ دُور ہو | ورنہ میرے ساتھ گنگ و کور ہو

ور نرفتی وز ستیزہ شستۂ | تو بمعنی رفتۂ بگسستۂ

گر نہ جائے اور یونہی بیٹھا رہے | ہو شکستہ۔ دُور معنی سے رہے

رو برِ آنہا کہ ہم جفتِ تواند | عاشقانِ تشنۂ گفتِ تواند

پاس جا اُن کے جو ہمسر ہیں ترے | عاشق اندازِ بیاں پر ہیں ترے

چوں حدث کردی تو ناگہ در نماز | گویدت سوئے طہارت رو بتاز

گر وضو ٹوٹے نماز دل میں ترا | پھر طہارت کر۔ کہے وہ برملا

ور نرفتی خشک جنباں می شوی | چوں نمازت رفت بنشیں اے غوی

گر نہ جائے خالی تو حرکت کرے | پس گئی تیری نماز۔ اب کیا بنے

پاسباں بر خوابناکاں بر فزود | ماہیاں را پاسباں حاجت نبود

پاسباں ہے سونے والوں کے لئے | مچھلیوں کو پاسباں کب چاہئے

جامہ پوشاں را نظر بر گازرست | جامہ عریاں را تجلّی زیورست

ہے نظر دھوبی پہ جامہ پوش کی
ہے تجلّی زیورِ عریاں تنی

یا ز عریاناں بیک سو باز رو | یا چو ایشاں فارغ و بے جامہ شو
یا برہنوں سے ہو یک سو واقعی | یا ہو ان کی طرح بے جامہ اخی!

ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی | جامہ کم کن تا رہِ اوسط روی
مطلقاً عریاں جو ہو سکتا نہیں | کپڑے کم کرنا یہ ہے اوسط کے قریں

پس فقیراں شیخ را احوال گفت | عذر را با آں غرامت کرد جفت
شیخ سے درویش جب یہ کہہ چکے | ساتھ ہی پھر عذر بھی کرنے لگے

شیخ سے فقیر کی عذر خواہی

ہر سوال شیخ را داد او جواب | چوں جواباتِ خضر خوب و صواب
ہر سوال شیخ کا تھا اک جواب | جوں جواباتِ خضرؑ ٹھیک اور صواب

آں جواباتِ سوالاتِ کلیمؑ | کش خضر بنمود از ربِّ علیم
وہ جواباتِ سوالاتِ کلیمؑ | جو سکھائے خضرؑ کو ربِّ علیم

گشت مشکلہاش حل افزوں ز یاد | از پئے ہر مشکلش مفتاح داد
مشکلیں حل ہو گئیں اس کی وہاں | دیں اُسے سب مشکلوں کی کنجیاں

از خضرؑ درویش ہم میراث داشت | در جوابِ شیخ ہمت بر گماشت
خضر سے درویش کو تھا کچھ ملا | کرکے ہمت شیخ سے کہنے لگا

گفت راہِ اوسط ارچہ حکمتست | لیک اوسط نیز ہم با نسبت ست
بولا گو اوسط، کسی حکمت سے ہے | لیکن اوسط بھی کسی نسبت سے ہے

آب جو نسبت باشتر ہست کم | لیک باشد موش را او ہمچو یم
نسبتاً بہرِ شتر ندی ہے کم | ہے مگر چوہے کے حق میں مثل یم

ہر کرا باشد وظیفہ چار ناں | دو خورد یا سہ خورد ہست اوسط آں
جس کی ہو خوراک اصلی چار ناں | کھائے دو یا تین، تو اوسط ہے ہاں

ور خورد ہر چار و گوید اوسط است	او اسیر حرص مانند بط است
چار دن کھا کر کہے اوسط ہے ہاں	مثل بط وہ لالچی ہے بے گماں
ہر کہ او را اشتہا دہ ناں بود	شش خورد می‌داں کہ اوسط آں بود
اور ہوں دس روٹیاں جس کی غذا	چھ اگر کھائے تو اوسط میں رہا
چوں مرا پنجاہ ناں ہست اشتہے	مر ترا شش گردہ ہمدستیم نے
بھوک ہے پنجاہ روٹی کی مجھے	تجھ کو چھ کی بھوک تک کیونکر ملے
تو بدہ رکعت نماز آئی ملول	من بہ پانصد در نیایم در نحول
تو ہو ماندہ۔ گر پڑھے دس رکعتیں	پان سو میں بھی نہ ضعف آئے ہمیں
آں یکے تا کعبہ حافی می رود	ویں یکے تا مسجد از خود می شود
ایک ننگے پاؤں کعبے کو چلے	ایک مسجد تک نہ بالکل جا سکے
آں یکے در پاکبازی جاں بداد	واں یکے جاں کند تا یک ناں بداد
ایک نے عشق خدا میں جان دی	جاں کنی کی ایک نے اور نان دی
آں وسط در با نہایت می رود	کہ مر آں را اوّل و آخر بود
وسط ہو سکتا ہے صرف اس چیز کا	جس کی ہو کچھ ابتدا و انتہا
اوّل و آخر بباید تا در آں	در تصوّر گنجد اوسط یا میاں
اول و آخر تو ہونا چاہیئے	تاکہ اوسط کا تصور کھپ سکے
بے نہایت چوں ندارد دو طرف	کے بود آں را میانہ منصرف
بے نہایت جس کی دو طرفیں نہ ہوں	وہ بھلا اوسط کی حد میں آئے کیوں
اوّل و آخر نشانش کس نداد	گفت لو کان لہ البحر مداد
اوّل آخر کا نشاں کس کو ہے یاد	قول حق ہے۔ بحر بھی ہو گر مداد۔

۱؎ قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ۔ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا۔ اے محمدؐ کہ دے کہ اگر دریا میرے

ہفت دریا گر شود کلّی پدید　　نیست مر پایاں شدن را ہیچ امید

سات دریا ساتھ مل جائیں اگر　　ہو نہ کچھ اُمّید پایاں اے پسر

باغ و بیشہ گر شود یکسر قلم　　زیں سخن ہرگز نہ گردد ہیچ کم

باغ اور جنگل جو یکسر ہوں قلم　　بات یہ ہرگز نہ ہوگی کچھ بھی کم

ایں ہمہ حبر و قلم فانی شود　　وایں حدیث بے عدد باقی بود

ہے سیاہی اور قلم سب کو فنا　　اس حدیث بے عدد کو ہے بقا

حالتِ من خواب را ماند گہے　　خواب پندارد مرا او گمرہے

میری حالت خواب کی سی ہو کبھی　　خواب سمجھے آنکھ اُس سے گمراہ کی

چشمِ من خفتہ دلم بیدار داں　　شکلِ بے کار مرا برکار داں

آنکھ خفتہ اور دل بیدار جان　　شکل بے کاری کو تو باکار جان

گفت پیغمبر کہ عینانی تنام　　لا ینام القلب عن رب الانام

بولے احمدؐ آنکھ سوتی ہے مری　　دل نہیں اللہ سے سوتا کبھی

چشمِ تو بیدار و دل خفتہ بخواب　　چشمِ من خفتہ دلم در فتح باب

تو ہے بیدار اور ہے دل سویا ہوا　　میں ہوں خفتہ دل ہے میرا جاگتا

مر دلم را پنج حسِّ دیگر است　　حسِّ ما را ہر دو عالم منظر است

میرے دل کی ہیں حسیں پانچ اور بھی　　منظر ہر دو جہاں ہیں دیکھتی

تو ز ضعفِ خود مکن در من نگاہ　　بر تو شب بر من ہماں شب چاشتگاہ

ضعف سے اپنے نہ مجھ پر کر نگاہ　　جو ہے تیری رات، میری چاشت گاہ

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۳۸۴) رب کے کلمات لکھنے کے لئے سیاہی بن جائے۔ پس اُن کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ختم ہو جائے۔ اگرچہ ہم اُس دریا کو ایک ویسے ہی دریا سے مدد دے دیں۔ ۔ ۵۱ حدیث شریف میں ہے "تنام عینانی ولا ینام قلبی"۔

۵۲ قبل دوپہر۔

بر تو زنداں ہم من آں زنداں چو باغ | عین مشغولی مرا گشتہ فراغ

قید خانہ ہے ترا گلشن مجھے | ہے فراغت مشغلہ میرے لئے

پائے تو در گل مرا گل گشتہ گل | مر ترا ماتم مرا سور و دُہل

تو پھنسا کیچڑ میں۔ مجھ کو گل ہے گل | تجھ کو ماتم۔ مجھ کو راحت اور دُہل

در زمینم با تو ساکن در محل | می دوم بر چرخ ہفتم چوں زحل

گو زمیں پر ہوں میں تیرا ہم محل | دوڑتا ہوں چرخ پر مثل زحل

ہمنشینت من نیم سایہ من است | برتر از اندیشہا پایہ من است

پاس تیرے میں نہیں۔ سایہ مرا | برتر اندیشے سے ہے پایہ مرا

زانکہ من ز اندیشہا بگذشتہ ام | خارج از اندیشہ پویاں گشتہ ام

کیونکہ بالاتر میں اندیشوں سے ہوں | باہر اندیشوں کے میں دوڑا پھروں

حاکم اندیشہ ام محکوم نے | چونکہ بنّا حاکم آمد بر بنے

کب ہوں بندہ، حاکم اندیشہ ہوں | ہر بنا پر حکمراں معمار جوں

جملہ خلقاں سخرۂ اندیشہ اند | زاں سبب خستہ دل و غم پیشہ اند

بندۂ اندیشہ ہے خلقت تمام | اس لئے ہے خستہ دل۔ ناشاد کام

قاصداً خود را باندیشہ دہم | چوں بخواہم از میانہ بر جہم

قصداً اندیشے میں کھو جاتا ہوں میں | دفعتاً آزاد ہو جاتا ہوں میں

من چو مرغ اوجم اندیشہ مگس | کے بود بر من مگس را دسترس

میں ہوں مرغ اوج، اندیشہ مگس | مجھ پہ مکھی کو ہو کیونکر دسترس

قاصداً زیر آیم از اوج بلند | تا شکستہ پایگاں بر من تنند

قصداً آ جاتا ہوں پستی کی طرف | تا شکستہ پا بڑھیں میری طرف

چوں ملالم گیرد از سفلی صفات | بر پرم ہمچوں طیور الصّافّات

رنج پھر پستی سے جب پاتا ہوں میں | مثل طائر صاف اڑ جاتا ہوں میں

پرِ من رستہ است ہم از ذاتِ خویش — بر نچسپانم دو پرِ من از سریش
پَر جمے ہیں میری ذاتِ خاص سے — بہ نہیں کچھ گوند سے چپکے ہوئے

جعفرِ طیار را پر جاریہ است — جعفرِ طرار را پر عاریہ است
جعفرِ طیار کے اصلی ہیں پَر — جعفرِ طرار کے نقلی ہیں پر

نزدِ آں کہ لم یذق دعویست ایں — نزدِ سکانِ افق معنی ست ایں
واسطے بد ذوق کے دعویٰ ہے یہ — بہرِ اہلِ ذوق معنیٰ ہے یہ

لاف و دعویٰ باشد ایں پیشِ غراب — دیگ تی و پُر یکے نزدِ ذباب
سامنے کوّوں کے ہے یہ جھوٹ شے — مکھی کو خالی بھری دیگ ایک ہے

چونکہ در تو می شود لقمہ گہر — تن مزن چندانکہ بتوانی بخور
تیرا لقمہ جب کہ بنتا ہے گہر — جس قدر تو چاہے اپنا پیٹ بھر

شیخ روزے بہرِ دفعِ سوءِ ظن — در لگن قے کرد پُر دُر شد لگن
شیخ نے اک روز بہرِ دفعِ ظن — قے جو کی، موتی سے بھر ڈالی لگن

گوہرِ معقول را محسوس کرد — پیرِ بینا بہرِ کم عقلیٔ مرد
گوہرِ معقول پیدا کر دئے — پیر نے کوتاہ نظروں کے لئے

چونکہ در معدہ شود پاکت پلید — قفل نہ بر حلق و پنہاں کن کلید
پاک ہو جب تیرے معدے میں پلید — حلق میں دے قفل، پنہاں کر کلید

ایسا دعویٰ جو خود اپنی سچائی کا گواہ ہے

ہر کہ در وے لقمہ شد نورِ جلال — ہر چہ خواہد گو بخور اورا حلال
جس میں جاکر لقمہ ہو نورِ جلال — چاہیے جو کچھ کھائے اُس کو ہے حلال

گر تو ہستی آشنائے جانِ من — نیست دعویٰ گفتِ معنی دانِ من
گر تو میری جان کا ہے آشنا — مجھ سے معنی سن، نہیں دعویٰ ذرا

گر بگویم نیم شب پیش تو ام — ہیں مترس از شب کہ من خویش توام

"ہوں یہاں،" گر نصف شب کو میں کہوں — ڈر نہ شب سے میں تو تیرا خویش ہوں

ایں دو دعوےٰ پیش تو معنی بود — چوں شناسی بانگ خویشاوند خود

دونوں معنی دعوے ہیں آگے ترے — اپنے کی آواز تو پہچان لے

پیشی و خویشی دو دعوی بود لیک — ہر دو معنی بود پیش فہم نیک

پیشی اور خویشی تھے دو دعوے مگر — دونوں معنی تھے جو سمجھے تو پسر!

قرب آوازش گواہی می دہد — کایں دم نزدیک از یارے جہد

پاس کی آواز شاہد ہے نگارا — پاس کی آواز ہے آواز یار

لذت آواز خویشاوند نیز — شد گوا بر صدق آں یار عزیز

خویش کی اس لذتِ آواز نے — دی گواہی صدق پر اُس یار کے

باز بے الہام احمق کو ز جہل — می نہ داند بانگ بیگانہ ز اہل

پھر وہ غیر آگاہ احمق جہل سے — بولی اپنوں کے نہ سمجھے غیر سے۔

پیش او دعوی بود گفتار او — جہلِ او شد مایۂ انکارِ او

دعوی اس کے آگے وہ گفتار ہو — جہل اُس کا مایۂ انکار ہو

پیش زیرک کاندرونش نورہاست — عین ایں آواز معنی بود راست

آگے دانا کے جو ہے معمور نور — تھے اسی آواز میں معنی ضرور

یا بتازی گفت یک تازی زبان — کہ ہمی دانم زبانِ تازیاں

بولے عربی جب کہ اک عربی زباں — اور کہے میں جانوں عربوں کی زباں

عین تازی گفتنش معنیٰ بود — گرچہ تازی گفتنش دعوی بود

عین عربی کہنا یہ معنی ہے یار — بولنا عربی ہے گو دعوی ہزار

یا نویسد کاتبے بر کاغذے — کاتب و خط خوانم و من ابجدے

یا لکھے کاغذ پہ جو کاتب کوئی — جانتا ہوں لکھنا پڑھنا خط کا بھی

این نوشته گرچه خود دعویٰ بود	هم نوشته شاهدِ معنیٰ بود
خود ہے یہ تحریر دعویٰ برملا	شاہد معنی ہے پر لکھا ہوا
یا بگوید صوفیے دیدی تو دوش	در میانِ خواب سجّاده بدوش
یا سنائے صوفی تیرا خواب دوش	اور کہے۔ تھا کوئی سجّادہ بدوش
من بُدم آں آنچه گفتم خواب در	با تو اندر خواب در شرحِ نظر
پس وہ صوفی میں ہی تھا اے بے خبر	جس نے کی تھی خواب میں شرحِ نظر
گوش کن چوں حلقه اندر گوش کن	این سخن را پیشوائے ہوش کن
سُن، مثالِ حلقہ ندرِ گوش کر	اس سخن کو رہنمائے ہوش کر
چوں ترا یاد آید آں خواب این سخن	معجزه نو باشد و راز کہن
یاد جب وہ خواب آئے اور یہ بات	ہو نیا اعجاز، اور کہنہ نکات
گرچه دعویٰ می نماید این ولے	جانِ صاحب واقعه گوید بلے
گرچہ دعویٰ کر رہا ہے یہ مگر	جس پہ گذری وہ مُقر ہے سر بسر
پس چو حکمت ضالّهٔ مومن بود	آں ز ہر که بشنوی موقن شود
کیا ہے حکمت گم شدہ مومن کی شے	جو یہ سنتا ہے اُسے اقرار ہے
چونکه خود را پیش او یابد فقط	چوں بود شک چوں کند خود را غلط
اُس کے آگے جب کہ وہ خود ہو فقط	کیا ہو شک اور کس طرح سمجھے غلط
تشنه را چوں بگوئی تو شتاب	در قدح آب است بستاں زود آب
جب تو پیاسے سے کہے۔ ہاں دوڑ جا	جام میں پانی ہے۔ پیاس اپنی بُجھا
ہیچ گوید تشنه کاین دعویٰ ست رَو	از برم اے مدعی مہجور شو
کب کہے پیاسا کہ یہ دعویٰ ہے چل	سامنے سے مدعی تو میرے ٹل
یا گواه و حجّتے بنما که این	جنس آب است و ازاں ماءِ معین
یا گواہی اور حجّت اس پہ لا	ہے یہ پانی صاف اور قوت فزا

یا بہ طفلِ شیر مادر بانگ زد ‖ کہ بیا من مادرم ہاں اے ولد

دودھ پیتے بچے سے یا ماں کہے ‖ آ میں تیری ماں ہوں اے بچے مرے

طفل گوید مادرا حجت بیار ‖ تاکہ با شیرت بگیرم من قرار

اور کہے بچہ دلیل اس کی بتا ‖ تاکہ تیرا دودھ ہو تسکیں فزا

در دلِ ہر اُمتے کز حق مزہ است ‖ رُو و آوازِ پیمبر معجزہ است

امتحاں میں ہو اگر ذوقِ خدا ‖ ہے رُخ و آوازِ احمدؐ معجزا

چوں پیمبرؐ از بروں بانگے زند ‖ جانِ اُمّت در دروں سجدہ کند

جب کہ پیغمبرؑ صدا باہر سے دے ‖ جانِ اُمت یک بیک سجدہ کرے

زانکہ جنسِ بانگِ او اندر جہاں ‖ از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جاں

کیونکہ یہ آواز دنیا میں کہیں ‖ گوشِ جاں اور وں سے سُن سکتا نہیں

آں غریب از ذوقِ آوازِ غریب ‖ از زبانِ حق شنود اِنِّی قریب

اس کو تھا بس ذوقِ آوازِ غریب ‖ حق کے منہ سے سن لیا اِنّی قریب[1]

حضرتِ یحییٰؑ اور حضرتِ مسیحؑ

مادرِ یحییٰؑ چو حامل بود از ‖ بود با مریمؑ نشستہ رو برو

مادرِ یحییٰؑ تھیں جس دم حاملا ‖ سامنے مریمؑ کے بیٹھی تھیں فتا!

مادرِ یحییٰؑ بمریمؑ در نہفت ‖ پیش تر از وضع حملِ خویش گفت

چپکے سے مریمؑ سے یوں کہنے لگیں ‖ اپنے وضعِ حمل سے پہلے کہیں

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جل:- وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ - یعنی جس وقت تجھ سے میرے بندے میری نسبت سوال کرتے ہیں۔ پس تحقیق میں نزدیک ہو جاتا ہوں اور دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں؟

کہ یقین دیدم درون تو شہے ست — کہ اولوالعزم و رسول آگہے ست

جانتی ہوں تجھ میں ہے اک بادشاہ — ہے اولوالعزم اور رسول دیں پناہ

چوں برابر اوفتادم با تو من — کرد سجدہ حمل من اے ذوالفطن

آکے میں بیٹھی برابر جب ترے — حمل نے میرے اسے سجدے کئے

ایں جنیں مر آں جنیں را سجدہ کرد — کز سجودش در تنم افتاد درد

سجدہ اس بچے نے بچے کو کیا — درد میرے پیٹ میں ہونے لگا

گفت مریمؑ من درون خویش ہم — سجدۂ دیدم ز طفلم در شکم

بولیں مریمؑ اپنے اندر میں نے بھی — سجدہ کرتے بچے کو دیکھا ابھی

نادانوں کا اس قصے پر اعتراض

ابلہاں گویند ایں افسانہ را — خط بکش زیرا دروغ است و خطا

کہتے ہیں ناداں کہ اس افسانے کو — جو غلط ہے، کاٹ کر تم پھینک دو

زانکہ مریمؑ وقت وضع حمل خویش — بود از بیگانہ دور و ہم ز خویش

کیونکہ مریمؑ جب ہوئی تھیں حاملہ — اپنے بیگانے سے تھیں قطعاً جدا

مریمؑ اندر حمل جفت کس نہ شد — از برون شہر او واپس نہ شد

حمل میں وہ کب ملی تھیں مرد سے — رہتی تھیں باہر ہی باہر شہر کے

از برون شہر آں شیریں فسوں — تا نہ شد فارغ نیامد ہم دروں

شہر سے جا کر وہ سحر خوش گوار — تا فراغت شہر میں آئیں نہ یار

چوں بزائید آنگہانش بر کنار — بر گرفت و برد تا پیش تبار

بچہ جب پیدا ہوا گود ہی میں لے — آئیں اپنے اقربا کے سامنے

مادر یحییٰؑ کجا دیدش کہ تا — گوید او را ایں سخن در ماجرا

مادر یحییٰؑ نے دیکھا تھا کہاں — اُن کو جو کرتیں وہ یہ باتیں بیاں

این بداند آں کہ اہل خاطر ست | غائب آفاق او را حاضر ست
وہ اسے سمجھے کہ جو ہو اہل دل | جو ہے غائب اُس سے ہو وہ متصل

پیش مریم حاضر آمد در نظر | مادر یحییٰ کہ دُور ست از بصر
تھیں وہ مریمؑ کے وہاں پیش نظر | ہاں تھیں یحییٰؑ کی اگرچہ دُور تر

دیدہا بستہ بہ بیند دوست را | چوں مشبک کردہ باشد پوست را
بند آنکھیں دیکھتی ہیں دوست کو | چھلنی کرتے ہیں جب اپنے پوست کو

ور ندیدش نز بروں نز دروں | از حکایت گیر معنی اے زبوں
ظاہر و باطن سے تو ہے بے خبر | اس حکایت کے سمجھ معنی مگر

نے چناں افسانہا بشنیدہ | ہم چو شین بر نقش آں چفسیدہ[1]
ایسے قصے کیا نہیں تو نے سنے | مثل شین چپکا ہے جو اس نقش سے

تا ہمی گفت آں کلیلہ بے زباں | چوں سخن نوشد ز دمنہ بے بیاں
یعنی یوں بولا کلیلہ[2] بے زباں | اور دمنہ نے سنایا یہ بیاں

ور ندانستند لحن ہمدگر | فہم آں چوں کرد بے نطقے بشر
وہ نہ جب سمجھے صدائے یک دگر | اُس کو بے گویائی کیوں سمجھا بشر

در میان شیر و گاو آں دمنہ چوں | شد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
دمنہ شیر اور گائے میں تھا ایلچی | سحر دونوں پر کیا جب بات کی

چوں وزیر شیر شد گاو نبیل | چوں ز عکس ماہ ترساں گشت پیل
گائے نائب شیر کی تھی کیوں۔ بتا | عکس سے کیوں چاند کے ہاتھی ڈرا

[1] یعنی تو نقش کے "شین" کی طرح اس افسانے کا پیچھا نہیں چھوڑتا +

[2] کلیلہ اور دمنہ کا ایک مشہور قصہ ہے جو بالکل فرضی اور جھوٹا ہے۔ اُسی کی طرف اشارہ ہے +

ایں کلیلہ و دمنہ جملہ افترے ست	ورنہ کے با زاغ لک لک را مرے ست
یہ کلیلہ دمنہ سب ہے افترا	زاغ اور لک لک کی ہے نسبت ہی کیا
اے برادر قصہ چوں پیمانہ ایست	معنی اندروے بسانِ دانہ ایست
بھائی! قصہ صورت پیمانہ ہے	اور معنی اُس میں مثلِ دانہ ہے
دانۂ معنی بگیرد مردِ عقل	ننگرد پیمانہ را گر گشت نقل
دانۂ معنی کرے دانا حصول	نقلِ پیمانہ کی پروا ہے فضول
ماجرائے بلبل و گل گوش دار	گرچہ گفتے نیست ایں جا آشکار
تو گل و بلبل کا سن افسانہ یارا	گرچہ نطق اس جا نہیں کچھ آشکار

زبانِ حال سے بات کرنا اور اُس کا سمجھنا

ماجرائے شمع با پروانہ تو	بشنو و معنی گزیں زافسانہ تو
شمع اور پروانہ کا سُن ماجرا	اخذ کر اس قصّے سے معنی ذرا
گرچہ گفتے نیست سِرِّ گفت ہست	ہیں بہ بالا پر مپر چوں جغد پست
گو نہیں ہے گفتگو، سُن راز مست	اُڑ بلند، اُلو کی صورت رہ نہ پست
گفتند در شطرنج کایں خانۂ رخ است	گفت خانہ اش از کجا آمد بدست
کہتے ایں شطرنج میں ہے رُخ کا گھر	معترض بولے، گھر اُس کا ہے کدھر
خانہ را بخرید یا میراث یافت	فرخ آں کس کو سوئے معنی شتافت
ہے خریدا یا وراثت میں ملا	وہ مبارک ہے جو معنی پر گیا
گفت نحوی زید عمرواً قد ضرب	گفت چونش کرد بے جرمے ادب
بولا نحوی زید مارے عمرو کو	بولا کیوں مارے خطا بھی کوئی ہو؟
عمرو را جرمش چہ بد کاں زیدِ خام	بے گناہ او را بزد ہم چوں غلام
عمرو کا کیا جرم تھا جو زید نے	بے خطا نوکر صفت مارا اُسے

گفت ایں پیمانۂ معنی بود | گندمش بستاں کہ پیمانہ است رد
بولا یہ پیمانہ ہے معنی کا ہاں | گیہوں لے، پیمانہ کر دے رائگاں
عمرو و زید از بہر اعراب است و ساز | گر دروغ است آں تو با اعراب ساز
عمرو و زید اعراب کے ہیں واسطے | جھوٹ ہے گر۔ رکھ غرض اعراب سے
گفت نے من آں ندانم عمرو را | زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
بولا بس یہ کچھ نہیں میں جانتا | عمرو کو کیوں اس نے مارا بے خطا
گفت او ناچار و لاغے برگشود | عمرو یک واو فزوں دزدیدہ بود
پھر ظریفانہ وہ یوں کہنے لگا | عمرو نے اک واو زائد لی چرا
زید واقف گشت دزدش را بزد | چونکہ از حد برد حدش می سزد
زید اپنے چور سے واقف ہوا | اس پہ حد قائم کی۔ مارا برملا

جھوٹوں کو جھوٹ پسند آتا ہے

گفت اینک راست پذرفتم بجاں | کژ نماید راست در پیش کژاں
بولا یہ سچ ہے۔ یقیں اب آ گیا | کج کو سیدھا بھی ہے ٹیڑا دکھاتا
گر بگوئی احولے را مہ یکے ست | گویدت اے دوست وحدت در شکیست
چاند ہے اک، گر تو احول سے کہے | وہ کہے ہے دوست اس میں شک مجھے
ور برو خندد کسے گوید دو است | راست دارد ایں سزائے بدخو است
گر کہے کوئی ہنسی سے۔ یہ ہیں دو | جانے سچا اس کو۔ سن کر شاد ہو
بر دروغاں جمع می آید دروغ | الخبیثات للخبیثوں زد فروغ
جمع ہو جاتا ہے جھوٹوں میں دروغ | ہے خبیثوں کو خبیثوں میں فروغ
ہر کہ او جنس دروغ ست اے پسر | راست پیش او نباشد معتبر
جھوٹ کا ہم جنس جو ہے اے پسر | راست اس کے آگے کب ہو معتبر

دل فراخاں را بود دشتِ فراخ
چشمِ کوراں را عثارِ سنگلاخ

دشتِ معنی دل فراخوں کو فراخ
اندھوں کو ٹھوکر ہے جائے سنگلاخ

ہر کرا دندانِ صدقے رستہ شد
از دروغ و از خیانت رستہ شد

لطف جس کو صدق میں آنے لگا
جھوٹ سے وہ اور خیانت سے بچا

زندگی بخش درخت کی تلاش

گفت دانائے برائے داستان
کہ درختے ہست در ہندوستان

ایک دانا نے کہی یہ داستاں
ہے درخت اک زینتِ ہندوستاں

ہر کسے کز میوۂ او خورد و برد
نے شود او پیر و نے ہرگز بمرد

جس نے اُس کا میوہ کھایا ایک بار
موت اور پیری سے ہے وہ رستگار

پادشاہے ایں شنید از صادقے
بر درخت و میوہ اش شد عاشقے

بادشہ نے ایک صادق سے سنا
اُس درخت و میوہ پر عاشق ہوا

قاصدے دانا ز دیوانِ ادب
سوئے ہندستاں رواں کرد از طلب

قاصد اک دانا بھرے دربار سے
بھیجا ہندستان اُس کے واسطے

سالہا می گشت آں قاصد ازو
گردِ ہندستاں برائے جستجو

مدتوں قاصد یونہی پھرتا رہا
گرد ہندستان کے بے سود سا

شہر شہر از بہرِ ایں مطلوب گشت
نے جزیرہ ماند نے کوہ نہ دشت

شہر شہر اس کی طلب میں وہ پھرا
کوہ و صحرا اور جزیرے دیکھتا

ہر کرا پرسید کردش ریشخند
کایں نجوید جز مگر مجنونِ بند

جس سے پوچھا ہنس کے وہ ہنسنے لگا
اور کہا مجنوں ہے اُس کا مبتلا

بس کساں صفعش زدند اندر مزاح
بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح

بعض نے تھپڑ کیا اس کے رسید
بعض نے اس سے کہا سن اے سعید

جستجوئے چوں تو زیرک سینہ صاف　　کے تہی باشد کجا باشد گزاف

تو ہے سینہ صاف۔ تیری جستجو　　ہو گی بے معنی نہ ہو گی جستجو

ویں مرا عاتش یکے صفعے دگر　　واین ز صفعِ آشکارا سخت تر

یہ بنانا بھی تو اک تدبیر ہی تھا　　سخت اُس تقریر سے جو ظاہرا کا

می شنودندش تلسخر کاے بزرگ　　در فلاں جا بُد درختے بس سترگ

لوگ اس سے کر رہے تھے دل لگی　　ہاں بڑا اک پیڑ تھا تو ایسا ہی

در فلاں بیشہ درختے ہست سبز　　بس بلند و پہن و ہر شاخیش گبز

اور اُس جنگل میں ہے سبز اک درخت　　ہے تنہ جس کا بلند اور شاخ سخت

قاصدِ شہ بستہ در جستن کمر　　می شنید از ہر کسے نوع دگر

جستجو میں باندھی قاصد نے کمر　　سب سے سنتا تھا نئی باتیں مگر

بس سیاحت کرد آں جا سالہا　　می فرستادش شہنشہ مالہا

اُس نے برسوں تک سیاحت کی وہاں　　بھیجتا تھا شاہ دولت بھی وہاں

چوں بسے دید اندر آں غربت تعب　　عاجز آمد آخر الامر از طلب

جب ہوا پر دیس میں رنج و تعب　　عاجز آکر چھوڑ دی اُس نے طلب

ہیچ از مقصود اثر پیدا نشد　　زاں غرض غیر خبر پیدا نہ شد

کچھ نہ نکلا اُس کے مقصد کا اثر　　اُس غرض سے صرف پیدا تھی خبر

رشتۂ امیدِ او بگسستہ شد　　جُستۂ او عاقبت ناجستہ شد

رشتۂ امید ٹوٹا ناگہاں　　آخر اس کی سعی نکلی رائیگاں

کرد عزمِ بازگشتن پیشِ شاہ　　اشک می بارید و می برید راہ

لوٹ چلنے کا ارادہ کر لیا
روتا تھا اور چل رہا تھا راستا

قاصد اور شیخ

بود شیخے عالمے قطبے کریم ۔ اندر آں منزل کہ آیس شد ندیم
ایک شیخ عالم و قطب زماں ۔ تھے وہیں، مایوس گذرا یہ جہاں

گفت من نومید پیش او روم ۔ زآستانہ او براہ اندر شوم
بولا میں نومید اُس سے جا ملوں ۔ آستانے کی ہیں اُس کے راہ لوں

تا دعائے او بود ہمراہِ من ۔ چونکہ نومیدم من از دلخواہِ من
تا کہ ہو اس کی دعا ہمرہ مرے ۔ بسکہ ہوں نومید میں دل خواہ سے

رفت پیش شیخ با چشم پُر آب ۔ اشک می بارید مانندِ سحاب
پہنچا پیش شیخ با چشم پُر آب ۔ اشک جاری آنکھ سے مثل سحاب

گفت شیخا وقت رحم و رافتست ۔ ناامیدم وقتِ لطف ایں ساعتست
بولا ہے اے شیخ ساعت رحم کی ۔ لطف کی سائل ہے نومیدی مری

گفت واگو کز چہ نومیدیستت ۔ چیست مطلوب تو رُو با کیستت
بولا کہ تو صاف، مایوسی ہے کیا ۔ کون ہے مطلوب، کس کا ہے گلا

گفت شاہنشاہ کردم اختیار ۔ از برائے جستنِ یک شاخسار
بولا تھا سلطان نے بھیجا مجھے ۔ پیڑ ایسا ڈھونڈنے کے واسطے

کہ درختے ہست نادر در جہات ۔ میوۂ او مایۂ آبِ حیات
جو ہے نادر شش جہت میں باثبات ۔ جس کا میوہ، مایۂ آبِ حیات

سالہا جستم ندیدم زو نشاں ۔ جز کہ طنز و تسخرِ ایں سرخوشاں
برسوں ڈھونڈا اور نہ پایا کچھ نشاں ۔ طنز اور طعنے تھے لوگوں کے وہاں

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم ۔ ایں درختِ علم باشد اے علیم
شیخ نے ہنس کر کہا جو تھا علیم ۔ یہ درختِ علم ہے اُسے اے سلیم

بس بلند و بس شگرف و بس بسیط — آب حیوانے ز دریائے محیط

جو بلند و سخت ہے اور پھر بسیط — چشمۂ حیوان دریائے محیط

تو بصورت رفتۂ اے بے خبر — زاں ز شاخ معنئ بے بار و بر

تُو ہے ظاہر بیں فقط اے بے خبر — شاخِ معنی سے رہا بے بار و بر

تو بصورت رفتۂ گم گشتۂ — زاں نمی یابی کہ معنی ہشتۂ

تُو فقط ظاہر میں ہے کھویا ہوا — کیا ملے پھر تجھ کو معنی کا پتا

گہ درختش نام شد گہ آفتاب — گاہ بحرش نام شد گاہے سحاب

کہ درخت اس کو کہیں گہ آفتاب — گہ اسے دریا کہیں گاہے سحاب

آں یکے کش صد ہزار آثار خاست — کمتریں آثارِ او عمرِ بقاست

ایک ہے، اُس کے نشاں ہیں جا بجا — ہے نشانِ مختصر عمرِ بقا

گرچہ فرد است او اثر دارد ہزار — آں یکے را نام باشد بے شمار

فرد ہے وہ ہیں اثر اُس میں ہزار — ایک ہے وہ نام اُس کے بے شمار

آں یکے شخصے ترا باشد پدر — در حقِ شخصِ دگر باشد پسر

آدمی اک وہ جو تیرا ہے پدر — دوسرے اک شخص کا ہو گا پسر

در حقِ دیگر بود قہر و عدو — در حقِ آں دیگرے لطف و نکو

ایک کے حق میں وہ ہے قہر و عدو — دوسرے کے حق میں ہے لطف و نکو

در حقِ دیگر بود او عمّ و خال — در حقِ دیگر کسے وہم و خیال

ہے کسی کے حق میں ماموں اور چچا — اور کسی کے حق میں مطلق وہم سا

صد ہزاراں نام و آں یک آدمی — صاحبِ ہر وصفش از وصفے عمی

نام لاکھوں اور ہے اک آدمی — صاحبِ وصف، اور پھر بے آگہی

ہر کہ جوید نام اگر صاحب ثقہ است — ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است

ڈھونڈے کوئی نام اگر با اعتماد — جیسے تو، مایوس ہو وہ خوش نہاد

تو چہ بر چسپی بریں نامِ درخت   تا بمانی تلخ کام و شور بخت

کیوں اُڑا ہے پیڑ کے تو نام پر   تلخ کام اور شور بخت اے نکتہ در

صورتِ ظاہر چہ جوئی اے جواں   رو معانی را طلب اے پہلواں

صورتِ ظاہر نہ ڈھونڈ اب اے جواں   جا حقیقت کو طلب کر پہلواں

صورت و ہیأت بود چوں قشر و پوست   معنی اندر وے چو مغز یار و دوست

صورت و ہیئت ہیں چھلکا اور پوست   معنی اُس میں مغز کی مانند دوست

در گذر از نام و بنگر در صفات   تا صفاتت رہ نماید سوئے ذات

نام کو چھوڑ اور صفت میں غور کر   تاکہ سوئے ذات ہو تیرا گذر

گم شوی در ذات آسائی ز خود   چشمِ تو یک رنگ بیند نیک و بد

ذات میں گم ہو تو آسائش ملے   نیک و بد یکساں نظر آئیں تجھے

اختلافِ خلق از نام او فتاد   چوں بمعنی رفت آرام او فتاد

نام سے لوگوں میں ہے یہ اختلاف   تہہِ معنی کو ملا آرام صاف

اندریں معنی مثالے خوش شنو   تا نمانی تو اسامی را گرو

ہاں اسی معنی میں سُن اور اک مثال   نام کا ٹل جائے تا سر سے وبال

چار شخصوں کا ایک انگور پر جھگڑا

چار کس را داد مردے یک درم   ہر یکے از شہرے افتادہ بہم

چار شخصوں کو درم اک نے دیا   مختلف شہروں کے وہ تھے برملا

فارسی و ترک و رومی و عرب   جملہ باہم در نزاع و در غضب

فارسی اور ترک رومی اور عرب   کرتے تھے آپس میں غصہ اور غضب

فارسی گفتا ازیں چوں وارہیم   ہم بیا کایں را بانگورے دہیم

فارسی بولا اسے کیوں چھوڑ دیں   آؤ یہ کچھ انگور ہی کھانے کو لیں

آں عرب گفتا معاذ اللہ لا | من عنب خواہم نہ انگور اے دغا

تو عرب بولا معاذ اللہ لا | میں عنب[1] لوں گا نہ انگور اے دغا

آں یکے کز ترک بُد گفت اے گُزم | من نمی خواہم عنب خواہم اوزم

ترک جو تھا۔ بولا وہ لے ہم نشیں | میں اوزم لوں گا۔ عنب لوں گا نہیں

آنکہ رومی بود گفت ایں قیل را | ترک کن خواہم من استافیل را

تھا جو رومی سن کے قال و قیل کو | بولا میں تو لوں گا استافیل کو

در تنازع مشت برہم می زدند | کہ ز سرِ نامہا غافل بُدند

جنگ تھی چلنے لگے گھونسے باہمی | ناموں سے واقف نہ تھا اُن میں کوئی

مشت برہم می زدند از ابلہی | پُر بُدند از جہل و از دانش تہی

مارتے تھے گھونسے کر کے ابلہی | جہل سے لبریز دانش سے تہی

صاحب سرّے عزیزے صد زباں | گر بُدے آں جا بدادے صلح شاں

سو زبانیں جاننے والا جو ہو | صلح پر مائل کرے اُن چار کو

پس بگفتے او کہ من زیں یک درم | آرزوئے جملہ تاں رامی خرم

اور یوں کہہ دے کہ لے کر اک درم | مول لیں گے آرزو تم سب کی ہم

چونکہ بسپارید دل را بے دغل | ایں درم تاں می کند چندیں عمل

اپنے دل کو دو تسلی بے دغل | یہ درم کرتا ہے کتنے ہی عمل

یک درم تاں می شود چار المراد | چار دشمن می شود یک ز اتحاد

اک درم کے اب ہوئے جاتے ہیں چار | چار دشمن جب ملیں ہو جائیں یار

گفت ہر یک تاں دہد جنگ و فراق | گفت من آرد شمارا اتفاق

کہتا۔ تم ہو باعثِ جنگ و فراق | اب کرا دوں گا میں تم میں اتفاق

[1] انگور کو عربی میں عنب۔ ترکی میں اوزم اور رومی میں استافیل کہتے ہیں۔

پس شما خاموش باشید انصتوا | تا زباں تاں من شوم در گفتگو

پس رہو خاموش اے رجیب مہرباں! | بولوں تا بن کر تمہاری ہی زباں!

گو سخن تاں می نماید یک نمط | در اثر مایہ نزاع ست و سخط؟

گو تمہاری باتیں ہیں سب ایک سی | ہیں اثر میں جنگ کا باعث وہی

ور سخن تاں در توافق موثقہ ست | در اثر مایہ نزاع و تفرقہ است۔

ہے تمہاری گفتگو میں اتفاق | ہے اثر سے اُس کے جھگڑا اور نفاق

گرمیِ عاریتی ندہد اثر | گرمیِ خاصیتی دارد ہنر

عارضی گرمی نہیں کرتی اثر؟! | گرمیٔ خاصیتی میں ہے ہنر

سرکہ را گر گرم داری ز آتش آں | چوں خوری سردی فزاید بے گماں

گرم کرلیں سرکے کو گر آگ پر | کھانے سے سردی کا لائے گا اثر

زانکہ آں گرمیِ آں دہلیزی است | طبع اصلش سردیست و تیزی است

کیونکہ گرمی ہو گئی کمزور سی | طبع اصلی سرد تھی وہ جاگ اُٹھی

ور بود دیخ بستہ دوشاب اے پسر | چوں خوری گرمی فزاید در جگر

برف سے مل کر عرق انگور کا | اور بھی گرمی جگر کی دے بڑھا

پس ریائے شیخ بہ ز اخلاص ما | کز بصیرت باشد آں ویں از عمیٰ

گر شیخ[۱] اچھا ہمارے خُلق سے | ہے بصیرت اُس ہیں، اندھاپن اسے

از حدیث شیخ جمعیت رسد | تفرقہ آرد دمِ اہلِ حسد

شیخ کی باتوں سے جمعیت ملے | حاسد دل کی باتیں ڈالیں تفرقے

چوں سلیمان کز سوئے حضرت بتاخت | او زبانِ جملہ مرغاں را شناخت

جوں سلیمان جو سوئے حضرت گیا | بولی سے مرغوں کی وہ واقف ہوا

در زمانِ عدلش آہو با پلنگ | اُنس بگرفت و بروں آمد ز جنگ

عہد میں اُن کے ہرن ہوں یا پلنگ | متفق ہیں اور نہیں کرتے وہ جنگ

[۱] کوئی شیخ باکمال +

شد کبوتر ایمن از چنگال باز	گوسفند از گرگ ناورد احتراز
ہے کبوتر ایمن چنگال باز	بھیڑ کو کب بھیڑیے سے احتراز
او میانجی شد میان دشمناں	اتحادی شد میان پرزناں
ایلچی وہ دشمنوں میں ہو گیا	اتحادی وہ پرندوں میں بنا
تو چو موری بہر دانہ می دوی	ہاں سلیماں جو چہ می باشی غوی
بہر دانہ کیوں دواں ہے مثل مور	کر سلیماں کی تلاش اے مردِ کور
دانہ جو را دانہ اش دامے شود	واں سلیماں جوی را ہر دو بود
دانہ جو کو دانہ ہو جاتا ہے دام	جو سلیماں ڈھونڈے اس کو دونوں ہوں کام
مرغ جانہا را درین آخر زماں	نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں
اس زمانے آخری میں مرغ جاں	پا نہیں سکتے ہیں آپس میں اماں
ہم سلیمانی ہست اندر دور ما	کہ دہد صلح و نماند جور ہا
وہ سلیماں ہیں ہمارے عہد میں	جو ذرا کر متفق رکھیں ہمیں
قولِ اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ را یاد گیر	تا بہ اِلَّا وَ خَلَا فِیْهَا نَذِیْر
قولِ اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ[لہ۵] پڑھ اے خبیر	تا بہ اِلَّا وَ خَلَا فِیْهَا نَذِیْر

لہ۵ قولہ تعالیٰ عزوجل: اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ، وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ - یعنی ہم نے تجھ کو دینِ حق کا مژدہ دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور پہلے بھی کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ اگر وہ تجھ کو جھٹلائیں پس تحقیق وہ اسی طرح جھٹلاتے ہیں جس طرح اگلے لوگوں نے جھٹلایا تھا۔ جن کے پاس پیغمبر روشن حجتیں آسمانی کتابیں اور حق و باطل کے بیان کرنے والی کتاب لے کر آئے +

گفت خود خالی نبود است امتے
از خلیفہ حق و صاحب ہمتے

دیکھ خالی کوئی امت ہے کہاں
حق کے نائب سے جو با ہمت ہیں ہاں

مرغ جانہا را چناں یک دل کند
کہ صفا شاں بے غش و بے غل کند

جان کے مرغوں کو یوں یک دل کریں
صاف ان کو بے غش[1] و بے غل کریں

مشفقاں گردند ہم چوں والدہ
مسلموں را گفت نفس واحدہ

مہرباں وہ ہو گئے جوں والدہ
مسلموں کو بولے نفس واحدہ

رسول مقبول کی اتحاد آفرینی

نفس واحد از رسول حق شدند
ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند

نفس واحد وہ رسول حق سے تھے
دشمن مطلق تھے ورنہ دیکھئے

اتحاد خالی از شرک و دوئی
باشد از توحید نے ما و توئی

دل سے ہاں نقش دوئی بالکل مٹے
ما و تو سے کیا، یہ ہو توحید سے

دو قبیلہ کاوس و خزرج نام داشت
یک ز دیگر جان خوں آشام داشت

دو قبیلے اوس[2] و خزرج کے جو تھے
تھے وہ آپس ہی میں دشمن جان کے

کینہائے کہنہ شاں از مصطفیٰ
محو شد در نور اسلام و صفا

ان کے کینے مصطفیٰ کی سعی سے
نور میں اسلام کے رل مل گئے

اولا اخواں شدند آں دشمناں
ہم چو اعداد عنب در بوستاں

سب وہ دشمن پہلے بھائی بن گئے
باغ میں خوشے ہوں جوں انگور کے

[1] یعنی کسی قسم کی کدورت اور کھوٹ کے بغیر +

[2] مدینہ میں انصار کے دو قبیلوں کے نام +

وز دمِ المؤمنون اِخوۃ بہ پند ۱؎ | در شکستند و تن واحد شدند

"ہیں مسلماں بھائی بھائی" جب سنا | ہو گئے یک جان و یک تن بر ملا

صورتِ انگورہا اخواں بوند | چوں فشردی شیرہ واحد شدند

صورتِ انگور وہ سب بھائی تھے | جب نچوڑا ایک سا شیرہ بنے

غورہ و انگور ضدانند لیک ۲؎ | چونکہ غورہ پختہ شد شد یار نیک

غورہ اور انگور دو ضد ہیں ولے | ایک ہو جاتے ہیں جب غورہ پکے

غورۂ کو سنگ بست و خام ماند | در ازل حق کافر اصلیش خواند

غورہ جو کچا ٹھٹھر کر رہ گیا | حق نے اس کو کافرِ اصلی کیا

نے اخی نے نفس واحد باشد او | در شقاوت نحس و ملحد باشد او

اک گھڑی وہ بھائی بن سکتا نہیں | ہو گیا ملحد شقاوت سے وہیں

گر بگویم آں چہ او دارد نہاں | فتنۂ افہام خیزد در جہاں

گر وہ کہ دوں اس میں جو کچھ ہے نہاں | فتنہ سے نافہمی کے پُر ہو جہاں

چشم کو آں رو نہ بیند کور بہ | در دو دوزخ از ارم مہجور بہ

آنکھ جو اس کو نہ دیکھے کور ہو | جائے دوزخ میں ارم سے دُور ہو

غورہائے نیک کایشاں قابل اند | از دمِ اہل دل آخر یک دل اند

غورے اچھے جن کو قابل جانئے | اہل دل کی سانس سے یک دل ہوئے

سوئے انگوئے ہمی رانند تیز | تا دوئی برخیزد و کین و ستیز

بڑھتے ہیں انگوروں کی جانب وہ تیز | تا دوئی ہو دُور مٹ جائے ستیز

پس در انگوئے ہمی درّند پوست | تا یکے گردند و وحدت وصف اوست

پھاڑیں جلد انگور بننے کے لئے | ایک ہوں تا خوبیِ توحید سے

۱؎ قولہ تعالیٰ عزّ و جل: "اِنّما المؤمنون اِخوۃٌ"

۲؎ کچا انگور ؞

دوست دشمن گردد آنرا ہم دو است | ہیچ یک با خویش جنگے در نبست
دوست بھی دشمن بنے گر ہو دوئی | ایک کو ساتھ اپنے کب ہو دشمنی

آفریں بر عشقِ کُل اوستاد | صد ہزاراں ذرّہ را داد اتحاد
آفریں اے عشق، کُل کے اوستاد | لاکھوں ذرّوں کو دیا اک اتحاد

ہم چو خاکِ مفترق در رہگذر | یک سبو شاں کرد دستِ کوزہ گر
جس طرح رستے کی بکھری خاک تو | کوزہ گر کے ہاتھ سے دیکھے سبو

کاتحادِ جسمہائے ماء و طین | ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں
اتحادِ تن ہے آب و خاک سے | یہ ہے ناقص، روح اس میں کیا رہے

گر نظائر گویم ایں جا در مثال | فہم را ترسم کہ آرد اختلال
ہیں مثالیں دوں اگر اس کی یہاں | ہو سمجھ بے کار یہ ہے خوف ہاں

ہم سلیماں[2] ہست اکنوں لیک تا | از نشاطِ دُور بینی در عمی
ہے سلیماں اب ابھی لیکن مثلِ مور | ہے نشاطِ دُور بینی سے وہ کور

دُور بینی کور دارد مرد را | ہم چو خفتہ در سرا کور از سرا
دُور بینی اندھا رکھے مرد کو | جیسے خفتہ گھر میں اندھا گھر سے ہو

می کند از مشرق و مغرب گذر | وز رفیقِ ہم نشینش بے خبر
مشرق و مغرب سے کرتا ہے گذر | ہے رفیقِ ہم نشیں سے بے خبر

مولعیم اندر سخنہائے دقیق | بر گرہ ہا باز کردن ما عشیق
ہوں حریصِ گفتگو ہائے دقیق | عشق ہے عقدہ کشائی سے رفیق

تا گرہ بندیم و بکشائیم ما | در شکال و در جواب آئیں فزا
خود گرہ باندھیں اسے خود کھول دیں | دیں جواب اور اعتراض اس پر کریں

ہم چو مرغے کو کشاید بندِ دام | گاہ بندد تا شود در فن تمام
اک پرندہ جیسے کھولے بندِ دام | اور باندھے تاکہ آجائے یہ کام

او بود محروم از صحرا و مرج   عمر او اندر گرہ کاریست خرج

جنگل اور دریا سے وہ محروم ہو   اس گرہ کاری میں کھوئے عمر کو

خود زبون او نگردد ہیچ دام   لیک پرش در شکست افتد مدام

ہو نہ کوئی جال خود اس سے خراب   پر شکستہ وہ رہے ناکامیاب

با گرہ کم کوش تا بال و پرت   نگسلد یک یک ازیں کرّ و فرت

کر گرہ میں سعی کم تا بال و پر   یک بیک ٹوٹیں نہ سب اے بے خبر

صد ہزاراں مرغ پرہاشاں شکست   واں کمینگاہِ عوارض را نبست

لاکھ مرغوں نے ہیں توڑے اپنے پر   کی نہ بند اک عارضوں کی رہ گذر

حال ایشاں از نبی خواں اے حریص   نقّبوا فیہا ببیں ہَل مِن مَّحِیص

حال اُن کا پڑھ تو قرآں میں حریص   نقّبوا فیہا سے تا ہَل مِن مَّحِیص[1]

از نزاعِ ترک و رومی و عرب   حل نہ شد اشکالِ انگور و عنب

لڑ رہے تھے ترک رومی اور عرب   رہ گیا وہ ذکرِ انگور و عنب

تا سلیمانِ؏ امینِ معنوی   در نیاید بر نخیزد ایں دوئی

وہ سلیمانِ امینِ معنوی   گر نہ آئے اکیونکر اُٹھے یہ دوئی

جملہ مرغانِ منازع باز وار   بشنوید ایں طبلِ بازِ شہریار

مرغ مثلِ باز جو ہیں جنگ میں   طبلِ بازِ شہریار اب سب سنیں

[1] قولہ تعالیٰ عزّوجل: وَکَم اَھلَکنَا مِن قَبلِھِم مِّن قَرنٍ ھُم اَشَدُّ مِنھُم بَطشًا فَنَقَّبُوا فِی البِلَادِ ھَل مِن مَّحِیص ۔ یعنی ہم نے اُن سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جو باعتبارِ قوت نہایت قوی تھیں ۔ پس وہ شہروں کی طرف راستے بنانے لگیں ۔ لیکن کیا اُن کے لئے کوئی بھاگنے کی جگہ تھی؟

زاختلافِ خویش سوئے اتحاد | ہیں ز ہر جانب رواں گردید شاد

چھوڑیں جھگڑے آئیں سوئے اتحاد | تاکہ رحمیں سب کی پھر ہو جائیں شاد

حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْہَکُمْ | نَحْوَہٗ ھٰذَا الَّذِیْ لَمْ یَنْھَکُمْ

جس جگہ تم ہو اُدھر منہ پھیر لو | منع کب حق نے کیا اس حکم کو

کور مرغانیم و بس ناساختیم | کاں سلیماں را دمے نشناختیم

ہم ہیں مرغ کور اور ناساز گار ہا | ہم نے پہچانا نا سلیماں کو نہ یار

ہم چو جغداں دشمنِ بازاں شدیم | لاجرم وا ماندہ و ویراں شدیم

باز کے دشمن ہیں اُلّو کی طرح | ہو گئے ویران ہم بو کی طرح

می کنیم از غایتِ جہل و عمیٰ | قصدِ آزارِ عزیزانِ خدا

اندھے پن سے اور جہالت سے کیا | قصد اہل اللہ کے آزار کا

جمع مرغاں کز سلیماں روشن اند | پرّ و بالِ بے گنہ کے بر کنند

جو سلیماں سے ہوئے ہوں دیدہ ور | مرغ وہ بے جرم کب نوچیں گے پر

بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند | بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوشند

عاجزوں کو دانہ دیتے ہیں زیاد | بے خلاف و کینہ ہیں وہ مرغ شاد

ہُدہُدِ ایشاں پئے تقدیس را | می کشاید راہِ صد بلقیسؑ را

ہُدہُد اُن کا ہوتا ہے عزت فزا | راستہ کھولے وہ سو بلقیسؑ کا

زاغِ ایشاں گر بصورت زاغ بود | باز ہمّت آمد و مازاغ بود

زاغ اُن کا گو بظاہر زاغ تھا | جب کہ با ہمت ہوا مازاغ تھا

لک لکِ ایشاں کہ لک لک می زند | آتشِ توحید در شک می زند

لک لک اُن کے تھے جو لک لک کرتے | شک کو وہ توحید سے تھے پھونکتے

واں کبوترشاں ز بازاں نشکہد | باز سر پیشِ کبوترشاں نہد

باز سے اُن کے کبوتر کب ڈرے | باز سجدے میں ہے اُن کے سامنے

بلبل ایشاں کہ حالت آرد او	در درون خویش گلشن دارد او
بلبل اُن کے وجد میں اکثر رہیں	رکھتے ہیں گلزار اپنے قلب میں
طوطی ایشاں ز قند آزاد بود	کز درون شاں قند اوشاں رد نمود
اُن کے طوطی قند سے آزاد ہیں	اپنے دل سے قند پا کر شاد ہیں
پائے طاؤسانِ ایشاں در نظر	بہتر از طاؤس پرّان دگر
پاؤں موروں کے ذرا تم دیکھنا	دوسرے موروں سے اُڑتے ہیں سوا
کبک ایشاں خندہ بر شاہیں زند	در معلق راہِ علیّیں زند
کبک بے باک ان کے شاہیں پر ہنسیں	اور علیّین کی وہ راہ لیں
منطق الطیرانِ خاقانی صدا ست[1]	منطق الطیرِ سلیمانی کجاست
منطق الطیران خاقانی ہے قال	منطق الطیر سلیمانی ہے حال
تو چہ دانی بانگ مرغاں را ہمے	چوں نہ دیدی مر سلیمان را دمے
تو صدا مرغوں کی ہے کیا جانتا	ہم نشیں تو کب سلیماں کا رہا
پرِ آں مرغ کہ بانگش مطرب است	از برون مشرق است و مغرب است
کی طرب افزائی جس کی بانگ نے	اس کے پر باہر ہیں شرق و غرب سے
ہر یک آہنگش ز کرسی تا ثری ست	و ز ثری تا عرش در کرّ و فری ست
کرسی سے ہر اک صدا ہے تا ثریٰ	اور ثریٰ سے عرش تک نام خدا
مرغ کو بے ایں سلیمان[2] می رود	عاشق ظلمت چو خفاشے بود
بے سلیماں مرغ جو تنہا اُڑے	ظلمتوں میں بن کے چمگادڑ رہے
با سلیمان[2] خو کن اے خفاش رد	تاکہ در ظلمت نمانی تا ابد
رُخ سلیمانؑ کی طرف خفاش اگر	تا نہ ٹھہرے ظلمتوں میں عمر بھر

[1] خاقانی شروانی نے ایک قصیدہ لکھا تھا۔ جس کی تشبیب میں طائروں کا ذکر تھا۔ اُس کا نام "منطق الطیر" رکھا + [2] خاک +

یک گزے رہ گر بداں سو می رَوی ‌ ‌ ‌ ہم چو گز قطب مساحت میشوی

راہ اک گز بھی جو اُس جانب چلے ‌ ‌ ‌ مثل گز قطب مساحت تو بنے

وانگ لنگ لوک آں سو می جہی ‌ ‌ ‌ از ہمہ لنگی ولو کی می رہی

لولا لنگڑا اس طرف تو گر چلے ‌ ‌ ‌ لولا لنگڑا پن ترا پھر کب رہے

بطّخ کے بچّوں کا قصّہ

تخم بطّی گرچہ مرغ خانہ ات ‌ ‌ ‌ کرد زیر پر چو دایہ تربیت

تخم بطخ کا ہے تو گو مرغ نے ‌ ‌ ‌ زیر پر جوں دایہ پالا ہے تجھے

مادرِ تو بطّ آں دریا بُدست ‌ ‌ ‌ دایہ ات خاکی بُد و خشکی پرست

بط ہے تیری ماں جو دریا پر رہے ‌ ‌ ‌ دایہ خاکی ہے، بنی ہے خاک سے

میل دریا کہ ترا دل اندر است ‌ ‌ ‌ آں طبیعت جانت را از مادر است

میل دریا جو کہ دل میں ہے ترے ‌ ‌ ‌ جان مادر سے ملی ہے یہ تجھے

میل خشکی مر ترا چوں دایہ است ‌ ‌ ‌ دایہ را بگذار کو بد رایہ است

میل خشکی چونکہ تیری دایہ ہے ‌ ‌ ‌ چھوڑ اس دایہ کو یہ بدرایہ[1] ہے

دایہ را بگذار بر خشک و بران ‌ ‌ ‌ اندر آ در بحر معنی چوں بطاں

کر دے اس دایہ کو خشکی پر رواں ‌ ‌ ‌ مثل بط دریا میں آ معنی کے ہاں

گر ترا دایہ بترساند ز آب ‌ ‌ ‌ تو مترس و سوئے دریا راں شتاب

دایہ پانی سے ڈرائے گر تجھے ‌ ‌ ‌ تو نہ ڈر - اور راستہ دریا کا لے

تو بطی بر خشک و بر تر زندہ ‌ ‌ ‌ نے چو مرغ خانہ خانہ کندہ

خشک و تر پر زندہ مثل بط ہے تو ‌ ‌ ‌ مرغ خانہ تو نہیں ہے کو بکو

[1] بدرائے ۔

تو ز کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمْ شہی	ہم بدریا ہم بخشکی پا نہی
تو ہے تکریمِ بنی آدم سے شاہ	ہے تری خشکی تری اک پائگاہ
کہ حَمَلْنٰهُمْ عَلَی الْبَحْرِ بجاں	از حَمَلْنٰهُمْ عَلَی الْبَرِّ پیش راں
پڑھ حملناھم علی بحر ذرا	پھر حملناھم علی البر برملا
مر ملائک را سوئے بر راہ نیست	جنسِ حیواں ہم ز بحر آگاہ نیست
راہ خشکی تک فرشتوں کو نہیں	جنسِ حیواں کب ہے دریا کے قریں
تو بہ تن حیواں بجانے از ملک	تا روی ہم بر زمیں ہم بر فلک
جسم ہے حیواں ترا اور جاں ملک	سیر گہ تیری زمیں ہے اور فلک
تا بظاہر مِثْلُکُمْ باشد بشر	با دلِ یُوْحٰی اِلَیَّ دیدہ ور
تا بظاہر مثلکم ہو یہ بشر	ہو سوئے یوحیٰ الیّ بہرہ ور
قالبِ خاکی فتادہ بر زمیں	روحِ او گرداں بر آں چرخِ بریں
قالبِ خاکی تو ہے وقفِ زمیں	روح ہے سیارۂ چرخِ بریں

۱ قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ:۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا۔ یعنی تحقیق ہم نے اولادِ آدمؑ کو گراں قدر کیا۔ خشکی میں انہیں چوپایوں پر سوار کیا۔ اور دریا میں کشتیوں پر۔ اور ہم نے انہیں پاکیزہ کھانے رزق کئے۔ اور مخلوق پر شایانِ شاں فضیلت دی +

۲ قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ:۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ۔ یعنی اے محمدؐ! کہ دو۔ کہ حقیقتاً میں تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں اور حق تعالیٰ کی جانب سے مجھ پر وحی آتی ہے +

ما ہمہ مرغابیانیم اے غلام
بحر می داند زبان ما تمام
ہم تو سب مرغابیاں ہیں اے غلام
بحر سمجھے بس زباں اپنی تمام

پس سلیمانؑ بحر آمد ما چو طیر
در سلیمانؑ تا ابد داریم سیر
ہے سلیماںؑ بحر اور طائر ہیں ہم
سیر کرتے ہیں سلیماںؑ کی بہم

با سلیمانؑ پائے در دریا بنہ
تا چو داؤد آب سازد صد زرہ
ساتھ سے گر تو سلیماںؑ کو جو آئے
مثلِ داؤدؑ آب سو زرہیں بنائے

آں سلیماں پیش جملہ حاضر است
لیک غفلت چشم بند و ساحر است
وہ سلیماںؑ ہے سبھی کے سامنے
سحر غفلت سے ہیں بند آنکھیں اسے

تا ز جہل و خوابناکی و فضول
او بہ پیش ما و ما از وے ملول
ہے یہ جہل اور خوابناکی ہے فضول
وہ ہمارے سامنے ہے ہم ملول

تشنہ را درد سر آرد بانگِ رعد
چوں نہ داند کو کشاند ابرِ سعد
پیاسے کے ہو درد سر میں رعد سے
وہ نہ جانے۔ ابر کو وہ کھینچ لے

چشمِ او ماند است در جوئے رواں
بے خبر از ذوقِ آبِ آسماں
آنکھ ہے اس کی سوئے جوئے رواں
ذوقِ آبِ آسماں اس کو کہاں

مرکبِ ہمت سوئے افلاک راند
از مسبّب لاجرم محجوب ماند
گھوڑا ہمت کا چلا افلاک پر
کر دیا محجوب قدرت نے مگر

آں کہ بیند او مسبّب را عیاں
کے نہد دل بر سببہائے جہاں
دیکھ لے گر وہ مسبّب کو عیاں
کب سبب سے اس قدر ہو سرگراں

از مسبّب یابد او در یک صباح
از نجات و از فلاح و از نجاح
ہو مسبّب سے جو اک دن التفات
بہتری اس کو ملے۔ پائے نجات

آں چہ در صد سال مشتِ حیلہ مند
دہ یکے زاں گنج حاصل ناورند
سو برس میں بھی نہ اک مکار کو
دسواں حصہ حاصل اس دولت سے ہو

ایک زاہد کی کرامت

زاہدے بُد درمیانِ بادیہ ۔ در عبادت غرق چوں عبادیہ
زاہد اک جنگل میں بیٹھا تھا کوئی ۔ اور تھا محو و غریقِ بندگی

حاجیاں آں جا رسیدند از بلاد ۔ دیدہ شاں بر زاہدِ خشک اوفتاد
جب کہ حاجی آئے شہروں سے وہاں ۔ دیکھا زاہد خشک کو اے مہرباں

جائے زاہد خشک بود او تر مزاج ۔ از سموم بادیہ بودش علاج
خشک تھی زاہد کی جا اور تر مزاج ۔ تھی سموم[1] بادیہ اس کا علاج

حاجیاں حیراں شدند از وحدتش ۔ واں سلامت درمیانِ آفتش
حاجی ششدر اس کی تنہائی سے تھے ۔ وہ اُس آفت میں سلامت تھا ولے

در نماز استادہ بُد بر روئے ریگ ۔ ریگ کز تفش بجوشد آبِ دیگ
ریت پر پڑھتا تھا وہ زاہد نماز ۔ جس سے آبِ دیگ پاتا تھا گداز

گفتئے سرمست بر سبزہ و گل است ۔ یا سوارہ بر براق و دُلدُل است
تو کہے سرمست فرشِ گل پہ ہے ۔ یا براقِ تیز یا دُلدُل پہ ہے

یا کہ پایش بر حریر و حلّہاست ۔ یا سموم او را بہ از بادِ صباست
یا وہ ریشم پر کھڑا ہے اے پسر! ۔ یا سموم اس کو صبا سے خوب تر

ایستادہ تازہ رُو اندر نماز ۔ باخضوع و باخشوع و با نیاز
تازہ دم تھا وہ کھڑا بہرِ نماز ۔ کر رہا تھا پیشِ حق عجز و نیاز

با حبیبِ خویشتن می گفت راز ۔ ماندہ بُد استادہ با فکرِ دراز
راز کی باتیں تھیں اپنے دوست سے ۔ تھا وہ استادہ جہاں میں فکر کے

[1] وہ سخت گرم اور تُند ہوا جو عرب کے جنگلوں میں چلتی ہے ۔

بس بماندند آں جماعت بانیاز — تا شود درویش فارغ از نماز
دور سب اس سے کھڑے تھے بانیاز — ختم کرلے تاکہ وہ اپنی نماز

چوں ز استغراق باز آمد فقیر — زاں جماعت زندۂ روشن ضمیر
جب کہ استغراق سے نکلا فقیر — اُس جماعت میں جو تھا روشن ضمیر

دید کابش می چکید از دست و رو — جامہ اش تر بود ز آثارِ وضو
اُس نے دیکھا تر ہیں اُس کے دست و رو — بھیگے کپڑوں میں ہیں آثارِ وضو

پس بپرسیدش کہ آبت از کجاست — دست را برداشت کز سوئے سماست
پوچھا یہ پانی کہاں سے آگیا — ہاتھ اُٹھا کر بولا گردوں سے ملا

گفت ہرگاہے کہ خواہی می رسد — یا گہے باشد اجابت گاہ رد
پوچھا مل جاتا ہے جب ہے چاہتا — یا کبھی ہو جاتی ہے رد بھی دعا؟

مشکل ما حل کن اے سلطانِ دیں — تا بہ بخشد حالِ تو مارا یقیں
حل مشکل کردے اے سلطانِ دیں — تا ہو تیرے حال کا ہم کو یقیں

وانما سرے بما ز اسرارِ ہا — تا بُبریم از میاں زنارہا
کھول دے ہم پر جو کچھ اسرار ہوں — تاکہ کمر دل سے الگ زنار ہوں

چشم را بکشود سوئے آسماں — کہ اجابت کن دعائے حاجیاں
دیکھا اُس زاہد نے سوئے آسماں — اے خدا سُن لے دعائے حاجیاں

رزق جوئی را ز بالا خو گرم — تو ز بالا برکشودستی درم
رزق پاتا ہوں تجھی سے میں سدا — تو نے کھولا ہے فلک سے در مرا

اے نمودہ تو مکاں از لامکاں — فی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ کردہ عیاں[1]
لامکاں سے تو کرے پیدا مکاں — چرخ پر ہے روزیِ اہلِ جہاں

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ :۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۔ یعنی آسمان میں تمہارا رزق ہے ۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ۔

درمیانِ ایں مناجات ابرِ خوش	زود پیدا شد چو پیل آب کش
ابر اٹھا ئے دعا میں اک اٹھا	مست ہاتھی کی طرح سے جھومتا
ہم چو آب از مشک باریدن گرفت	در گو و در غار ہا مسکن گرفت
ایسے برسا آب جیسے مشک سے	سب گڑھے اور غار یکسر بھر گئے
ابر می بارید چوں مشک اشکہا	حاجیاں جملہ کشادہ مشکہا
ابر سے مینہ تھا رواں مانند اشک	بھر رہے تھے حاجی اپنی اپنی مشک
یک عجائب در بیاباں رو نمود	ابر چوں مشکے دہن را بر کشود
تھا بیاباں میں عجب یہ ماجرا	ابر کا منہ مشک کی صورت کھلا
یک جماعت زاں عجائب کارہا	می بریدند از میاں زنّارہا
اک جماعت دیکھ کر اس کار کو	تھی کمر سے توڑتی زنّار کو
قومِ دیگر را یقیں در از دیاد	زیں عجب وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
اک جماعت کو یقیں تھا کچھ زیاد	تھا عجب واللہ اعلم بالرشاد
قومِ دیگر ناپذیرا ترش و خام	ناقصانِ سرمدی تم الکلام

اک جماعت نے نہ مانا جو تھی خام
وہ تھی ناقص دائمی۔ ختم کلام

تمام شد

تجرید بخاری عربی مع ترجمۂ اردو

(مؤلفہ علامہ حسین بن مبارک ؒ زبیدی المتوفی سنہ ۹۰۰ ہجری)

جسمیں ہر ایک مضمون کی ایک یا حد دو ایسی متصل اور مستند حدیثوں کو لیا گیا ہے جو اس موضوع کے جملہ لوازم کو پورا کر سکیں کہ پھر اس کام کیلئے اور حدیث کی تلاش نہ رہے ۔ ساتھ ہی عن فلاں و عن فلاں کی گردان کو الغا کر کے صرف اس صحابی کا نام ہر ایک حدیث کے ساتھ لکھ دیا ہے جس نے خود آنحضرت ؐ سے روایت کی ہے ۔ اس طرح اس کتاب کی صرف سوا دو ہزار حدیثوں میں ساری صحیح بخاری آ گئی ہے ۔ کتاب مذکور کے پہلے ایک مقدمہ میں امام بخاری ؒ اور اکثر راویانِ تجرید کے مختصر حالات اور سوا دو ہزار حدیثوں کی نام بنام فہرست ۔ پھر ایک کالم میں عربی اور بالمقابل سلیس اردو ترجمہ ہے ۔ تمام اسلامی ممالک مصر و شام وغیرہ میں یہی تجرید بجائے طولانی صحیح بخاری کے داخل نصاب ہو کر حفظ کرائی جاتی ہے ۔ کوئی مسلمان گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیئے ۔ سائز ۲۹×۲۲ حجم پورا سوا گیارہ سو صفحات ۔ کاغذ چکنا سفید ولایتی ۔ قیمت مجلد پانچ روپے

سلسلۂ اسلامیہ

(سات حصوں میں)

اس موضوع پر پُرانے سلسلے کی کتب کچھ تو مُلّایانہ ہیں اور بعض اصل مقصد سے دُور ۔ یہ سلسلہ ضروریات زمانہ کے مطابق نہایت صاف و سلیس اور آسان اُردو میں اسطرح لکھا گیا ہے کہ ایکبار پڑھ لینے سے مذہب کی پوری واقفیت ہو جائے ۔ ملک ؤ قوم کی قدردانی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ پانچ مہینے میں اسکے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں اور مانگ روز بروز بڑھ رہی ہے تمام مسلمان بچے اور بچیوں کو یہ سلسلہ ضرور پڑھنا چاہیئے :۔ حصہ اول ایمان قیمت ۱ر حصہ دوم اسلام ۸ر حصہ سوم اسلامی رسوم اور تہوار ۳ر حصہ چہارم حیات النبی ؐ حصہ پنجم خلفائے اربعہ ۶ر حصہ ششم بنی امیہ و بنی عباس ۶ر حصہ ہفتم سلاطین ہند ۶ر